

خوبصورت کسانوں کا مجلہ

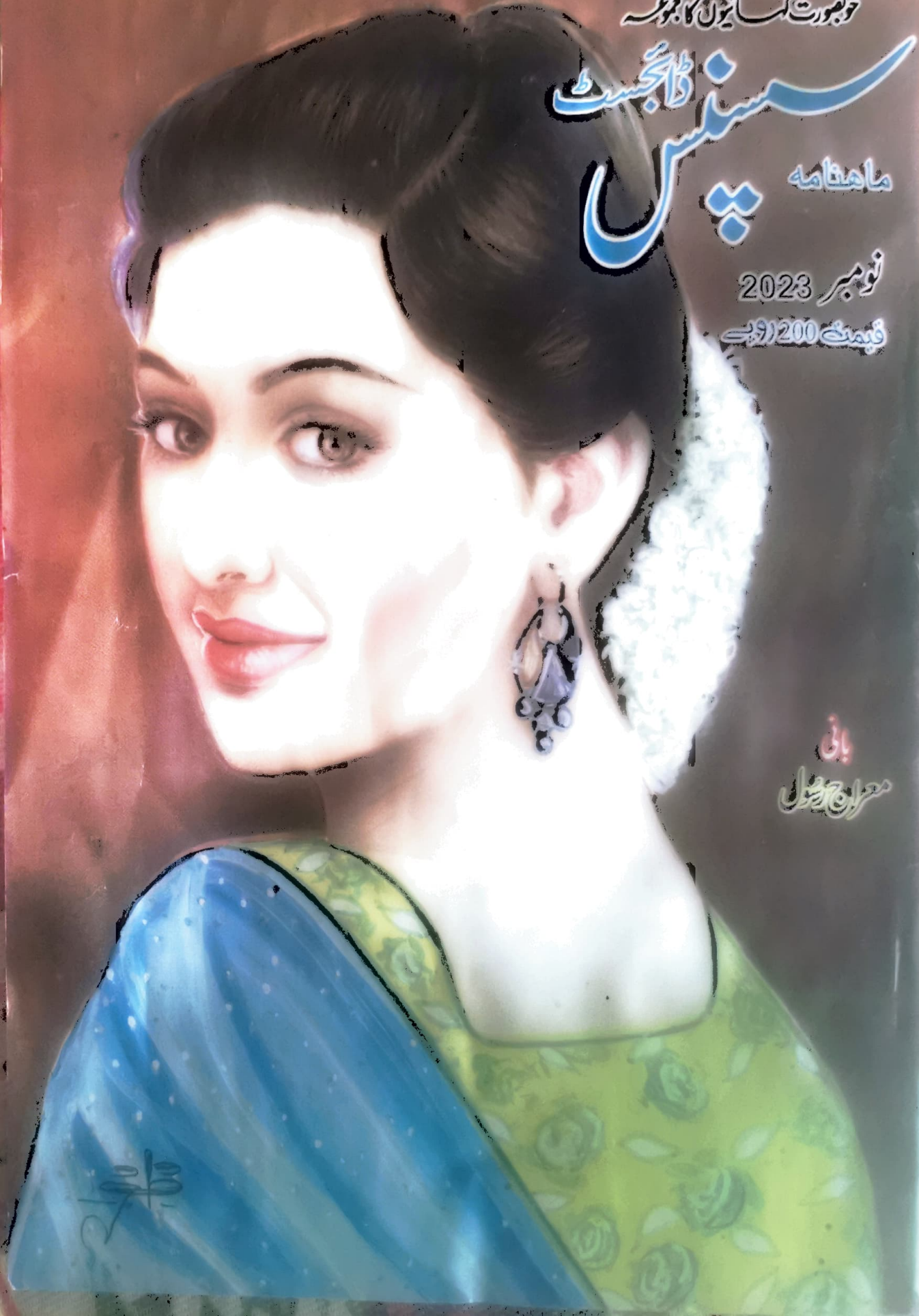
سینس ڈائجسٹ

ماہنامہ

نومبر 2023

قیمت 200 روپے

بانی
معراج رحیل



08

آپ کے خط

مدیر اعلیٰ

سہنس کی مجلس مشاورت و دستار گین کی تلخ و شیریں باتیں گلے گلے اور حلوں مشقے

07

انشائیہ

جون ایلیا

اپنے شہر کی خوبصورتی کو نامہ پڑتے دیکھ کر ایک صاحب فکر کا لودھ



مدیر اعلیٰ
عذرار رسول



مدیرہ

یعنی احمد

نائب مدیر

اطہر حسین



39

پُر اسرار

عبیق بخاری

پُر اسرار بننے کے شوق میں خطرناک راہ پر چلنے والی دو شیزہ کی بے وقوفیاں

12

شعلہ شب گیر

لہ آرد اچھوت

ماضی کا آئینہ اختیار اور بے اختیار انمول کے سبق آموز اور عبرت آمیز واقعات

73

خدا کی رستی

محمد ظفر حسین

گناہوں کی دلدل میں دھنسنے ہوئے مجرموں کی خطرناک کارروائیوں کا احوال

50

شہ زور

اسما قادری

اپنے حریفوں پر قہر بن کر نازل ہونے والے ایک سراپا انتقام و جوان کی تحیر انگیز داستان

119

پیغام رساں

عائشہ نصیر

”اندھیر گہری چوٹ راج“ کی عملی تفسیر میں پڑھنے والوں کے لیے پیغام رسانی کا دلچسپ اور منفرد انداز

96

چوٹ راج

حسام بٹ

مارکیٹنگ و سرکولیشن منیجر

محمد شہزاد خان

0333-2256789

جلد 52 • شمارہ 11 نومبر 2023 • ذر سالانہ 3000 روپے • قیمت فی پرچہ پاکستان 200 روپے •

خط کتابت کا پتہ: پوسٹ بکس نمبر 215 کراچی 74200 • فون: (021) 35895313 • E-mail: jdpgroup@hotmail.com

129

فیک آئی ڈی

شہباز لکبر الفت

محبت کو تباہ کرنے والوں کا
عبرت اثر مٹا

126

مخفیانہ شعروں کا

قارئین

آپ کے ہاتھوں ہی ایک نئے رنگ
آپ کی پسند آپ کے ذوق سے ہم آہنگ

157

ذرا سی بات

محمد تقی

ایک انسان کا چہرہ پرند سے پیارا
انتہائی افسوسناک انجام

134

جنگ باز

ڈاکٹر عبدالرب بھٹی

معاشرتی ناسوروں اور دزدوں کی خوں ریز سازشوں اور
زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دلہوز داستان

173

شاکا

نازیہ کامران کاشف

سترہویں صدی کی اندھیری راتوں سے
جنم لینے والی ایک لرزہ خیز داستان

161

ابو عثمان حیری

ضیاء تسنیم بلگرامی

ایک نیک فطرت اور برگزیدہ
انسان کی زندگی کے حالات

...

پاکستان کی

ادارہ

دنیا بھر کے اچھے اچھے لطفیے، مٹھے، آفتابا
مسکراہٹیں اور قیمتی سب کچھ آپ کیلئے

196

آخری شاہ پہلے

طاہر جاوید مغل

کبھی جس کے حواس کبھی جھمکے کانٹوں میں دھنک
رنگ مسمول کو تلاش کرنے والے دیوانوں کی داستان

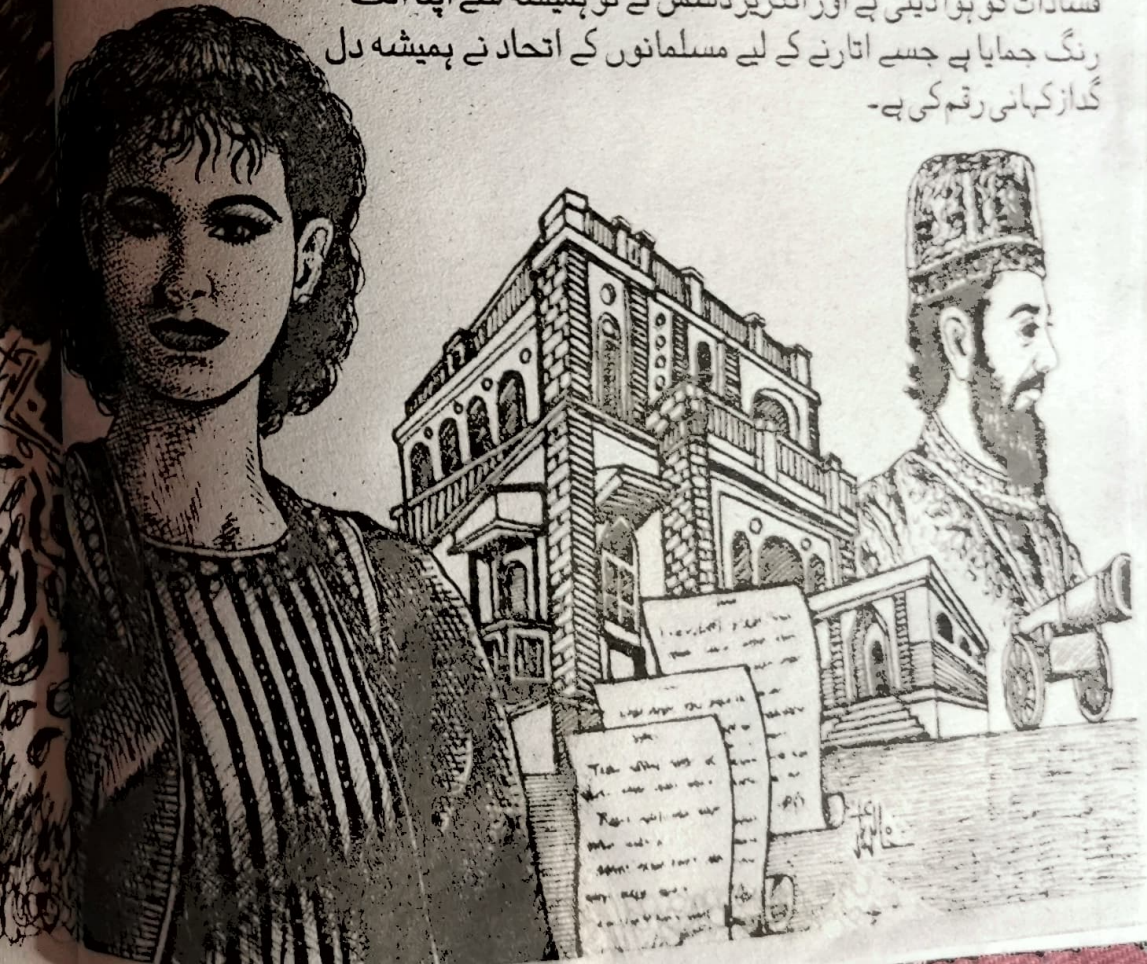
ماضی کا آئینہ۔ باختیار اور بے اختیار انسانوں کے عبرت اثر و واقعات

دوسرا اور آخری حصہ

شعلہ شب گیر

اے آرا چوت

محبت... نہ حال دیکھتی ہے نہ ماضی،
نہ مستقبل... اسے تو ہر دور میں بس اپنی
من مانی کرنے کی عادت ہے... جب چاہے، اور
جس دل میں چاہے گھر کر جائے اور اہل دل کو بے
گھر کر کے در در کی تھوکر میں کھانے پر مجبور
کر دے... چاہے خدا نے اس میں کیا سحر رکھا ہے جو
نظر نہیں آتا... اس کے باوجود قید کر لیتا ہے... یہ
اگرچہ ماضی کے اوراق کا جادو ہے مگر جب جب اسے
پڑھا جائے گا، پڑھنے والا بھی بے خود ہو جائے گا... دل پر
اثر کرنے والے ایسے کرداروں کی قربانیاں جو اپنے لیے نہیں
بلکہ دوسروں کے لیے جینے کی کوشش کرتے رہے، دوسروں
کی آگ میں خود کو جلاتے رہے... یقیناً یہی کردار تھے جو خود
کو تاریخ میں امر کر گئے... اختیارات کی جنگ ہمیشہ قوموں کے
فسادات کو ہوا دیتی ہے اور انگریز دشمن نے تو ہمیشہ سے اپنا الگ
رنگ جمایا ہے جسے اتارنے کے لیے مسلمانوں کے اتحاد نے ہمیشہ دل
گداز کہانی رقم کی ہے۔





تک واپس آیا یا نہیں۔“

سات بجتے بجتے نواب بڈھن کی ڈیوڑھی پر ان کے دوست احباب اور معاصیوں کا اچھا خاصا جھگڑا لگ گیا۔ معمول کے مطابق نواب صاحب نے بہادر پر سے صوفیہ اتروایا، معاصیوں نے کابک پر پھولوں کا بھرا ڈالا، اس کے لیے منیں مانگی گئیں اور پھر یہ چھوٹا سا قافلہ بڑے شوق و احتشام سے نئے مرزا کی حویلی کی طرف روانہ ہو گیا۔

نئے مرزا کے یہاں بھی تمام تیاری مکمل تھی۔ حویلی کے مردانے میں کافی لوگ جمع تھے۔ صحن میں بڑے سے چوترے پر چاندنی چھی ہوئی تھی، ان کے چاروں طرف تخت لگے ہوئے تھے۔ پان اور حقے کا دور چل رہا تھا، صحن میں نئے مرزا گاؤں کے کسانوں کے بیٹے بیٹیاں تھے اور ان کے سامنے رستم کا کابک رکھا ہوا تھا۔

نواب بڈھن کو دیکھتے ہی نئے مرزا بڑی خوش اخلاق کے ساتھ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ جبکہ کر سلیم کی اور معاصی کے بعد اپنی بغل میں بٹھالیا۔

”کیسے نواب صاحب! آپ کے بہادر کا کیا حال ہے؟“ نئے مرزا نے دریافت کیا۔

”اجی حضرت! کیا عرض کروں۔ اس کے تیر تو پہلے ہی سے بڑے بے ذہب تھے لیکن ادھر چند دنوں سے تو وہ بالکل بھوکے شیر کی طرح نظر آ رہا ہے۔ ایک لمحے کے لیے بھی کابک میں قرار سے نہیں بیٹھتا۔ ہر وقت غصے میں لپٹا رہتا ہے۔“

”جی ہاں، حضور نواب صاحب درست فرماتے ہیں۔“ ایک مصاحب نے فوراً بیچ میں لقمہ دیا۔ ”خدا جموٹ نہ بلوائے، اکثر شب کے وقت میں نے بہادر کے کابک سے شیر کے دھاڑنے کی آواز بھی سنی ہے۔ واللہ اب بھی جب سوچتا ہوں تو رُواں رُواں کانپ اٹھتا ہے۔“

”کیوں نواب صاحب! کیا بہادر میاں کو شہر و شاعری سے بھی ذوق ہے؟“ نئے مرزا مسخراہ انداز میں متفکر ہوئے۔

”جی ہاں، لیکن بس اسی حد تک ہے جس حد تک آپ کے رستم میاں کو نوحہ پڑھنے کا شوق ہے۔“

”خیر، یہ تو وقت آنے پر معلوم ہوگا کہ کون نوحہ پڑھتا ہے اور کون حق کا گیت گاتا ہے۔“ مرزا صاحب کے ایک دوست بولے۔

نواب صاحب کے اٹھتے ہی پورے مجمعے میں حرکت پیدا ہوئی، ہلکا جوش بھرا ہم جمع بلند ہوا۔ اب چوترے کے

نواب بڈھن اپنے دلچسپ مشاغل کی وجہ سے سارے لکھنؤ میں مشہور تھے۔ کنگوئے بازی اور شیر بازی کا بے حد شوق تھا۔ خاص طور پر شیر بازی کا شوق تو جنون کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ ہر وقت منہ میں پان اور ہاتھ میں شیریں دبی رہا کرتی تھیں۔ ان کی بیوی عالیہ خانم بھی ان کے اس شوق سے عاجز تھیں کیونکہ گھر میں نواب صاحب کا زیادہ وقت شیروں کی دیکھ بھال میں گزرتا تھا۔

اپنے ساتھ ساتھ وہ تمام نوکروں کو بھی مشغول رکھتے تھے۔ دو تین ملازم تو خاص طور پر اسی کام کے لیے مامور تھے۔ بیسیوں کابک تھے جس میں ہر نسل اور ہر نسل کی شیریں موجود تھیں اور انہوں نے سب کے الگ الگ نام رکھ چھوڑے تھے۔ کسی شیر کا نام ”جنگجو“ تھا، کسی کا ”سکندر“ اور کسی کا ”بہادر۔“

ادھر دو ایک ہفتے سے وہ ”بہادر“ پر بہت زیادہ محنت کر رہے تھے کیونکہ گزشتہ مہینے انہوں نے لکھنؤ کے مشہور شیر باز نئے مرزا کو چیلنج دے دیا تھا کہ ان کا کوئی شیر ”بہادر“ کا مقابلہ نہیں کر سکتا، پھر تو شرط لگنا کچھ لازمی قرار پایا۔ بس پھر کیا تھا، اسی دن سے نواب بڈھن ”بہادر“ کی تیاری کرنے میں لگ گئے اور اس کی صحت و تندرستی کا خاص خیال رکھا جانے لگا۔

پھر جیسے جیسے مقابلے کا دن قریب آتا جا رہا تھا، ویسے ویسے ”بہادر“ کی خاطر تواضع بڑھتی جا رہی تھی۔ نوکروں کی تمام تر توجہ ”بہادر“ کی طرف مبذول تھی لیکن اس کے باوصف نواب بڈھن مطمئن نہیں تھے۔ اس لیے اب وہ ہر وقت بہادر کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اگر اسے کسی وقت بھی ذرا سست دیکھتے تو بے چین ہو جاتے اور فوراً دوا علاج شروع کر دیتے تھے۔

اس وقت بھی وہ دردانہ کے پاس بیٹھے ہوئے ”بہادر“ کی فنی صلاحیتوں کا ذکر کر رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ نئے مرزا کے شیر سے ہونے والی ”جنگ“ کے بارے میں پیش گوئی کر رہے تھے۔

”تم دیکھ لیتا جی! اس بار نئے مرزا کا مشہور و معروف شیر ”رستم“ میرے ”بہادر“ کے حملوں کی تاب نہ لاسکے گا۔ صرف ایک ہی حملے میں وہ دم دبا کر میدان سے بھاگ جائے گا۔“ نواب بڈھن نے بڑے اعتماد سے کہا۔

اچانک انہیں کچھ یاد آیا اور وہ کھڑے ہو کر دردانہ سے بولے۔ ”اچھا جی! اب ذرا بہادر میاں کی خبر لیتا آؤں، بدھو کے ساتھ تفریح کے لیے گیا تھا۔ پتا نہیں ابھی

نکل گئے۔

بہت سے لوگ آگے آگے چل رہے تھے جن میں بے فکرے بھی تھے، تماش بین اور بے باز بھی تھے اور سپاہیانہ وضع کے جوان بھی تھے۔ کمر سے کٹاریں لگائے ہوئے، گھوڑے پر سوار، جسم اکڑائے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ ان تمام لوگوں کے انبوہ میں نواب بڈھن تھا۔ ان کی نظریں تین آدمیوں کا تعاقب کر رہی تھیں۔ یہ تینوں آدمی انہیں اس وقت دکھائی دیے تھے جب نواب بڈھن اٹھے یہاں شیر کی لڑائی ہوئی تھی۔ جیسے ہی نواب بڈھن اٹھے تھے، وہ تینوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی وضع قطع سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس دیار میں اجنبی ہیں لیکن کھنڈ میں ہر طرح کے ہزاری بزاری آیا جایا کرتے تھے اس وجہ سے ان پر کسی نے کوئی خاص توجہ نہ کی۔ وہ لوگ مرزا کر نواب بڈھن کو دیکھتے اور پھر چلے لگتے۔

یوں چلے چلے یہ لوگ کافی دور نکل گئے۔ اب آکا دکا آدمی نظر آنے لگے۔ نواب بڈھن تیزی سے ان کے قریب پہنچ گئے۔ چاروں طرف دیکھ کر انہوں نے دھڑکے سے کہا۔

”آپ لوگوں کو پہنچنے میں کوئی زحمت تو نہیں ہوئی؟“
”نہیں۔“ ان میں سے ایک بولا۔ ”اور ہمارے اوپر کسی کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا اس لیے کہ بیکڑوں آدمیوں کی طرح ہم بھی شیر کی لڑائی دیکھنے میں مصروف تھے۔“

”ہاں، اسی لیے میں نے نئے مرزا کے یہاں آپ لوگوں کو بلایا تھا اور شیروں کی لڑائی کا ہنگامہ کھڑا کیا تھا۔ اچھا، اب یہ فرمائیے کیا خبر ہے؟“

”نواب امیر خاں نے ہتھیار ڈال دیے۔ کمپنی سے ان کا صلح نامہ ہو گیا اور انہیں ٹونک کی ریاست مل گئی۔ کریم خاں نے بھی ہمت چھوڑ دی۔ اب صرف ہمارے سردار چیتو ہمارے ساتھ ہیں۔“

”حشمت جنگ کا کیا ارادہ ہے؟“

”انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ فرنگیوں کو اپنے ملک سے نکالنے کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔ اسی غرض سے انہوں نے اپنے بچوں کو بھی آپ کے حوالے کر دیا ہے تاکہ آپ ان کی سرپرستی کر سکیں۔“

”نہیں دوستو! یہ نہیں ہوگا۔ حشمت جنگ سے کہہ دو کہ وہ اپنے بچوں کا انتظام کر لیں۔ میرے جسم کا ایک ایک قطرہ خون فرنگیوں کے خلاف لڑنے کے لیے بے چین ہے۔ میں نے بہت انتظار کیا مگر اب مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔“
”مگر نواب صاحب! آپ ہم لوگوں سے کہیں زیادہ

ایک جانب نئے مرزا اور ان کے آدمی تھے۔ دوسری جانب نواب بڈھن اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ بھیجی ہوئی سفید چاندنی پر آٹھ سائے دونوں کا بک رکھ دیے گئے اور لوگوں کی نظریں پالی پر جم گئیں۔ دونوں کا بک کھل گئے۔ بہادر بڑی تیزی سے نکل کر پالی پر کھڑا ہو گیا۔

”سبحان اللہ! کیا برق رفتاری کے ساتھ میدان میں آیا ہے میرا شیر۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا بس ایک ہی حملے میں پرے کا پر اٹھالی کر دے گا۔“

نواب بڈھن کے طرفدار بہادر کی مدح سرائی کر رہے تھے کہ اتنے میں نئے مرزا کا شیر، رستم بھی کا بک سے نکل آیا۔ اس کے نکلنے ہی بہادر بڑی تیزی سے حملہ کرنے کے لیے اس کی طرف لپکا۔ نواب بڈھن کے تمام ساتھی خوشی سے اچھل پڑے۔

”شاباش، بہادر میاں! کیا پیترا دکھایا ہے۔“
نواب بڈھن مسرت آمیز لہجہ میں بولے۔

ادھر رستم بڑی صفائی سے بہادر کا دار خالی دے کر اپنی گردن اس کی گردن پر رکھ کر اسے پیچھے دھکیلتے لگا۔ نئے مرزا خوش ہوتے ہوئے بولے۔

”آپ دیکھ رہے ہیں نواب صاحب! رستم نے کیا صفائی دکھائی ہے؟“

”معاف کیجیے گا مرزا صاحب! میں تو سمجھتا تھا کہ مقابلہ فرنگیوں کے اصولوں پر ہوتا مگر معاملہ تو بالکل برعکس نظر آیا۔ دھوکے اور فریب سے تو کوئی بھی بازی جیت سکتا ہے۔“ نواب بڈھن نے کہا اور اس طرح سب لوگوں کو دیکھنے لگے جیسے اپنے دعوے کی حمایت چاہتے ہوں۔

”نواب صاحب! اس قدر ناراض کیوں ہو رہے ہیں۔ فتح و شکست تو نصیبوں سے ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بہادر ناتواں مقابلہ بھی نہ کر سکا۔“ نئے مرزا کا ساتھی مسکرا کر بولا۔

نواب بڈھن گرج کر بولے۔ ”اے ناتواں کہہ رہے ہیں جو آپ کو اٹھا کر پیچھا سکتا ہے اور قبلہ یہ مقابلہ نہیں تھا۔ میرا دعویٰ ہے کہ بہادر میاں کوفن میں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔“

”نواب صاحب! کم از کم پان تو نوش فرماتے جائیے۔“ نئے مرزا مسخرانہ لہجہ میں بولے۔

”معاف فرمائیے، میں پان نہیں کھاؤں گا۔“ نواب صاحب نے جھلا کر جواب دیا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ

ماضی کا آئینہ۔ باختیار اور بے اختیار انسانوں کے عبرت اثر واقعات

دوسرا اور آخری حصہ

شب گیر

اسرار چہرست

محبت... نہ حال دیکھتی ہے نہ ماضی،
نہ مستقبل... اسے تو پر دوز میں بس اپنی
من مانی کرنے کی عادت ہے... جب چاہے، اور
جس دل میں چاہے گھر کر جائے اور اہل دل کو بے
گھر کر کے در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور
کر دے... جانے خدانے اس میں کیا سحر رکھا ہے جو
نظر نہیں آتا... اس کے ہاں جو نہ قید کر لیتا ہے... یہ
اگرچہ ماضی کے اوراق کا جادو ہے مگر جب اسے
پڑھا جائے گا، پڑھنے والا بھی بے خود ہو جائے گا... دل پر
اثر کرنے والے ایسے کرداروں کی قربانیاں جو اپنے لیے نہیں
بلکہ دوسروں کے لیے جینے کی کوشش کرتے رہے، دوسروں
کی آگ میں خود کو جلاتے رہے... یقیناً یہی کردار تھے جو خود
کو تاریخ میں امر کر گئے... اختیارات کی جنگ ہمیشہ قوموں کے
فسادات کو ہوا دیتی ہے اور انگریز دشمن نے تو ہمیشہ سے اپنا الگ
رنگ جمایا ہے جسے اتارنے کے لیے مسلمانوں کے اتحاد نے ہمیشہ دل
نگار کیا ہی رقم کی ہے۔



”دوش آراک درین روز کیسے بیٹھی؟“

”دوش آراک کے بھائی جس اللہ اور دوش میں پر ہزار

جوان سے عاشق ہو گئے ہیں۔ یہی کچھ سطر لکھ رہا ہوں۔“

شوکت مرزا ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا۔

”اب کیا ہوگا؟“ وردانہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

”میں پوچھا۔“

”میرا خیال ہے کہ مجھے نو اب پر میں صاحب کو تمام

حالات سے مطلع کر دینا چاہیے۔ جیسا کہ انہیں اسی پر عمل کرنا

مناسب ہوگا۔“

”آپ کوئی ایسا راستہ نہیں سوچ سکتے کہ ہمیشہ کے

لیے اس خوف سے نکالتے رہا ہے۔“

”جیسی کچھ مجھ میں نہیں آتا۔“

”آپ ناخوش ہو کر رہ گئے۔“

”میں کر دیتا ہوں۔“ شوکت مرزا ایک دم چپ ہو گیا۔

”میں نے تم سے محض جہاد ہی رہی ہے۔ بہتر کریمت نہیں کی تھی۔

میں یہ سمجھتا تھا کہ تم نو اب پر دوسرے بہتر کریمت نہیں کی تھی۔

اس لیے مجھ سے انور دینی روح اور تپ ہو گئی کہ تم اتنی

جلدی جھڑپیں، اتنی جلدی تمہارے قورہ ڈال گئے تھے۔

وردانہ اس راستے پر جس نے قورہ رکھا ہے، ان پر کاٹنے بچھا

دیے گئے ہیں، آگ ہے، انگارے ہیں، دیکھتے ہوئے شعلے

تھیں۔ میں ایک مقصد کے لیے لڑ رہا ہوں۔“ شوکت مرزا

کہتے تھے کہ کیا۔ اس نے وردانہ کی طرف دیکھا جس کے

رخساروں پر انور دینک آئے تھے۔ شوکت مرزا نے اس

کے ہاتھ اپنے انگوٹھوں میں لے کر پڑے پیار سے کہا۔

”کیوں رو رہی ہو؟“

”ایکنا بد دل ہے۔“

”میں اس بات کو ہمیشہ کے لیے بھول جاؤں گا کہ

تمہاری زبان پر کئی فریجیوں سے مصالحت کا ذکر آتا تھا۔

آؤ۔۔۔ اور آؤ۔“ شوکت مرزا نے وردانہ کے آنسو خشک

کر دیے۔

”تم۔۔۔ مجھے اب اجازت دیجیے۔“ وردانہ اٹھ

ہوئے بولے۔

”اب کب ملاقات ہوگی؟“

”میں گھڑی، گھڑی، گھڑی آپ کے سامنے تو درستی ہوں۔“

نو اب انہر خان نے شوکت مرزا سے یہی کہا تھا

”کیا تم اگر بڑوں سے جیت سکو گے؟“

”دروانی جیت بار کے لیے نہیں لڑی عاقی

محرّم لڑائی، مقدمہ اور اصول کے لیے لڑی جاتی ہے۔“

”جانتے ہیں کہ لڑائی ہم پہاڑ میں ہے۔“

”جیت جانے کے بعد میں فریجیوں سے لڑا ہے۔“

”خود بھی؟“

”جی نہیں، ہم زندگی کی آخری سانس تک لڑیں گے۔“

”تم پورے ملک میں آزادی کی آگ لگاؤ گے اور

شعلوں کے پیردخت پر میں گے اور اس فریجی راج کو اور

ناک کر دیں گے۔“

”بہر حال، میں تمہیں اعزازت نہیں دے سکتا۔“

”میں مجبور ہوں آقا نے محترم۔“ شوکت مرزا نے

جھکا کر رخ لے لیا۔

”پاکستان میں تمہارا سر پرست ہوں۔“

”خود بھی نہیں معلوم کر سکتا ہوں۔“

”اور اب میں اس کی ضرورت بھی نہیں محسوس کرتا۔“

شوکت نے کہا۔

”صرف اتنا ہی کافی ہے کہ میں اس ملک

میں پیدا ہوا، یہاں کی آب و ہوا میں پرورش پائی۔“

”ملک تجھے آزار دے رہا ہے اور میں اس آواز پر خاموش نہیں

رہ سکتا۔“

”بھیروں کی طرح ڈاکے ڈالنا، راہ کے لوگوں کو

آزادی کی لڑائی نہیں۔“

”مقصود حاصل کرنے کے لیے ہر وقت اور ہر زمانے

میں لڑائی کے طریقے بدلتے رہتے ہیں۔“ شوکت نے کہا۔

”وہ سر جھکا کر تسلیمات بھالایا اور اگلے قدموں پر

سے نکل گیا۔ نو اب امیر خاں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

بڑی دیر تک خود کا پیہ بڑبڑاتے رہے پھر انہوں نے سر ہٹا

یا اور تھکے کی تہائی میں بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے

لگے لیکن شوکت مرزا ان کے آنسوؤں سے بے نیاز ہر گاہ کی

ہر ذریعہ پر دیا یہ شہر اور قصبے میں کیا اور لوگوں کو چینی کے

خلاف اس کا تار پلہ دے جیتا۔ اس خیال سے جتنی حاکم اس

دقت، لگے بڑوں سے فیصلہ کن لڑائی جاری رہی ہے اس لیے

کہ وہ خیال نے ان کے دانت کھٹے کر دیے ہیں۔

بڑی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ جس طرح لکھنؤ میں آپ نے ہادی

مالی ادا کی ہے۔“ وہ لوگ نہیں بھال سکتے اور اب تو ہم

وگے آخری لڑائی کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ وہ لڑائی ہماری فتح کی

نشان بن کر دکھائی دے گی اور ہمارے ملک پر چھا جائے گی۔

”پچھان سرت الہی امانت سنبھال۔“ کہتے ہوئے

نو اب جھپٹنے نے اگر کھلے اندر سے پھول پھولتی تھی

چلیاں نکالتی۔ ”اے جیتو کو ہری طرف سے دے

دیا۔“ انہوں نے کہا۔

”ہم کہنا نہیں چاہتے تھے لیکن آج کچھ اور انتقام

ہو سکتا ہے۔“ آپ نے کچھ کہہ کر چلا اور شوکارا

کرانہ کر کے چلا اور وہ صرف ایک وقت۔

”کچھ بہت۔“

”بہتر ہے آپ نے پانچ دن شوکت مرزا آگئی

گے۔ ان کے آگے کر بچے گئے۔“ وردانہ نے کہہ کر دیکھا۔

”کیا شوکت یہاں نہیں ہے؟“

”نہیں۔“ نو اب نے بتایا کہ شوکت کہاں ہے۔

”ہاں، میں واقف ہوں۔“ نو اب نے بڑبڑاتے۔

”خوفی ہو گیا ہے۔“

”ان لوگوں نے غصے لیا اور نو اب پر شوکت مرزا

کے بارے میں سوچے ہوئے کوئی طرف چلی پڑے۔

☆☆☆

پورے ملک میں آگ لگی ہوئی تھی۔ لوگ نے محسوس

کرے تھے کہ کھنڈر پر صرف تباہی نہیں کہ کھنڈر پر ایک

شوکت تخت کر رہا تھا ہے۔ ملک کی دولت کھینچ کر

سات سمندر پہاڑے جاتی جا رہی تھی اور ہر طرف جو بھی

زنجیر کے خلاف آواز ڈال رہا تھا، کچھ نہ تھا۔

پاکستان کے بعد نئے سلطان کی حکومت کھڑی کی تھی۔

میں شہنشاہ کی جگہ۔ جس کا لائی تو اس وقت بھی

اس کا کچھ فرق کرنا تو بد ایک۔ جتن پانچ سو کروڑ روپے کا تھا۔

جس کی حکومت صرف دینی کے لال قلعے تک محدود تھی۔

ظاہر ہے کہ بڑوں کا لائی بچہ خوار اور مرقع پر اس نے ملک کی

آزادی کے لیے لڑنے والوں کو دیکھ کر پتا تھا۔ مرنے والوں

کی موت کا خیال تھے۔ ہزار فریجیوں میں اہم شخصیت سے

ملک پر ہر کچھ تھا۔

ان تمام باتوں کے باوجود آزادی کے شیرانی اپنی

جان کا سہرا ہے۔ اس سے بے نیاز ہو کر تار پلہ کے

مکرمہ کرتا کہ یہ سب کتب کہاں فرست دے۔ دوسرے جھگڑے ہوئے چلا گیا۔

ہوئے عطا کیا۔

میں نے مرزا کے یہاں گیا۔ دروازہ اسے دیکھتے ہی کھل گیا۔ شوکت نے پوچھا کہ تم اوقات سناؤ۔

”اچھا۔ دیکھتے جاؤ، میں جان کر کھل جاؤں گی۔ لیکن“

”اے پتلی، کچھ تو خودی کے بچے کو سن رہا ہوں گی۔“

درادنے کہا۔

مضطرب الحال ساما ہو کر کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ دروازہ نے سر

جھلایا۔ شرکت مرزا تیزی سے قدم رکھتا ہوا دہاں سے چلا گیا

پھر اس نے اپنی اھوں سے اسورسار دس پرہے دس
کسرا، روز مال نکال کر منہ بونچھا۔

جی تھا کہ کسی طرح قابو میں نہ آتا تھا۔ لواب بدھن

لی اسیری سے زیادہ خطرناک پریشانی درودانہ سے کہیں

صاحبان عالی شان کے اثر و اقتدار کا محدود حصہ۔ ایک سب

پچھ لڑ سکتا تھا، یہ اور بات سی کہ اس نے ہم حلا متا ہے سی
حکے سازش اور داؤ کا راستہ اختیار کیا تھا۔

شام کے وقت درود ادا کر اس کی ماں نے سنے مرزا کو

بنایا کر سستین انارے امام نازے خاری ہی تیں۔ سسٹیاں ای
اور شوکت کے ہمارا وہ دونوں اردانہ ہو سکیں۔ سرائے مینا کر

شوکت نے ان کو اتارا۔ فوراً نے سرائے کے اوپر دالان

میں چاندنی، چھڑک رہی تھی، پردے پڑے تھے۔ دروازہ اور اس کی ماں اور میری کرسیں۔ شوکت مرزا کو جلدی تھی۔ نور ن

نے بڑے تکلف کیے تھے۔ وہ اس کو خاطر تو راضع کرتا چھوڑ

رراجا بمبئی لال کی طرف سے مل پڑا۔
حوالی پہنچ کر دیکھا کہ راجا صاحب کے خاتم

دوست، شہر کے نواب اور رئیس اور امیر ایک زرکار

تاسیما نے بے چہچہ جلوہ لڑیں۔ ان کے سامنے بھانڈوں کی نقل مہر ہوئی تھی اور شامس نے آکر اسے ہر شے کو

کھڑے بھانڈوں کی نقل رکھنے میں کھوتے۔ بھانڈوں نے

اس وقت لو اب اصغر حسین کو توجہ مستحق بنا رکھا تھا۔
شوکت نے ایک آدمی سے ملاحظہ کیا۔ ”کہا، اقلہ۔“

نواب الصبر حسین کو اپنی بے عزتی کا صدمہ تو ضرور ہو گا مگر

”انہیں حضرت اصدے کا کلمات سے فراتے
 انہوں نے بھانڈوں کو انعام دیوں“

اپنی زبان درازی میں مشہور خاص و عام ہے۔ ہر فرد بشر پر

سپنس ڈائجسٹ

”نواب صاحب ایسے نہیں ہو سکتے۔ شہسوار اور ایک دست تھوڑی دوری پر موجود ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں میں اس کو بلاؤں؟ پھر میں اپنی چیز کے ساتھ بیڈر لٹکی کے مجرم کو بھی لے جاؤں گا۔“

شوکت مرزا یوں کہنے سے بولا۔ ”تم نے دعا بازی کی ہے۔“

”انصاف نہ ہو شوکت مرزا!“ ذک نے نرمی سے کہا۔

”حسب وعدہ اگر اب تاباں پلے پر عمل ہوگا تو یہ شہسوار کھپال کے ساتھ چلیں گے اور قریب نواب صاحب کو کھل جانے کا موقع دیا جائے گا۔“

ذک نے مشفق مرزا کو نیچے جانے کا اشارہ کیا اور نیچے کے قریب آکر ہدایت دی۔ ”تم پر وہ گارے گا اور کسی کو جانے نہیں دے گا۔“

مشفق مرزا ”بہت خوب حضور“ کہہ کر نیچے آئے۔ کھپال کھڑی تھی اور کامرہ موجود تھے۔ حکم ملتے ہی انہوں نے پردہ تان لیا پھر ذک نے دیکھا کہ چاروں میں پہنائی دو عورتیں پردے سے باہر نکلیں۔ شوکت مرزا نے ایک کو ہمارا دے رکھا تھا۔

”کیون ہے؟“ ذک نے سوال کیا۔

”ٹوکی کی ماں ہے۔ اپنی لڑکی کو شادی بیچ دے لیے رخصت کرنے جا رہی ہے۔ اس لڑکیوں نے نفرت ہے۔“

ذک بڑا کرچپ ہوا۔ اس نے گھور کر دیکھا تھا کہ دو عورتیں عورت دروازہ ہے۔ ایک بار چاروں اس کے منہ سے مڑی تھی اور اندر صحنے میں چہرہ چاندنی طرح چکا تھا۔ ذک اور شوکت کھڑے رہے۔ دونوں عورتیں روانہ ہوئی سکیاں بھرتی نیچے اتر گئیں پھر ان کے رونے کی آواز آتی بند ہوئی۔

ذک نے ابھرنے والی سکیوں کے دور کو دیکھا۔ دل میں اتارے شرمسار کیا۔ وہ کنب اٹھا۔ صحنہ اور غلامی شخصوں کی علامت نے اس کو کچھ دیر متعلق رکھا۔

”دو عورتیں ذبے پر چڑھ رہی تھیں۔ چاروں سر سے ڈھلکائی تھی۔ دو مسلسل دوری تھی۔ شوکت کو کچھ کر دہاسے کے گلے سے لپٹ کر چیتے تھی۔ شوکت مرزا نے جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور تیز لپٹے میں ذک کو لڑائی۔

”کیا تھانہ کچھ ہے ہو؟ چاندنی جلدی جاؤ۔“ ذک چونکا اور وہ پیچھے ہی پلٹے گا۔ شوکت نے کہا۔

”اپنے وعدے کا خیال رل ہے۔“

”مسلک رہو۔ وہ شہسوار میرے ساتھ جائیں گے۔“

شوکت مرزا نیچے آیا تو ذک نے سر کرنا بھر پری میں کہا۔

”نواب صاحب عورتوں کی طرح آئے ہیں ملک میں عورتوں کے کارناموں سے ملنے زیادہ ساریاں آئی ہیں۔“

شوکت مرزا نے کچھ نہ کہا۔ کھپال کو کہا دونوں نے ذبے کے قریب رکھ دیا اور پردہ تان کر کھڑے ہو گئے۔

نواب ڈھمکن صاحب اترے۔ وہ بہت پریشان تھے۔ شوکت مرزا کو کچھ نواب صاحب کی جان میں جان آئی۔ وہ بڑھ کر اس سے لپٹ گئے۔

”خاموش رہیے گا۔“ شوکت نے آہستہ سے سر کوئی کی۔ اوپر نیچے کر سب لوگ صحنے میں بیٹھ گئے۔ مشفق مرزا نے نواب ڈھمکن کو کھپال اور نظر میں پھیر لیا۔

”آپ کی تعریف؟“ نواب ڈھمکن نے سوال کیا۔

”ساحبان عالی شان کے ملازم ہیں۔“ شوکت نے کہا اور اس کی بات تم ہوتے ہی مشفق مرزا کی بولی اٹھی۔

”جی ہاں، یہ حقیر فقیر عرصہ دراز سے ہمیں بہادر کی خدمت میں معارف اور حق نمک ادا کرنے میں معارف ہے۔ ساحبان عالی شان کے اقبال کو دعا دیتا ہوں کہ شریفیوں کے تقدیر اور اعلیٰ مقام پر سدا رہیں۔“

”اس میں کیا شک ہے حضرت؟“ نواب ڈھمکن نے تسلی بھرے لہجے میں کہا اور ذک کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرایا اور جھک کر بولا۔

”ہندوستان میں سب لوگ ہمارے دشمن نہیں ہیں نواب صاحب اس شے کی طرح خزاروں لاکھوں آدمی ہیں جو فرائض راجا کی برکتوں سے دل سے متعرف ہیں۔ یہی لوگ کھنڈ ہیں۔“

شوکت سوچنے لگا۔ ذک نے مشفق کو اشارہ کیا اور صحنے کے کونے میں لے جا کر کہا۔ ”وہ عورت لوگ اندر ہوتا نکلتا ہے۔“

”ہاں حضور! میں والدہ یہاں سے دم بھر کو نکلیں مرگا۔“ مشفق مرزا نے بڑی مستعدی اور یقین کے لہجے میں کہا۔

ذک نے دیکھا کہ نواب ڈھمکن اور شوکت مرزا چپ چاپ بیٹھے ہیں۔ وہ دلائل آ کر آہستہ سے بولا۔ ”دیر کرنے کی ضرورت نہیں اب میں جاؤں گا۔“

”اچانک نواب ڈھمکن جوش میں آکر کھڑے ہو گئے۔“

”والدہ! یہ بے حیائی ناقابل برداشت ہے۔“ انہوں نے کرجا کر ذک سے کہا۔ ”چلو، مجھے واپس لے چلو۔“

ذک نے زبردستی اپنی ہاتھیں کمر لٹکی میں سر ہلایا اور بولا۔

”بھڑا دیا۔“ دھڑا دھڑا کی باتیں ہونے لگیں مگر مشفق مرزا سے ضبط نہ ہو سکا۔ وہ جھٹک کر بولا۔

”ہندے نے نواب ڈھمکن اور نواب شہت جھک کا نام سنا ہے۔“ مشفق مرزا نے آہستہ سے کہا۔ ”ساحبان عالی شان ان کے جانی دشمن ہیں۔ آپ کا پالان سے کیا تعلق ہے؟“

”کچھ نہیں اور بہت کچھ ہے۔ میں تو اب ڈھمکن کو لڑا کر مارتا چاہتا ہوں۔“ شوکت نے ٹوک مول جواب دیا۔

”ذک صاحب بہادر اس پر تیار ہیں؟“

”ہاں۔“ وہ ایک لوگ کو اپنے قبضے میں کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بدلے میں، نواب ڈھمکن کو تھوڑی دین گے۔“

شوکت مرزا کو برا لطف آیا۔ اس نے جان بوجھ کر بات کی تھی کیونکہ مشفق مرزا نے صرف انگریزوں کے ملازم و قیدی خوار تھے بلکہ ان سے مرعوب بھی تھے لیکن وہ تھے بہر حال ہندوستان اور پھر قبضے کے باشندوں میں سے تھے جہاں شرافت اور غیرت کے ٹکے کو نہیں ہوتے تھے۔

”ساحبان عالی شان کی مرضی اور خواہش کے سامنے غیرت و قیمت کا کیا سوال؟ جب گوارا جھک جاتی ہے تو دل بھی ہرودہ جاتا ہے۔“ شوکت نے نظریہ لہجے میں کہا۔

مشفق مرزا پہلو پر لپٹے گئے پھر بولے۔ ”مگر یہ بات کی طرح گوارا نہیں ہوتی۔ والدہ! ہمارے آپ کے لیے ذب مرگنے کا مقام ہے۔“

”اس میں کیا شک ہے؟“ شوکت مرزا نے پرمکون لہجے میں کہا۔

”ٹوکی تدبیر سوچے۔“ مشفق مرزا نے جوش میں کہا۔ ”ایک قانون عصمت تپ کی حرمت کو بچانے کے لیے جان بھی دینا پڑے تو کیا بات ہے۔“ شہادت کا رتبہ نصیب ہوگا۔“

”ایسا نہ ہو کہ بعد میں آپ اپنی بات سے پھر جاگیں۔ خوب سوچ لیجیے۔ میں آپ پر بھروسہ کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن اگر بعد میں آپ کے قدم و گناہ کوئی بے گناہوں کا خون ہوگا۔“

مشفق مرزا نے قسم لگا کر کہا۔ ”چاہے چان چکا جائے، تمنا ہلکات بات نہ بنوں گا۔ مرنے کی زبان ایک ہوتی ہے۔“

شام ہوتے ہی گھوڑوں کی ٹاپ عالی دی کر مرد سواروں کا یہ دستہ جس میں تین چالیس آدمی تھے، مراٹے کے سامنے سے گزر کر آگے بڑھے۔ دو لوگ کے کھنڈ۔

تھوڑی دیر بعد ذک آکر آیا۔ چار بہادر اس کے ساتھ تھے اور کھپال اٹھا لے ہوئے تھے۔

”سپین ڈائجسٹ 24 نومبر 2023“

تین سوار ہو گئے۔ دروازہ تو دروازے کے مطابق ہندوستانی سائیں ساتھ ساتھ رکاب پر ہاتھ رکھتے دوزخے چلے۔ شوکت نے نگاہ نیچی اور ہنسی سے کہا۔

”میں یہ پسند نہیں کرتا۔ ان غریبوں کو یوں تکلیف دینے کا تم کو کوئی حق نہیں ہے۔“ سیتل میں گئے۔

ذک مسکرایا اور سائیسوں کو اشارے سے واپس کر دیا۔ دروازہ کی دھڑکیوں سے دھڑکیاں آتی تھیں۔

چپ کر رہا تھا اور اس کی ہتھ پیر کرکھی تھی۔ تاہم اسید دیکھ کر دیکھائی حالت میں وہ شہسوار پر تیار تھا۔

”سے پہنچے شوکت نے ٹھوس کیا کہ سواروں نے ایک فرنگی کی آمد کو اچھی طرح سے دیکھا ہے۔ وہ کھل دیکھے اور نفرت کی ان نظروں سے عرق برق ہونے لگا۔

سب لوگ ادھر پہنچے۔ دوسری منزل پر دروازے کے سامنے کھلا صحنہ تھا اور اس پر چاندنی چھٹی ہوئی تھی۔ والائے پردے بڑھے تھے۔ صحنے میں تین تین بیٹھے تھے۔ نورن نے شوکت مرزا کو آواز دے کے کہا۔

”آپ کو کیا فرمایا تھا۔“

”وہ کچھ کہتا تھا۔ دروازہ کی ماں نے بھروسہ ہونے لکھوا لیا۔“ پتا صاحب کا لپٹا ہے۔“

”روانہ سے ہوتیوں پر انگلی دکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ شوکت مرزا کو صحنہ قمار دروازہ کی ماں کو اسل حقیقت کا علم نہیں۔ ان کو صرف یہ بتایا گیا تھا کہ نواب ڈھمکن کی رہائی کے لیے ایک انگریز سے بات چیت کی جا رہی ہے۔ شوکت مرزا نے کچھ نہیں کہا۔ مریخو۔“

”اس سے کہو کہ نواب ڈھمکن کی رہائی کا دروازہ کے باپ کی صفائی کے لیے ہو کر ہے۔ خدائے گاروڑ ہے گا۔“

اٹھائے راہ، ذک چپاں ہو کر اٹھ کھڑا ہوا تھا اور پردے کے قریب کھڑا نور سے ان سے بات چیت۔ مشفق مرزا پہلو میں کھڑے تھے۔ ذک نے بات چیت کو سمجھیں مگر دروازہ کی آواز سن کر اس کا دل کی طرح دھڑکنے لگا۔ چہرے پر مسکراتے علم آئی۔

”کچھ دیر بعد اس نے آواز دی کہ۔“ شوکت مرزا نے مجھے اطمینان ہو گیا۔ باہر آؤ۔ میں نواب ڈھمکن کو بلا رہا ہوں۔ اسی وقت تیار ہوجائے۔“

ذک نے مشفق مرزا کو دیکھا کہ بے حکم آیا اور خود تجزیوں نے نیچے اتر گیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور تیز سے ہٹ دوڑاتا ہوا گیا۔ شوکت اور مشفق مرزا بھی نیچے اتر آئے۔ نورن نے ایک آدمی کے ہاتھ گئی گویاں اور حق

سپین ڈائجسٹ 24 نومبر 2023

معلومات اسلامی

- س۔ قرآن مجید میں سب سے زیادہ ذکر
کس نبی کا کیا گیا ہے؟
ج۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔
س۔ قرآن مجید میں کتنی مرتبہ نماز کا حکم
دیا گیا ہے؟
ج۔ 700 مرتبہ۔ کتنی مرتبہ دعا مانگنے کا
حکم دیا گیا ہے؟
ج۔ 70 سے زیادہ مرتبہ۔
س۔ کونسا بادشاہ ہر سال اپنے ہاتھ سے
قرآن مجید لکھتا تھا؟
ج۔ سلطان ابراہیم غزنوی۔
س۔ مومنوں کے لئے رسول سے قرآن مجید
کس جگہ لکھا گیا؟
ج۔ لاہور میں۔
س۔ اس کی خطاطی کس نے کی؟
ج۔ حافظ محمد اعظم نے۔
س۔ کس پارہ میں دو درود شریف پڑھنے کا
حکم دیا گیا ہے؟
ج۔ پارہ نمبر 22 رکوع 4۔
س۔ عربی رسم الخط کس نے ایجاد کیا تھا؟
ج۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے۔
س۔ مود کی ممانعت اور وعید کس سورہ
میں ہے؟
ج۔ سورۃ البقرہ میں۔
س۔ رشوت کی ممانعت کا حکم کس سورہ
میں ہے؟
ج۔ سورۃ البقرہ میں۔
س۔ قرآن مجید میں حرف ”ی“ کتنی
مرتبہ آیا ہے؟
ج۔ 45919 مرتبہ۔
س۔ قرآن مجید میں حرف ”و“ کتنی مرتبہ
آیا ہے؟
ج۔ 19070 مرتبہ۔
سرمد: منیر احمد ملک، کراچی

”غریب شہر میں وہاں شکار کا مل جائے۔“ شوکت

اے کہا۔

”تو بسم اللہ، بکلف کیا ہے۔“ حسین کی مسجد کے پیچھے

سراے ہے۔ میں وہاں ہم ہم آئے، آپ ہی کی طرح میں

پڑھ رہی ہوں۔ محل مشہور ہے کہ ایک سے ”دھلے۔“

”بہتر ہے، مجھے کیا غرور ہو سکتا ہے۔“ شوکت نے

سہ دیا۔

”جناب کا اسم کس کا رہا؟“

”نارنگا کر شوکت مرزا کہتے ہیں۔“

”قسمت کی قسم تو ملی دیکھتے کہ میرا نام ہے، خوش

خاں مگر سترے مجھے کبوت بائے ہوئے ہیں۔“

خوش بخت خاں پڑھا لکھا آدمی تھا اور کچھ شاعری

بھی دیکھی تھی۔ دینا دیتے ہوئے تھا اس لیے مزاج میں

اصحافی نہیں تھی۔ خوش مزاجی ہر بات سے ظاہر ہوتی

تھی۔ شاعری ملاقات میں شوکت مرزا خوش بخت خاں سے

دعا کرتے تھے۔

”غریب تو ہے۔“ شوکت مرزا نے بچتے ہوئے

”یہ میرا ہی بلا سبب نہیں معلوم ہوتا۔“

”جیک ہی کہتے ہو۔“ حضرت عشق جس کے گھر میں

تھے میں ہمارے دین کا دنیا کا ہوش کہاں رہتا تھا۔

”اوہ، تو یوں کہتے جناب بھی کسی کی تیر نظر کے گھسائے

شوکت مرزا نے ڈوٹن بخت خاں کے گلے میں ہاتھیں ڈال کر

کہا۔ ”پیارے بھائی، میں نے تو تم کو دیکھا تھا۔“

”یہ تو میرا ہی بلا سبب نہیں معلوم ہوتا۔“

”جیک ہی کہتے ہو۔“ حضرت عشق جس کے گھر میں

تھے میں ہمارے دین کا دنیا کا ہوش کہاں رہتا تھا۔

”اوہ، تو یوں کہتے جناب بھی کسی کی تیر نظر کے گھسائے

شوکت مرزا نے ڈوٹن بخت خاں کے گلے میں ہاتھیں ڈال کر

کہا۔ ”پیارے بھائی، میں نے تو تم کو دیکھا تھا۔“

”یہ تو میرا ہی بلا سبب نہیں معلوم ہوتا۔“

”جیک ہی کہتے ہو۔“ حضرت عشق جس کے گھر میں

تھے میں ہمارے دین کا دنیا کا ہوش کہاں رہتا تھا۔

”اوہ، تو یوں کہتے جناب بھی کسی کی تیر نظر کے گھسائے

شوکت مرزا نے ڈوٹن بخت خاں کے گلے میں ہاتھیں ڈال کر

کہا۔ ”پیارے بھائی، میں نے تو تم کو دیکھا تھا۔“

”یہ تو میرا ہی بلا سبب نہیں معلوم ہوتا۔“

”جیک ہی کہتے ہو۔“ حضرت عشق جس کے گھر میں

تھے میں ہمارے دین کا دنیا کا ہوش کہاں رہتا تھا۔

”اوہ، تو یوں کہتے جناب بھی کسی کی تیر نظر کے گھسائے

شوکت مرزا نے ڈوٹن بخت خاں کے گلے میں ہاتھیں ڈال کر

کہا۔ ”پیارے بھائی، میں نے تو تم کو دیکھا تھا۔“

”یہ تو میرا ہی بلا سبب نہیں معلوم ہوتا۔“

اور نہیں آئیں گے۔“ شوکت نے کہا اور نیچے اتر گیا۔ کہا دونوں

نے پودہ ہٹا دیا تھا اور سکھیاں اٹھا رہے تھے۔ انور سے

سکھیاں ستانی دے رہی تھیں۔

”کوئی دیکھ کر کیا تھا؟“ شوکت نے پوچھا۔

”نہیں حضور، بندہ جو حاضر تھا۔“

شوکت نے پوچھا۔

”کوئی دیکھ کر کیا تھا؟“ شوکت نے پوچھا۔

”نہیں حضور، بندہ جو حاضر تھا۔“

شوکت نے پوچھا۔

”کوئی دیکھ کر کیا تھا؟“ شوکت نے پوچھا۔

”نہیں حضور، بندہ جو حاضر تھا۔“

شوکت نے پوچھا۔

”کوئی دیکھ کر کیا تھا؟“ شوکت نے پوچھا۔

”نہیں حضور، بندہ جو حاضر تھا۔“

شوکت نے پوچھا۔

”کوئی دیکھ کر کیا تھا؟“ شوکت نے پوچھا۔

”نہیں حضور، بندہ جو حاضر تھا۔“

شوکت نے پوچھا۔

”کوئی دیکھ کر کیا تھا؟“ شوکت نے پوچھا۔

”نہیں حضور، بندہ جو حاضر تھا۔“

شوکت نے پوچھا۔

ایک روز شوکت سے کہا۔ ”میں نے لکھو نہیں سنا تھا کہ راجہ خاناں کی سرانے کو شاداب بڑھیں کو کوئی عادت نہیں آئی تھا۔“

”ہاں..... کیوں؟“ شوکت نے کہا۔ ”تم کہیں پوچھ رہے ہو؟“

”اس لیے کہ اس دن تک میری بہن نے ہم خاناں کی سرانے میں بھی گئی اور اس کے بعد نہیں دیکھی گئی۔“

ایک لمحے کے لیے شوکت پر سکتہ ملا ہی ہو گیا۔

”خاناوش کیوں ہو گئے؟“ خوش بخت نے پوچھا۔

”اس سرانے میں ایک شہزادی رہتی تھی۔ بالآخر شوکت نے غصہ کی سانس بھر کر کہا۔ ”وہ اس سرانے کی رانی تھی۔ اس کا نام نورون تھا۔ غریب طبقے کی وہ معمولی عورت تھی۔“

”کی لگ کی، کسی تعلق کی شہزادی نہیں تھی۔ وہ صرف سرانے کی مالک تھی لیکن اس کے پاس بے پناہ دولت تھی۔“

”میت اور غلوں کی دولت، اثاثہ اور ثباتی کے زبورات، اس کے کوٹھارے کو درود کو بتانے کا خوبصورت جذبہ۔ بس یہی اس کی کائنات تھی۔“

”جانتے ہوئے شوکت نے سوالیہ نظروں سے خوش خاناں کو دیکھا۔“

”اس کا ایک ساتھی ڈک تھا۔ شاداب حشمت جنگ کی لڑکی اور شاداب حاصل کا چاہتا تھا۔ اس نے شاداب بڑھیں کو قید کر کے یہ کہہ کر ان کو درود اس کے حوالے نہ کیا تو وہ شاداب بڑھیں کو کول کر کر دے گا۔ نورون نے درود کو دیکھا خاناں کی سرانے میں بلوایا۔ ڈک نے درود کو دیکھا اور شاداب بڑھیں کو اس شرط پر ہمدردی کے حوالے کر دیا درود اس کے ساتھ چلی جائے تو ڈک کے ساتھ درود نہیں گئی، نورون چلی گئی..... خوش بخت خاناں..... اور جب وہ کئی تو درود کی ماں اور عالی خانم اس کی شرافت پر اس طرح دیکھیں جیسے ان کی اپنی بیٹی کا جنازہ ہو رہا ہو اور درود اسے سے بے ہوش ہو گئی۔ لیکن نورون بڑے غصہ کے ساتھ سکھایا پر پچھ گئی۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ درود کی والدہ اس کے بچے میں جاری ہے۔ مگر وہ بچوں کے کھینچنے میں جاری ہے جو اس کی بو بیاں تک فوج کرکھا جائیں گے۔ خدا جانے کہ اب وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟“

”سب بتاتے ہوئے شوکت ایک دم خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو دھلک کر بہہ رہے تھے۔“

”بڑی درود تک کہانی ہے۔“ خوش بخت خاناں نے کہا۔ ”اگر نورون مجھے مل جاتی تو شاید وہ مجھے میری بہن مہر

السا کا بھائی بنا دیتی۔“

29 نومبر 2023ء

مناسب سمجھا کہ کل بھاگے۔ خوش بخت خاناں کا کل سچو میں آئی تھی اور نورون نے ایک طرح سے فیملی لیا تھا اور اس کی افزائش کے عالم میں اسے اور نورون کو گاہے گاہے اس لیے شوکت مرزا سے حقائق کا یہ ہوا۔

خوش بخت خاناں کا نہیں پتا تھا۔ شوکت بھاگا اور ادا دھنسنے لگا۔ آدمی رات کے قریب شوکت آ کر کھڑا ہوا۔ اس نے دیکھا خوش بخت خاناں کو راتھا۔ چہرہ اس کے زرد و دودھیل میں خوش بخت خاناں کو دیکھ کر اس کے منہ سے حیرت کی سہیلی نکل گئی۔ اس کا ہاتھ خوش بخت خاناں کے ہاتھوں میں ملا۔

”کیا تم نے سچیز کو مار ڈالا؟“

”ہاں!“ خوش بخت خاناں نے تلخ لہجہ میں کہا۔

”انتقام کا شیف حصہ پورا ہو گیا میرے اور سب بات سے کہا تھا کہ تمہیں اپنی محبوبہ دکھاؤں گی۔ میری بات سے موت تھی۔“

شوکت مرزا حیرت سے خوش بخت خاناں کو دیکھا۔

”میں صرف اس لیے بھاگ آیا کہ مجھے اپنی بہن کا ہاتھ تو میرے دل کی ایک سچی نہیں تھی۔“

شوکت نے دہانے آکر خوش بخت کو تمام واقعات سے درودانہ کی معرفت ملی ہے۔

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”لڑکھانہ کی معرفت ملی ہے۔“

”تب تو وہ رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

”تو رات تھی۔“

سر دارمیتوے بن استیہ

آگ برستی عمارتی - چنڈا

٥٠٠

شوکت مرزا نے جوٹش بخت خاں

دو نوں پیچھے کے لیے مکمل پیچھے۔

نومبر 2023ء

“سألاها”

۱۰۸۷

وردانہ سرجمک

خبر

[illegible]

بین الان و

”یہ ہے،“

سکراتے ہوئے کہا۔ ”ا“

”ہم سب کفر کرتے ہیں“

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفْرًا شَيْءٌ

...

بے لایقہ

ہو، چٹائی کی سرکائی۔

چہرہ حوی سے طنز اور ہلکے

وہ جو رہاں ہیں:

۱۱، تاریخی شعاعیں سامنے نظر آنے والے ہیوں لوا لودای

”انگریزوں کا لشکر معلوم ہوتا ہے۔“

خوشی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

بدل آگے بڑھنے کے لیکن ٹھوڑی سی دورے ہوں گے کہ انہیں

بلیا۔ حکم زون میں لوٹ کر ہوئے اور چھ در سوں پر برس

سچ کو روئے اور سناہیں گئے تھے اور ایل مورت کی۔ ان

”وہ دروازہ نہیں کھلی، دوسری عورت تھی۔“

وہابیہ

یہاں پہنچے ہیں۔ ذرا دے بھے ان لے ہاں۔ مجباً ہاں لے ہیں

میرے بطن سے تمہارے ہی ایسے بیٹے پیدا ہوں جو ملک کی عزت، عظمت اور وقار کا بچہ چاہوں۔
مگر شیازین کی آواز اوم اوموں سے تھی۔

☆☆☆

صبح کے اٹھتے ہوئے سورج کی کرنیں رات میں لٹ لٹنے والوں کے خون میں اپنی انگلیاں ڈبو کر نمودار ہوئیں اور پہاڑیوں میں چلنے والے سائلے نے اس بات کا اعتراف کیا کہ خان دینے والے بات کے دینی چیتے۔ پہاڑی پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔ اب یہ پہاڑی ان کی تھی۔ سر بلند، بھئی نہ دیکھنے والی اور اٹل.....!

چیتہ پہاڑی کے ایک دڑے میں خیمے کے اندر سر جھکائے ہوئے خیمے بے ہوشی کی کیفیت میں بیٹھا ہوا تھا۔
”نواب صاحب!“ اس نے بھراے ہوئے بچے میں کہا۔
”میرے سب بیٹے شہید ہو گئے۔ یہ موت کیسے کہ میرے چلوں کے مارے گئے۔ میرے چہ خزا بیٹے مارے گئے۔ وہ سب میرے بچے کے گھرے تھے۔ اب میں ہی کے کیا کروں گا؟“

نواب حشمت جھک خاموش بیٹھے تھے۔ شوکت مرزا، نواب پڑھن، شہداداؤ، ناہید ملک اور دوسرے سردار خیمے میں موجود تھے۔ سب دنی تھے مگر چیتہ سب سے زیادہ دنی تھا۔ اسے دس پر دس آ رہے تھے۔ پہاڑی میں محافظ دے کر صرف دو سو آدمی رہ گئے تھے لیکن ان سب کو اس بات کا یقین تھا کہ خزا کی راہیں مسدود ہو چکی ہیں اور موت کی وقت بھی دو روزہ دکھلائے بغیر آ سکتی تھی۔ اب حاکم حشمت جھک اٹھے۔ سب کو انہوں نے اشارہ کیا اور سب لوگ خیمے سے باہر نکل آئے۔

”دوستو!“ حشمت جھک نے کہا۔ ”ہم لوہائی ہار کے مکر لوہائی انگریزوں سے بزدلی سے متقی ہے۔ دھوکے اور فریب سے متقی ہے۔ والدہ! ہمیں محلے میدان میں کھست نہیں دے دیتے تھے۔“

”جو کچھ بھی ہوا، اب اس پر رائے دینا پکارا ہے لیکن ہمیں یہاں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ عزت کی موت مریم یا اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیں۔“ نواب پڑھن نے جوش میں آ کر کہا۔

”عزت کی موت۔“ سب نے یک آواز کہا۔

”جھک ہے۔“ حشمت جھک نے کہا۔ ”میرا یہ خیال ہے کہ سردار چیتہ کے ساتھ شوکت مرزا اور اپنے مکر کی عورتوں کو کسی طرح روانہ کر دیں اور اس کے بعد ہم سب

کے لیے کمپوزیشن۔

”اگر ایک توپ بھی ان کے ہاتھ لگ گئی تو بھر ہم قیامت تک ان پر چن نہ پا سکتے تھے۔“ ڈک نے کہا۔
”نہیں میرے دوست! انہیں یہ مورچا کچ کر لینے دو۔“ ڈاکر کے ہونٹوں پر مسکاکانہ مکرانہ پھیل گئی۔ اس نے ایک گولہ انداز کی طرف اشارہ کیا۔ اسے ہدایت دی پھر خود پیچھے ہٹ گیا۔

توپوں کے دہانے اب حاکم خاموش ہو گئے۔ پندار یوں نے غشی کے نعرے بلند کیے۔ اس بار انہوں نے اتنا شدید حملہ کیا تھا کہ گولہ اور متعلقوں کی پلٹوں کے قدم اکوڑ گئے۔ انہوں نے اس مورچہ پر توپوں کی طاقت دکھائی تھی۔

دوسری طرف سے گولہ باری اب بھی جاری تھی لیکن اس کا اثر پندار یوں پر نہیں تھا۔ وہ پیلٹا کر کے وقت توپوں کے سلسلے تک پہنچ گئے تھے۔ بجاتی ہوئی گولہ پلٹن اور متعلقوں کا تعلق انہوں نے اس لیے نہیں کیا کہ اس کا مقصد حل ہو چکا تھا۔ وہ ایک مورچا کچ کر چکے تھے اور توپیں انہیں مل گئی تھیں۔ انہوں نے ایک بار خوش ہو کر سر بلند کیے اور توپوں پر اپنا جیتا اہر ادا کیا۔

دوا توپوں کو کھینچ لانا چاہتے تھے مگر سب کی رائے یہ تھی کہ اس جگہ مورچا بنانا چاہئے۔ وہ چیتہ کا انتظار کرنے لگے جو ابھی پہاڑی کے دامن میں تھا۔ اس کا چہرہ خوش سے کھلا ہوا تھا۔ وہ راتا ہوا آئے پڑھتا ہوا تھا۔

اب حاکم پوری پہاڑی دھاوکوں سے گنج ابھی۔ بڑی بڑی پٹا میں روٹی کے کالوں کی طرح اڑنے لگی تھیں اور ایسا لگا جیسے قیامت آگئی ہو۔ ڈاکر نے فرار ہونے سے پہلے تمام گولے توپوں کے نیچے چھپا کر ان میں فلیٹ لگا دیا تھا اور خیمہ اس کے مارے سپاہی لٹ آئے تو اس نے فلیٹ میں آگ لگا دی تھی۔

پندار یوں کا ٹپو انگریز جو اب پر پختہ چکا تھا، تباہ ہو گیا۔

رات نیم ہو رہی تھی اور چیتہ دیکھا اور بگاڑوں بگاڑوں کی ایک اونکی رات جا رہی تھی جس میں شہیدوں کے خون کی بو بھی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آسمان پر چلنے والے ستاروں نے اس منظر کو دیکھ کر نہ چھپا لیا ہوگا اور دنیا کی تاریخ اور مورخ چاہے اس واقعے کو قبول جائے یا نہیں ان اپنے مورچہ پر قہر کرتی ہوئی زمین سب سے بڑی تاریخ دان ہے۔ اس نے اپنے چارے بیٹوں کو اپنی چھاتی سے لگا کر تھینکا کہا ہوگا۔

”اؤ میرے بیٹا بہت محک گئے ہو۔ میرے بچے سے لک باز ڈاکر میں اپنا پیرا تھیں بخش دوں..... تاکہ

اسے سمجھایا کر دریا بھر کرے وقت دشمن کی توپیں مشرور

”نہیں! پتہ چکا ہے۔“
”چیتہ پر کو لے ڈالیں کر سکتے۔“ وہ مسکرایا اور اس بات کو دو دوستوں کو لے کر پھیل کے کنارے آ گیا۔
گھوڑے دریا میں ڈال دیے اور پار ہو کر لگاڑوں اور جہاز یوں کی آڑ میں پڑے۔

توپوں کا رخ دریا کے پار تھا۔ چیتہ نے ان پر دھاوا بول دیا۔ تواری شروع ہو گئی۔ رات کی تاریکی میں توپوں نے گولے اٹکا شروع کر دیے۔ ان کا رخ دریا پار تھا۔ پندار یوں کا ٹپو مطمئن تھا کہ گولہ باری ایک ہی طرف سے ہو رہی ہے لیکن اب حاکم پہاڑیوں کے اوپر توپیں نمودار ہوئیں۔ آخر بڑی فوج رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر بڑی ہوشیاری سے پہاڑیوں کے عقب میں پہنچ گئی تھی اور پورے علاقے کو غاصرے میں لے لیا تھا۔

چاروں طرف کی گولہ باری سے سراسیمگی اور انتظار کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ پندار یوں آخری لمحے میں زندگی سے باہر ہو کر جان دینے پر تل گئے تھے۔ چیتہ کے نعرے کا بھی انہوں نے انتظار نہیں کیا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ ان کا سردار توپوں کے آگے بے بس ہے۔ اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ پہاڑی پر چڑھ کر توپوں کو ختم کر دیں۔

ایک سربراہ دربار نے نعرہ لگا دیا۔
”ہر مہادیو.....“
”ایک سربراہ دربار نے نعرہ لگا دیا۔“

اور دوسری جانب سے ان کے مسلمان ساتھیوں نے نعرہ بلند کیا۔

”نعرہ بکھیر..... اللہ اکبر..... اللہ اکبر.....!“
اور ٹکڑا کر ریت پر یہ سب پہاڑیوں پر فوج پڑے۔ ڈاکر ان کی دلیری پر حیران رہ گیا۔ غریب لوگ ہوتے ڈک سے اس نے کہا۔ ”ہندوستانی پاگل ہوئے ہیں۔“

”نہیں۔“ بھون، یہ لڑائی نہیں، اپنا گلہ کھانا ہے۔“
ڈک نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ صرف اسی نظارہ دیکھتا رہا۔ ان بیٹوں نے فوجوانوں کو آزادی کے ان حوالوں کو جو سر سے گن بائو کر اپنی تعلیموں پر سر کر گئے، موت کے منہ میں جا رہے تھے۔

خون آنشام کھٹک جا رہی تھی۔ پندار یوں کھٹے، مرے اوپر چڑھتے جا رہے تھے۔ ان سب کا رخ اس طرف تھا جس طرف ڈاکر کے ہاتھ میں کان تھا۔

ڈاکر تبے جاشا کو لے کر رہا تھا۔ گولوں کا ایک دستہ عقب میں اور متعلقوں کی دو پلٹیں دست بہت جگہ

”تو بھ.....“ حشمت جھک نے پوچھا۔ چیتہ نے

تہنہ لگا لیا۔ چیتہ، عیاں کہ ایک گولہ دربار تھا۔ چیتہ نے جھک کر کہا۔
”قائد! یہ سارے ہاتھ ہوگا۔ ہم بڑھ کر سب کے ہاتھ میں دیکھیں اور اسے خالی سے بیان کرے گا۔ زیادہ سے زیادہ دیکھیں اور اسے خالی سے بیان کرے گا۔“

اس پر جان کے اوپر کیا؟
چیتہ کے الفاظ میں ایسی بے گھری تھی کہ فوجی ہوئی مہین بندھ گئے۔ پڑھن الفاظ میں سب نے بے تجربہ پند کی۔ جمایا لڑائی تو لڑتے پندار یوں بھی آ جتے تھے۔

حشمت جھک چپہ چپہ۔
”نواب صاحب! چپ کیوں ہیں؟“ چیتہ نے طنز سے قسم کے ساتھ مکر بڑے بچے میں سوال کیا۔
”بھائی! کچن کے لکڑ کے پاس توپ غائب ہے۔“ حشمت جھک نے غصہ سے منہ سے کام لے کر باؤں لایا۔
”ام ان کے توپیں کچن میں تھیں۔“ چیتہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس بات کی علامت تھی کہ ڈاکر کی بیچک ختم کر دی ہے جس میں صلاح دشمرے ہوئے تھے۔ چیتہ فیصلہ کر چکا تھا۔ اس کا اعلان رات ہی کو کر دیا گیا۔

پندار یوں نے دنی خانی فیصلے کو منظور کیا۔
ان کے بہت سے ڈاکر نے کھائیوں میں کھرے ہوئے تھے۔ سردار چیتہ نے اپنی طاقت کو ایک دستہ علاقے میں پھیلا رکھا کہ کوئی کھست کوئی نہ بہت فیصلہ نہ ہو۔ اب ہر جگہ سے ڈاکر روانہ ہوئے تاکہ ایک مرکز کی فکر بن اور دھاوا کریں۔

یعنی کھنڈ کرنا، ڈاکر کا ٹپو پھیل کے اس پار تھا۔ سردار چیتہ نے سب کو اس پار بھیج کیا۔ دونوں ٹکڑے سامنے آ گئے۔ دریا دریا میں مائل تھا۔ یعنی کھنڈ کرنا، ڈاکر نے پندار یوں کے اکٹھا ہونے کی خبریں سنیں تو مسکرایا۔ وہ اپنے دل میں سوچنے لگا کہ شرط حراج اور سیما فطرت چیتہ کو ایک نہ ایک دن اختیار کا دکھائے گا اور سیما فطرت چیتہ کو دو جاتا تھا چیتہ ہر طرف تار کھینچا دیکھ رہا ہے اور بے یار مددگار ہے۔ صرف جہاز پندار یوں کی سرخروئی چیتہ کے ساتھ تھی اور سارے دروازے بند ہو چکے تھے۔

وہ دریا کے کنارے کنارے چلی تھی کہ دریا، ہکا توپ خانہ ساتھ تھا تو توپوں کو دریا کے کنارے کھانچا تھا تاکہ پندار یوں کو دریا بھر کر حملہ کرنے سے روکا جائے۔

نہیں چاروں دریا میں ہی چیتہ کی بے قراری اپنا کوا بھاگی تھی اور اس نے پہل کر کا فیصلہ کر لیا۔ حشمت جھک نے

سیاہ بیٹہ درست کرتے ہوئے اس نے آئینے میں
اپنا جائزہ لیا۔ سیاہ لباس پر سیاہ لمبا گاڈان، سیاہ بیٹہ، اسی
رنگ کے گوز، اسٹیک، جوتے پنپنے، داہرہ جانے کے لیے تیار
کھڑی تھی۔ ایک سے اس کا چہرہ نکلی حد تک چھپ گیا
شہر کے پُرمشور حصے میں تھی۔ انسانوں کا اتنا جھرم، اتنی

پراسرار ایجنٹ کے خوف میں خٹکنا اور اس کے بارے میں چلنے والی دو سیرکیاں

کچھ لوگوں کو اسرار بھری شخصیت بہت متاثر کرتی ہے...
بالخصوص بچپن میں پڑھی جانے والی کہانیوں میں سے اگر
کچھ دماغ کے کسی گوشے میں محفوظ رہ جائے تو شاید زندگی
کے کسی وہ کسی حصے میں وہ خود کو اس روح میں ڈھالنے
کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اسے بھی لوگوں
کی باتوں میں رہنا اچھا لگنے لگا تھا... یہ اور بات کہ بات جان
لینے اور رسوائی تک جا پہنچی تو اسے پوش اکیا ورنہ یہ
خودی میں وہ شاید خود سے ہی بیگانہ ہو جاتی۔

پراسرار

سیون بک ناری



☆☆☆

کئی دن بعد دردانہ اور شوکت پہاڑی کے واکس
میں اسی جگہ کھڑے ہوئے تھے جہاں جڑاروں
جڑار یوں نے مار پڑنے کے لیے اپنی جائیں پران کر دی
تھیں۔ یہ سب ہندوستان کی زندگی کے ہر طبقے سے تھے اس
آئے تھے۔ ان میں کوئی کسان تھا، کوئی نواب، کوئی
جائیداد تھا۔ دنیا نے انہیں ڈاکو اور لٹیروں سمجھا لیکن یہ کچھ
جو الے تھے، کہتے جو ان تھے جو اپنی دمن میں مست
ہو کر زندگی کی آخری سانس تک لڑتے رہے۔ انہیں اس
کی فکر نہیں تھی کہ دنیا انہیں کس نام سے یاد کرے گی۔ وہ
یہ جانتے تھے کہ ان کا مقصد تھا ہے اور اسی مقصد کے لیے
”وہ بیٹے اور مسکراتے ہوئے سرے“ حکمت میں شلو مش
گیم کی طرح بھڑکتے رہے اور داستان آزادی کی اسف
نشانیاں چھوڑ کر مٹی تلے جاوے۔

فلکت ہے تو پھر شلو شب گیر ٹالو
خوشید کوئی شب جگر ٹالو
کتا ہے کئی نامی انکھت سے کہار
پتھر نہ کرید کوئی تدبیر ٹالو
میں کھ ہوں تھے شاخ پہ کلنا ہے ہر طور
تم خاک سے کھل خجری کی تاثیر ٹالو
تم روشن خون برش عشیر سے بھر کر
جو چاہو حیرے جسم سے قصور ٹالو
☆☆☆

شوکت مرزا نے جا بجا پہاڑیوں پر وہ مقامات دیکھے
جہاں ان لوگوں کو دفن کر دیا گیا تھا۔
”دردانہ! یہ قبریں نہیں ہیں۔ یہ فتح کا نشان ہے۔
خج، جیت اور کامیابی جو آج ہمیں نہیں مل سکی مگر آنے والے
کل میں ہماری نسلوں کو ملے گی۔ یہ شہید ہیں۔ یہ زندہ ہیں۔
ہر زمانے میں یہ آئے اور اپنے خون سے ایسے چراغ جلائے
جو ہمیشہ روشن رہتے ہیں اور کبھی نہیں بجے۔“
فاتح پڑھنے کے بعد اترنا شوکت اور دردانہ کے
پہاڑی استراحت افی کی وضعا دونوں میں کم ہو گئے۔ مردہ
جلی اور درختوں پر سے کرتے ہوئے بے شمار پھولوں نے
پہاڑیوں کو ڈھک لیا۔
(ختم)

دک کواری نے ہوئے شوکت کے بالکل قریب آگیا

شوکت نے بھی کواری کی طرف اشارہ کیا۔ وہ لڑتا جا رہا تھا اور
دردانہ کو چاہتا جا رہا تھا۔
”کیا وہ رائیں؟“ چیت نے بے ہوشی کے عالم میں
پوچھا۔
”کیا یہ رائیں؟“ چیت نے بے ہوشی کے عالم میں
پوچھا۔
”ہیں سردارا! ان کے ہاتھ سے ہندوستان چھوٹ کر
مرگئی تھی۔ اب شوکت سے کواری کی اور ہری ہے۔“
”خج واریا! تو اس رائی میں شلو دفن کیا۔“ چیت نے
اسی عالم میں کہا اور پھر گھوڑے کے گلے میں ہاتھیں ڈال کر
جھول گیا۔

شوکت مرزا کا اچھا سوت پڑتا جا رہا تھا۔ دردانہ ہر بار
آپکھیں بند کر لیتی۔ دلی ہی دل میں شوکت مرزا کی کامیابی
کی دعا بھی کرتا تھا۔
”اچانک شوکت نے دک سے کیے کا نشانہ لیتے ہوئے
پیدا ہوئے پھینک کر ماری اور اسے دردانہ کی دعا کا نتیجہ
کہا جاسکتا تھا کہ اگر اچانک چلے گئے تھے۔ دک نے بدلتی تمام
حسں کیا اور ایک چمک مار کر وہ الٹ گیا۔ شوکت فوراً گھوڑے
سے کود پڑا۔
”میں ہار گیا شوکت!“ دک نے کراہتے ہوئے کہا۔
”ہم بیٹھوں میں یہ قاعدہ ہے کہ مرتے وقت اپنے
کمانوں کا اعتراف کر لیتے ہیں۔“ دک نے بدلتی تمام
ایک ایک کر یہ جملے ادا کیے تھے۔ اچانک گھوڑوں کی
ٹانگوں کی آواز میں بہت دور ستانی دین اور خوش بخت خات
نے خج کر کہا۔
”شوکت مرزا! اسوار ہو جاؤ۔“
”ایک منٹ کے لیے رک رک جاؤ۔“ دک نے کہا۔
”میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں بہت تباہ کارہاں ہوں۔ میں
نے..... میں نے.....“
دو بار جملہ پورا نہ کر سکا۔ ہنگی آئی اور وہ ہمیشہ کے
لیے خاموش ہو گیا۔
گھوڑوں کی ٹانگوں کی آواز نزدیک آ رہی تھی۔
شوکت مرزا نے دریا میں گھوڑے ڈال دیے اور جب
تغائب کرنے والے کنارے پہنچے تو اس وقت شوکت
مرزا اور خوش بخت خات وغیرہ واکس پار چلے ہوئے دلتی جگہ
کا انو حیرے میں غائب ہو چکے تھے۔

ماخذات

جنگ آزادی، مسلم مجاہدین، برطانوی عہد، مولوی ذکاء اللہ، برطانوی عہد، ایڈیٹرس

ہوئے کوئی۔

”تس میں بھی لگتے کے لیے تیار ہوں۔“ ایزا اہل کسٹر کا سامان بیک کرتے ہوئے دھیرے سے بولی۔

”اپنی چیزیں اٹھاؤ، جلدی۔“ کیٹی نے پھتری اور چھوٹا سا پینڈ بیک اٹھاتے ہوئے کہا تو ایزا اہل بے اختیار ہنس دی۔

”تس نے کون سا بیک اسبک اور سیٹ اٹھا ہے۔“ وہ کا دغیر سے چپچپے سے لگتے ہوئے بولی۔

”اوہ نہ ہی سرخ بیک۔“ کیٹی نے لگا سا تہیہ لگا ا۔

دو دنوں میں کچھ عرصہ قبل دوستی ہوئی تھی۔ لیٹی بی ااں تین سال سے کام کر رہی تھی۔ وہ اپنی لگتے کلاس میں تعلیم جاری رکھے ہوئے تھی۔ دہلیں پر اس کی ملاقات نئی آنے والی اسٹڈنٹ ایزا اہل سے ہوئی۔ ایزا اہل کو باتوں باتوں میں کیٹی کے بارے میں جب معلوم ہوا کہ وہ بے نام جام کرتی ہے تو اس نے اسے کہا کہ اپنی لگت سے کہہ کر اسے بھی چند گھنٹے کی کمی، جام، دوا دے۔ اس کے بعد وہ بھی اسی پھر اسٹور پر ملازمت کرنے لگی۔ ایزا اہل کو یہاں آئے تقریباً سوا سال ہو چکا تھا۔ کیٹی اسٹور سے تھریا چندہ منٹ کی سافٹ پر ایک چھوٹے سے فلپٹ میں اپنی ااں اور چھوٹے بوائے کے ساتھ رہتی تھی جبکہ ایزا اہل کیٹی کے گھر سے مزید دس منٹ کی مسافت پر کسی کے گھر میں ہے ایک گیسٹ کے طور پر رہاؤشی پر رہتی۔ دونوں ایک ہی بس پر سوار ہوتی تھیں۔ کیٹی اپنے اسٹاپ پر اتار جاتی اور ایزا اہل آگے بڑھ جاتی۔

”کیٹی ایک بات کہوں؟“ بس اسٹاپ کی جانب جانے والی سڑک پر چلتے ہوئے ایزا اہل نے کہا۔ لیٹی بھی بارش شروع ہو چکی تھی۔ اس نے اپنی پھتری کی کھول لی تھی۔

”پراسرار لڑکی کے بارے میں؟“ کیٹی نے اپنی پھتری سر پر کرتے ہوئے پوچھا۔ اسے یقین تھا کہ لیٹی بات ہوگی۔

”ہاں، اکی کے بارے میں۔ کیٹی! تس! کہہ رہی تھی کہ جو لوگ پراسرار ہوتے ہیں، میرے خیال میں اپنی لائف بہت انجوائے کرتے ہیں۔“ ایزا اہل نے کیٹی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

”وہ کیسے؟“ لیٹی حیران کی ہوئی۔

”دیکھو!..... پراسرار لوگ کسی سے زیادہ اگلے

نہیں بلکہ تو وہ شایر شاد و نا وری کسی اہم شخص سے بولتے ہوں گے۔ انہیں یقیناً یہ سوچا کر مرہ آتا ہوگا کہ انہیں دیکھنے والے ان کے بابے میں نہ جانا کیا سوچا رہے ہیں،

دے ساتھ ہوتا ہے، یعنی ہر بار نیا ایک ہی رنگ، ایک ہی ایزا ایک..... یہ عجیب کیا ہے؟“ چھوٹے بچے ہوتی رہتیں۔

”آخر یہ ہے کون؟“ قصیدہ یا سوچے جارہی تھی۔ اس کی کوئی چیز چہرہ چھپا کر آتے جاتے پانچ چار دیکھنے کے بعد بھی بات ہوئی کہ پولیس کو اطلاع دی جائے تاکہ وہ اس کے سے میں پتا کرے لیکن پھر چندہ لوگوں نے یہ کہہ کر اس بات مخالفت کر دی کہ کون سا اس لڑکی نے کی کو کوئی نقصان

لے ہوا تھا کہ اگر کوئی نئی بات سامنے آتی ہے تو وردار اس کے خلاف پورٹ کر دی جائے لیکن انہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں آئی۔ وہ پراسرار لڑکی بالکل بے ضرر ثابت ہوئی۔ اب تو یہ ہو گیا تھا کہ وہ جن دو یا تین ل میں نہ آتی، سب ثابت سے کھل کر اس کی راہ لیں۔ ہر کسی کی خواہش تھی کہ کسی روز وہ اس سے بات کرے۔ اپنا عجیب کھول دے۔ سرخ بیک کے اندر کیا ہے؟ اس کے خلاف جواب دے دے لیکن ایسا نہ ہو چکا اور دوا لڑکی سب کی ہتھی

دور رہی۔

”ایزا اہل! وہ آج آئی تھی۔“ کیٹی نے اسٹور کے اگلے حصے میں پہنچتے ہی خبر سنائی۔

”ہاں..... دیکھا تھا میں نے بھی اسے۔ وہ بیک والے روز سے مر رہی تھی۔“ ایزا اہل نے جوابا کہا۔

”کیا یہاں بھی اس نے ایسے ہی سر جھکا رکھا تھا؟“

”ہاں، بالکل، وہ آواز میں سوال کیا۔

”ہاں، بالکل، وہ آواز میں سوال کیا۔“

”ہاں، بالکل، وہ آواز میں سوال کیا۔“

”ہاں، بالکل، وہ آواز میں سوال کیا۔“

”ہاں، بالکل، وہ آواز میں سوال کیا۔“

”ہاں، بالکل، وہ آواز میں سوال کیا۔“

”ہاں، بالکل، وہ آواز میں سوال کیا۔“

”ہاں، بالکل، وہ آواز میں سوال کیا۔“

”ہاں، بالکل، وہ آواز میں سوال کیا۔“

”ہاں، بالکل، وہ آواز میں سوال کیا۔“

”ہاں، بالکل، وہ آواز میں سوال کیا۔“

”ہاں، بالکل، وہ آواز میں سوال کیا۔“

”بیعت کی طرح تیار ہے۔“ دوسری جانب سے ہنسی سی آواز میں کہا گیا۔

چند منٹ بعد وہ پراسرار لڑکی کا روپ دکھائی دیتی تھی۔

☆☆☆

”سبحان ربی! کیا تم ہیں۔“ کہانی نے کہا۔

”ہاں، اور ہاں بہت زیادہ۔“ ایزابل نے تیز برتی ہاں کی ہوندوں کو دیکھتے ہوئے کہا اور سراسر لڑکیوں کا کان سے لگاے اسٹور کے پچھلے حصے کی جانب بڑھ گئی۔

”جی آئی!“ ایزابل اپنی آئی کی ساتھ بات کر رہی تھی۔ اسی دوران کہانی بھی وہاں آگئی۔

”ایزابل! تمہیں تمہارے پیارے ہیں۔“ تمہیں فوراً ان کے پاس پہنچا ہے۔“ کہانی نے قریب آکر کہا۔ ایزابل نے جلدی سے سراسر لڑکیوں کی طرف بھاگتی ہوئی تمہارے پاس گئی۔

”دکس سے کہیں لڑکی تھی تم۔“ ایک بات کان کول کر سن رہی تھی، کام چار لوگ پسند نہیں۔ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز آؤ تو مجھے مجبوراً تمہیں باب سے نکالنا پڑے گا، تاہم، نہ؟“ تمہارے شادی شدہ حصے میں تھی۔

”سوری ہم اہل انصاف خیال لوگوں کی۔“ ایزابل نے فوراً انصاف کی اور ڈاکٹر کی جانب بڑھتی ہوئی تمہارے بڑبڑاتے ہوئے اسے گھورتی رہی۔

”لو اپنا سراسر لڑکیوں، تم جلدی میں اندر چھوڑاؤ گی تمہیں۔“ کہانی نے سرگوشی والے انداز میں بولتے ہوئے ایزابل کو سراسر لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا۔

ایزابل کا کام ختم کر کے جب دونوں اسٹاپ کی جانب جا رہی تھیں تو ایزابل نے فون کیا کہ کہانی کچھ خاموشی اور سوچتی رہی گئی ہے۔ وہ اس کی باتوں کا جواب بھی نہ دے سکتی تھی۔

”کیا سوچا تم آج چپ چپ کیوں ہو؟“ ایزابل نے سوال کیا۔

”ہاں، بس مھین ذرا زیادہ ہو گئی ہے۔ جلدی کو مہینہ کر آ کر اہل عاقل ہو گئی۔“ کہانی نے مھینے ایزابل کی طرف اشارہ کیا۔

”جواب دیا۔“

”تیار ہوئے۔“

”دکس، میں فوراً سوچا عاقل ہو گئی۔ آج میں شاید کلاس میں نہ اپنا کر دوں۔“ کہانی نے دونوں میں سوار ہو گئیں۔ کہانی مسلسل کچھ سوچ رہی تھی۔ جب

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

”میں نے آج سراسر لڑکیوں کو کچھ سوچ کر پڑی۔ اس کی

☆☆☆

میں سرد جب

تھا تے ہو۔

الحمد لله

三

حالات کے

ن کو وصلہ

3.

15 ط 1, 2,

•

”

۱۵۱۵۱۵ کے

تاریخ

من ایک بار آ

مرا تے ہو۔

رحمہ اللہ

عوا سے میر

میں کنز و رور

جنتے ہوئے کہہ

نے خط لکھا تھا۔

من جی ایک

مکرری

ایر کی جھوڑ

2

...

5

١٤-١٥

五

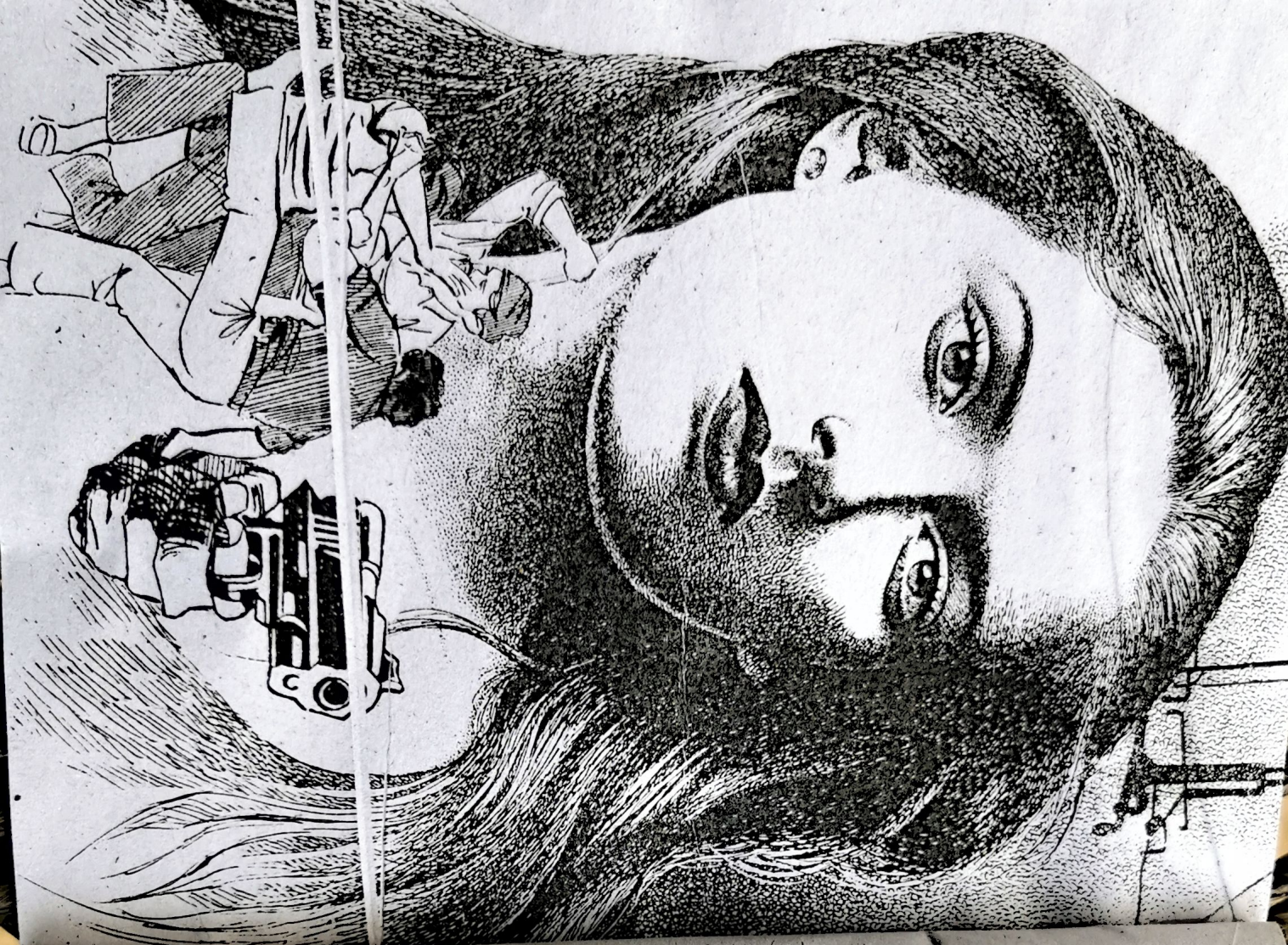
—•—

...

125-0

...

五



سہ ماہی

45

اسماء قادری

زندگی پیار کا گیت ہے مگر... صرف وہاں جہاں معاشرہ ناہمواریوں

کا شکار رہے ہو... جہاں انصاف اور توازن عقائد نہ ہوں اور بدقسمتی سے وہ جس معاشرے میں رہتا تھا وہاں ناانصافیوں کی تندوبیز آندھریوں نے اسے محض سر اپا انتقام بنا دیا تھا... ایک طرف فنونِ حرب و ضرب کے ماہر ہاتھوں نے اسے ناقابل شکست بنایا تو دوسری طرف ظالم و جبر کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے اس پُر عزم نوجوان کو حرف غلط کے مانند مٹائے جانے کے منصوبے بنائے جارہے تھے... اس کی زندگی جو انہیوں کا شکار... اندھیروں کے قریب اور روشنی سے دور تھی لیکن... بے خبری میں جنم لینے والے عشق کی بو اسے تیرگی میں بھی راستہ دکھا رہی تھی... رفتہ رفتہ وہ ایک ایسے طوفان کا روپ دھار گیا جس میں شعلوں کی لپک اور بجلی کی چمک تھی... اس کی بے قراریوں کو قورادینے کے لیے اس کا جنون، اس کا پیار اس کے ساتھ تھا... پھر وہ کیسے زمانے کی چیرہ دستیوں کے آگے ہار مان لیتا... اگرچہ تاریک عینکوت نے طاقت اور گھمنڈ کے نشے میں چور لوگوں پر پردہ ڈالا ہوا تھا لیکن وہ پروار کا توڑ کرتا حق و باطل کی ازلی جنگ یوں لڑتا رہا کہ وارداتِ قلب بھی اس کے فرض کی راہ میں حائل نہ ہو سکی...

۱ بچے حریفوں پر تھریں کرنا دل ہونے والے ایک سراپا نقاش جبران کی تحریر انگیز داستان

اب آیت زید واقعات ملا حظه فرمایئے

[illegible]

کیا ہے؟ وہ تو عرفان اللہ صاحب کا بہت غامض آدمی تھا پھر ایسا کیا ہوا کہ اس نے انہیں قتل کرنے کی کوشش کی؟ عرفان اللہ کی پیکر گیری کی حیثیت سے صوفیہ کو موجودہ حالات میں آگے آگے رہنا پڑا تھا۔ اس وقت بھی وہ اسپتال میں موجود تھی اور میچ یا کے سوالات کی زد و کشت تھی۔ ”بھئی، انہی واقعہ طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ میں جیتے رہے سے عرفان اللہ صاحب کے ساتھ ہوں، میں نے باڈل انڈین دیکھا۔ وہ کہاں غائب تھا، یہ عرفان اللہ صاحب کو بھی نہیں معلوم تھا۔ البتہ وہ اس کی طرف سے تشویش میں مبتلا تھے اور انہیں شک تھا کہ وہ کسی غیر قانونی سرگرمی میں ملوث ہو گیا ہے۔ اسی لیے ان سے گریزاں ہے اور ان کا سامنا نہیں کر رہا ہے۔“ وہ بہت میٹھاری سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ باڈل کا عرفان اللہ سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا کہ اس کی کسی غیر قانونی سرگرمی پکڑے جانے کی صورت میں عرفان اللہ کا کام بہت نام نہ ہو۔

”جب باڈل کے متعلق محکوم شبہات تھے تو اس کی عرفان اللہ صاحب کی رہائش گاہ پر آزادانہ آمد و رفت پر پابندی کیوں نہیں لگائی گئی تھی؟“ ایک دوسرے صحافی نے سخت اٹھایا۔

”باڈل کے مسلسل منظر سے غائب رہنے کی وجہ سے شاید عرفان اللہ صاحب نے ضرورت ہی محسوس نہ کی ہو۔ یہ میری ذاتی رائے ہے۔ حتیٰ جواب تو ہوش میں آنے کے بعد وہ خودی دے سکے تھے۔“ اس نے اپنا انداز بیان بدل دیا۔

”ڈاکٹر ازان کی حالت کے بارے میں کیا بتا رہے ہیں؟“ فوراً ہی پوچھا گیا۔

”کریچفل کنڈیشن ہے۔ ڈاکٹر ازان کی جان بچانے کے لیے پوری کوشش کر رہے ہیں۔ میری عوام سے پہلے بے کردہ بھی عرفان اللہ صاحب کے لیے دیا کریا۔ انہیں کچھ ہو گیا تو یہ ان کی پہلی سے بھی زیادہ عوام کا نقصان ہوگا۔ عوام ایک ایسے شخص سے محروم ہو جائیں گے جو دل و جان سے ان کی بہتری کے لیے کام کرنا چاہتا ہے۔“ اس نے جذباتی ہونے کی اتنی اچھی ادکارا کی کی کہ انھوں میں آنسو تک بھولائی۔

”یہ اس وقت تک کہ ایک سوال کرنے کے لیے چوکے تھے۔“ ”نی املال ان سے رابطہ نہیں کیا گیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ عرفان اللہ صاحب کے صاحبزادے سلطان صاحب کی اپنی کنڈیشن بہت خراب ہے اور وہ علاج کے

پولیس کی ایک گشتی گاڑی کو بھی نشانہ بنایا۔

اس بریکنگ نیوز کے بعد اس پھر بھی تبصرہ دل اور تجزیوں کا طور پر کر رہے کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ کسی کا خیال تھا کہ باڈل کا ذاتی توازن الٹ گیا تھا، کوئی اس کے خاتون سے مل جانے کا اندازہ لگا رہا تھا، کسی کا خیال تھا کہ کوئی بین الاقوامی سازش تھی جس کے ذریعے آپریشن کو ایک اہمیت سے بڑھ دین یا اس پلڈر سے محروم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ کوئی بتا رہا تھا کہ عرفان اللہ صاحب نے جب سے تعلیم اور محنت کے میدان میں بے لوث خدمات انجام دی ہیں تو وہ بھی مسلسل دھمکیوں کی زد میں تھے۔ کوئی صحیح کر رہی اور عرفان اللہ کی گیم پلان میں مل کے باہر ہونے والی فائرنگ کی خبر بھی سامنے لے آتا تھا اور ثابت کیا جا رہا تھا کہ عرفان اللہ کی جان و مال کو مزیدہ دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے عرفان اللہ نے جنہوں نے عرفان اللہ کو ان دھمکیوں کے سر ڈال دی تھی جنہوں نے عرفان اللہ کو توڑنے کے لیے ان کے گھر سے کھینچنے کی کوشش کی تھی۔ یہ کہنے کے لیے کہ ”خبر کی پوری تفصیلات لینے کے بعد اس نئے چریت سے تبصرہ کیا۔“

”شاید کسی وجہ سے پہلے ہو گیا ہے۔“ جادو نے جواب دیا۔

”ایک اچھی کتے کا شہر میں یوں آزادانہ گھومنا بہت خطرناک ہے۔“ ”تو جیسے کا نظارہ کر کے اس کو اندازہ نہ ہو گیا تھا کہ قاتل کی سی جتنی جاگتی ہے اور وہ اس لائق بھی نہیں کہ کیا بہتر پر اپنی مرضی سے حرکت ہی کر سکے۔“

”خفیت کیسے ہوتی ہیں۔“ ”میں اٹھتا کر نی پڑے گی کیونکہ تو نے بے کہ جس بھی اسے موقع ملا، وہ سب سے پہلے تیس کا گونہ دوڑے گا۔“ جادو نے اس سے اتفاق کیا۔ ”اکی وقت اس نئے فنون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کال کرنے والا وہی شخص تھا جسے اس نئے پتال سے فو کوکاپ ڈیٹ کرنے کی ذمہ داری سونپ دی گئی تھی۔“

”ہاں بیٹا بول۔“ اس نے بے قراری سے کال دے دی۔

”وہ اس نئے نشانہ..... وہ..... وہ اپنا دلی خیال.....“ ”یہ فی کثیت میں اس شخص کی زبان سے الفاظ بھی درست نہیں لگ رہے تھے۔ اس کو کادول بری طرح ڈوبے گا۔“ ”کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ باڈل کی اس حرکت کا سبب

تھی جس کے لیے نفرت کے سوا کوئی جذبہ محسوس ہی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

”اے بے کیا.....“ ایک نیوز چینل پر کلک کرتے ہی اس پر چلتی بریکنگ نیوز پراس کا ٹیکسٹ کا اعلان کیا۔ ”شعبہ سماجی رہنما اور سیاست دان عرفان اللہ صاحب پر ان کی رہائش گاہ پر قاتلانہ حملہ۔ عرفان اللہ صاحب کو گریبی اسپتال شفٹ کر دیا گیا ہے جہاں ان کی حالت ناگہان بتائی جا رہی ہے۔“ نیوز ایڈیٹر حسبِ قرینیت بھائی اندازہ میں خبر کو ترس رہی تھی۔ جادو بھی اس طرف ذرا سا جھک کر خبر لگنے لگا۔ کچھ دیر میں ان کے سامنے جو تفصیلات آئیں، ان کے مطابق عرفان اللہ رات کے سیکچر ہو گئے اور ان کے لیے جاسٹس ہاؤس کے لیے عرفان اللہ صاحب کو وہیں موجود تھی۔ پیکر گیری نے بتایا کہ عرفان اللہ صاحب سونے کے لیے اپنی خواب گاہ میں گئے ہی تھے کہ اس نے ان کے کمرے سے گولی چلنے کی آواز سنی۔ وہ دو ڈرکنز کی خواب گاہ کی طرف گئی تو دیکھا کہ ان کا باڈل ہائی غامض ملازم تھا۔ بدست دروازے سے باہر نکل رہا ہے اور اس کے پیچھے جادو تھا۔ وہ دو ڈرکرنگنگ ابھری باڈل کے جانے کے بعد خواب گاہ میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ عرفان اللہ صاحب خون میں لٹ پڑے ہیں۔ وہ فوری طور پر کئی کومد کے لیے بھی نہیں بلا سکی کہ وہاں شہید فائرنگ ہو رہی تھی۔ فائرنگ ریک اور پولیس اس کی تو قوت عرفان اللہ کو اسپتال منتقل کیا گیا جہاں خون کے زیادہ اخراج کی وجہ سے ان کی حالت ناگہان بتائی جا رہی تھی۔

خبر میں باڈل کے متعلق ٹھوس فیصلہ اور کچھ مرنے پر امور افرار کے بیانات کا بھی ذکر تھا۔ عرفان اللہ کی پہلی میں اس کے داخلے کے وقت کی سی ٹی وی فوٹیج دکھاتے ہوئے بتایا جا رہا تھا کہ باڈل عرفان اللہ صاحب سے غامض ملازم تھا جسے بہت زیادہ اختیار حاصل تھے اور اس کا دین رات کے کسی بھی حصے میں کوئی پر آزادانہ آتا جاتا تھا۔ کبھی وہ ضرورت کے مطابق اپنے ساتھیوں کو بھی ساتھ لاتا تھا اس کے

ساتھ ساتھ اس کا ایک آدمی کچھ مرنے پر امور افرار کے لیے رات سے.....“ ”یہ کوئی غیر معمولی بہن محسوس نہیں کیا۔“ ”مگر بڑا اندازہ تو وہ انہیں اس وقت ہوا جب اندر سے گولی چلنے کی آواز سنی کی اور وہ اپنے ساتھیوں سمیت فائرنگ کرتے ہوئے فرائی ہوئے۔ لگا اس موقع پر کچھ مرنے والوں نے انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن اس کے ساتھیوں نے پیچھے ہٹنے کا استعمال کر کے نہ صرف ان کی کوشش کو ناکام بنا دیا بلکہ موقع پر چپختے والی

”یہ ان کی کوشش کو ناکام بنا دیا بلکہ موقع پر چپختے والی

”پیشانی نہ ہوا اور نہ ہی وہاں سے ہمارے کسی کوشش کر۔ بس کچھ بیٹھا۔“ ”اگر کوئی تم دونوں تک پہنچ جائے تو اس سے بھی کوئی شک نہیں لگے گا ہے۔ بس چھپ چاہ کر قاتل دے دینا اور پول دینا کہ ساڈا بھائی نے نگران پر بھجایا ہوا تھا۔“ ”اس نئے چریت سے دھمکیوں کے لیے اسے سمجھا لگا۔“

”جب تک کوئی کہ بات سمجھ نہ سکی تو اسے مسلسل منقطع کر دیا اور اسپتال میں موجود ایک ساتھی کو کال کر کے اس سے صورتحال معلوم کرنے لگا۔“ ”آپ پریشان نہیں ہیں جہاں اپنا ڈالا۔ ڈاکٹر صاف قتل نہیں دے رہے ہیں، بس بڑی مقدار میں خون کا انتظام کرنے کا ہوا ہے۔ اپنا ڈالا خون دے رہا ہے اور ڈاکٹر کے ہونے خون کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔“ ”کال سے فارغ ہو کر اس نے سوتے ہوئے چہرے کے ساتھ جادو کو کبھی صورت حال سے آگاہ کیا۔“ ”اللہ نے چاہا تو سب اچھا ہوگا۔ بس تم حوصلہ پکڑے ہو۔“ جادو نے اس کی ہمت بڑھا دی۔

”پتہ تو اس کی کیا رہا ہے؟ کسی کام کے ہیں نہیں اور خفا میں بھی گھرائی پر رہی ہے۔“ اس نے ایک بار پھر کچھ بھلا کر دکھایا۔

”آج رات تو رہنے دو، کل حالات دیکھ کر چھوڑ دینا۔“ ”ان کا ذاتی کردار جو بھی ہو، ہماری ان سے کوئی لڑائی نہیں۔“ جادو نے اسے بھجایا تو وہ بھی اندازہ میں ہل گئے۔

”میرے خیال میں نیوز لگا کر دیکھتے ہیں۔ کچھ پتا تو چلے کہ جو کچھ ہوا ہے، اس کی ٹی وی پر کوئی خبر آئی ہے یا نہیں۔ ہم جب وہاں سے نکلے تو پتہ چلتا تو جی جی ہاں۔“

”ضرور دیکھو، حالات سے باخبر رہنا بھی ضروری ہے۔“ جادو نے اس کی تائید کی۔ اس کو کادول ہوتا اس کے لیے غامض سا پیش تھا۔

”صبح کے قریب کچھ لوگ ایک کافے میں باڈی بوشیہ
رہی حالت میں اچٹال کے باہر بیٹھ گئے تھے۔ اس کی
حالت بہت خراب تھی لیکن یہاں اسے طبی امداد دینے کے
بجائے منہ بیلے کی کارروائی کی باتیں ہو رہی تھیں۔ مجھے لگا کہ
پولیس کے آنے اور کوئی کارروائی ہونے تک وہ جرح میں
اس لیے مداخلت نہ کرنا چاہتی۔ اس وقت وہ اپنا پتہ بتا رہی
تھی اور میں نے اس حال پر تشویش کو مختصر کر دیا کہ اس کی
یہاں موجودگی کی جرح کی صورت ایک ہی تھی۔“

”کی ضرورت تھی اس کو کچھ نہ کہنا؟“
باہر پرک پر اپنا پاؤں گڑ گڑا کر کہنے کی موت مہربان۔“
کو باڈی بوشیہ جانتا ہوں نہیں آیا اس لیے اس کے نام کے
ساتھ ایک بڑی سی گالی تھیک کر اپنے غصے کا اظہار کیا۔
”یہ بوشیہ کی خواہش ہے امیر! ہم سب جانتے
ہیں کہ بوشیہ نے اس کے لیے کیا سزا تجویز کی تھی اور مجھے لگا
ہے اس کی خواہش کی تعمیل کے لیے ہی قدرت باڈی بوشیہ کو
گما کر یہاں لائی ہے۔“

”سچین“ امیر نے اب کب کوئی اعتراض نہ کرنا چاہا
مگر لالہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے کچھ بھی کہنے سے روک دیا۔
”معاذ حق! کہہ رہا ہے امیر! باڈی نے بے شک ہم
سب کو نقصان پہنچایا ہے لیکن جو نقصان اس نے بوشیہ کا کیا
ہے وہ سب سے زیادہ ہے اس لیے بوشیہ ہی اس کے
لیے سزا تجویز کرنے کا سب سے زیادہ حق تھی ہے۔“

”حقیک ہے لالہ!“ امیر نے فوراً ہتھیار ڈال دیے
پھر معاذ کی طرف رخ کر کے پوچھا۔
”اب کسی بے بوشیہ کی بی؟“
”الہم شہدا! بہتر ہے۔ ڈاکٹرز نے امید دلانی ہے کہ
جلدی کی ٹیکہ کر جائے گی۔“

”یہ باڈی اتنا زخمی کیسے ہوا؟ امیر جہاں تم لوگوں نے
جھاپا مارا تھا وہاں تو شوک ٹھاک بچا تھا۔“ جب تک
دلی کی پریٹانی تھی، سب اسی میں اٹھے ہوئے تھے اس لیے
حالات اور خبروں کا کچھ علم ہی نہیں تھا۔ اب دماغ کچھ سوچنے
کھینے کے لائق تھا تو زبان پر سوالات ہی آ رہے تھے۔
”خبروں سے پتا چلا ہے کہ باڈی نے عرفان اللہ کے
گھر میں قتل کر اس پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ خبروں میں اس
سلسلے میں تفصیل تو کوئی نہیں تھی لیکن مجھے لگا ہے کہ وہ وہاں
سے فرار ہوتے ہوئے سیکورٹی والوں کے ہاتھوں زخمی ہوا
ہوگا اور اس کے ہاتھ اپنی جان چھڑانے کے لیے اسے
یہاں بھیج دیا گئے ہیں۔“ امیر نے لالہ کے سوال کا جواب

اس..... باڈی کی موت میں۔ دلی پوری طرح بوشیہ میں
آئے تو باڈی کو اس کے سامنے ہونا چاہیے تاہم وہ اسے اپنی
من پسند سزا دے سکے۔ ”الہم شہدا! گالیوں کے استعمال کی
عارضت نہیں تھی لیکن اس وقت اس نے باڈی کو ایک موتی سی
گالی دی تھی۔“

”آپ بے گھر ہو لالہ! میں اس کے گلے میں ری
ڈال کر پھینچتا ہوں لالہ! گا اپنے لالہ کے سامنے۔“ لالہ
کے الفاظ ایک طرح سے اس کے لیے معافی کا اعلان تھے
اس لیے فوراً زانیہ پر جوش ہو گیا۔

”ایسا کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ معاذ جو
کچھ پر قتل کی زندگی بچنے کی خوشخبری سن کر پیدا ہونے
والے جذباتی بھجان سے گزر چکا تھا اور اب اسے اپنی
آنکھوں سے آنی کی پویش دیکھ کر آہستہ اندر داخل ہوتے
ہوئے امیر کا جملہ سن کر بولا۔

”کیا مطلب..... کیا کہنا چاہتے ہو تم؟“ لالہ نے
اس سے حیرت سے پوچھا۔ امیر کی اچھی نظروں میں بھی یہی
سوال تھا۔

”باڈی کو ڈھونڈنے کے لیے کہیں بھی جانے کی
ضرورت نہیں ہے۔ وہ ہمیں اسی اسپتال میں موجود ہے۔“
معاذ کا اکتشاف چمکا دینے والا تھا۔ امیر تو فوراً ہی ہموار کر
گھڑا ہوا تھا۔

”کہاں ہے وہ..... کی اولاد۔ امین اس کے چچوتھے
اداکار رکھ دے گا۔“

”سکون سے بیٹھ جاؤ۔ ابھی تم اسے کچھ بھی نہیں
کر سکتے۔“ معاذ نے جھل سے اسے ٹوکا۔

”کیوں نہیں کر سکتا؟ اگر یہ اسپتال ہے تو ہوا
کرے۔ تو تو اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گا۔“
امیر اپنی جذباتی کیفیت میں اس کے اندر آ کر کھینچنے سے قاصر
تھا لیکن لالہ کی تجویز کارہیوں نے اس کے چہرے کا غیر
معمولی پتہ حسوں کر لیا اور امیر کو ڈنڈا۔

”تم تھوڑی دیر پہنچو امیر اور مجھے وہ سننے دو جو
معاذ بتانا چاہتا ہے۔“ اس کا حکم سن کر امیر فوراً ایک کمر
”ہاں ہوں، خبر دو اور اپنا بات ہے؟ تمہارے چہرے
سے تو لگا ہے کہ کوئی غامض خبر ہے تمہارے پاس۔“

”جی، غامض ہی خبر ہے جو میں پہلے ہی آپ کو سناتا
چاہتا تھا لیکن پھر دلی کے سلسلے میں خوشخبری سن کر اتنا جذباتی
ہو گیا کہ دلی طور پر بات ذہن سے نکلی تھی۔“
”کوئی بات نہیں، اب بتاؤ۔“ لالہ نے ملالت سے کہا۔

پہلے ہی اس کے ہفتے کر رہے گئے تھے۔

☆☆☆

”امین کو مصافحہ کرو لالہ! امین سے غلطی ہو گیا۔ امین
شرمندہ ہے کہ اپنے ہونے کو لے سالی اپنے لالہ لے سکے۔ لیکن
کیسے؟“ امیر کی گانے سے بچنے والوں پر بے پناہ رعب
تھا، اس وقت کسی نئے سے بچنے والوں پر بے پناہ رعب
لالہ کے قدروں میں بیٹھا ہوا تھا اور اس سے معافی مانگ رہا
تھا۔ خون کی کی کے باعث قدرے زبرد چڑھنے والے لالہ
کی آنکھوں میں بھی آنسوؤں کی ہلکی سی نمی تھی لیکن لب
سکرا رہے تھے۔ کہوں نہ سکراتے، ایک ایسے وقت میں
جب اس کی سانسیں دلی جاتی تھیں اور دل ہم کمر دھونے
تھا، اسے خوشخبری دی گئی تھی کہ دلی کی حالت اب غصے
سے باہر ہے۔ اگرچہ وہ اب بھی بوشیہ میں نہیں تھا اور اسے
آگے ہی بوشیہ میں رکھا گیا تھا لیکن اس کا آپریشن کامیاب
ہو گیا تھا۔ ڈاکٹرز کے مطابق وہ پھر جلد ہی زبرد ہوا
تھا۔ پشت پر گتے والی کوئی اگرچہ سختی پتھر پر یہ قاعدہ طے
کر لیتا تو دل کو تھک نہ پالتا کسی کے کچھ کرنے کی

نوبت ہی نہ آتی۔ اب بھی اس گولی نے غامض خراب کیا
تھا اور جی ریان خون کی شدت کے باعث دلی نے موت کی
سرحدیں چھو بیٹھی تھی۔ ایسے میں اگر لالہ سے خون نہ نہتا
تو اس کی دلی نہ ملتی نہیں تھی۔

”یقیناً لالہ اگر کچھ نہیں تو اپنا پتہ بتا دے کہ بوشیہ
جانے کی اطلاع نہ دیتا تو اپنا پتہ بتا دے کہ بوشیہ
تمہارے سامنے ہی نہیں آتا۔ امین کو دلی پر ختم کر لیتا خود
کو۔“ امیر نے لہجے میں لپٹی چٹائی تھی جس نے سیدھا حالہ
کے دل پر اثر کیا اور اس نے امیر کے شامے پر چٹائی دیے
ہوئے نرمی سے کہا۔

”چل اب بس کر۔“ حق کیا ہے تیرا دلی جاتی اور یہ
انکی خوشی ہے کہ میں تیری کوتاہی تو کیا، ساتھی خیرات
معاف کرو دو۔“

”میرا کمال کے جوئے بڑا کر بھی نہیں لیتے تو
میں انہی نہ کرتا۔“ امیر اب بھی بے حد جذباتی ہو رہا تھا۔
”تو نہیں جانتا امیر! وہ طوطا ہے جس میں میری
جان بند ہے۔ اسے کچھ ہو جاتا تو وہ دن قیامت کا ہوتا۔“
لالہ کی آنکھوں میں ایک لمبے لیے آتشیں لہریں ٹپکن لگیں
پھر ان کی جگہ نرمی نے لے لی اور حلاوت سے بولا۔

”اب یہاں بیٹھ کر وقت برباد نہ کر اور سب سے پہلے
تو اس خوشی میں غرق ہوں میں صدقہ خیرات تقسیم کر چھو لگا جا

کمال میں چر نہ والے بھیرے کی حقیقت کیا ہے۔“ وہ جو
کچھ کہہ رہی تھی اس سے ظاہر ہو گیا کہ کچھ بڑے بچکے کے گلے
سوالات ایک بار پھر لوگوں کے ذہنوں میں جاگ گئے تھے۔
”مجھے تو تم ہی اسی سازشی کو لے کر حاضر تھی ہو جو

بحال میں عرفان اللہ صاحب راہ دکھانا چاہتا ہے۔ عوام
کو چاہیے کہ تم جیسے سازشیوں کے پیچھے سے اڑا کر رکھ
دے۔“ مومنی کا نہایت نفرت سے دیا گیا یہ جواب ٹھن
ایک بات نہیں تھی، یہ ایک اشارہ تھا جسے میں اس کی خواہش
کے مطابق موصول کیا اور اپنا اسپتال میں جمع ہوا جسے والے
عرفان اللہ کے حامیوں نے یکدم ہی اشتعال اختیار فرما
بازی کے ساتھ ساتھ گاؤں کو گھونچ کر سلسلہ شروع کر دیا۔ ان
کے پیروں سے جارحانہ تھے لگتا تھا کہ جوڑ پہل پہل پڑیں گے۔
اس موقع پر اگر اسپتال کا سیکورٹی پر امور عمل اور پولیس
والے حرکت میں نہ آتے تو تاحیہ جوری بالکل خیر نہیں تھی۔ اسے
مشکل سے جرم سے نکالا گیا اور فوراً ہی والوں سے روانہ کر دیا
گیا۔ اس سارے ہنگامے سے گزر کر مومنی کو بھی بہت مشکل
سے موقع ملا کہ کسی جگہ سکون سے بیٹھ سکے۔ سکون کا یہ وقفہ
نہایت مختصر ثابت ہوا اور اگلے والے ایک پچاس منے بے

چھین کر دیا۔ پچاس قاتل۔
”عرفان اللہ سے فوری دودھ کر خود کو کو انڈر کر ڈیوڈ
کرلو۔ کہیں پھر چکا ہے اور جوئے کھلاڑی میدان میں اتر
آئے ہیں ہمیں خود کو گول سے بچانا ہے۔“

پچاس میں سے پانچ نہیں تھا کیا ہوا ہے۔ لیکن یہ صاف
ظاہر تھا کہ اسے کیا کرتا ہے۔ اس نے فوراً ہی اپنی جگہ چھوڑ
دلی اور باہر آ کر ایک سینٹر پارٹی وار کر سے بولی۔
”آپ یہاں کے معاملات پر نظر نہیں تھیں تو لیں
صاحب! میں فریش ہونے کچھ دیر کے لیے گھر جا رہی
ہوں۔ جلد واپس آ جاؤ گی۔“ اپنی بات کہہ کر دور کے پیچھے
تیزی سے غائب ہوتے کی طرف بڑھ گئی۔ پوچھت چٹائی تھی
اور صبح کی فرحت بخش ہوا اس کے چہرے سے گمراہی تھی۔

وہ تیزی سے پارک میں گھس کر اپنی گاڑی کی طرف پڑھی۔
اور لالہ کو مل کر ڈانڈا دینے سے پہلے نہ بھلائی۔ گاڑی کی اشارت
کر کے گاڑی سے چٹائی ہوئی ہو کر پھر لالہ کی تھی کہ لو ہے کا
گڑس کر دس پر محسوس ہوا اور اس گس سے بھی زیادہ درد
لیجے میں گھر گیا۔

”گاڑی چاہی تو کی لیکن منزل کا تعین میں کر دوں گا۔
میری ہدایات کے خلاف جانے کی غلطی تو نہیں کرنا۔“
صوفیہ نے کسی سے ہونف کاٹ کر کہہ دی۔ پرواز سے

دے رہے ہیں؟“ اس نے سنبھالا۔

”تعلیق مجرمانہ کارروائیاں کے ساتھ ہمارے

ایک شخصیت کے ساتھ جا کر جڑ رہے ہوں تو بغاوتوں ہی

جاتی ہے۔ ایک فوجی افسار ہوں میں ہونے والی میڈیکل

اور عرفان اللہ کی فحش ملاقات، یہ ذاتی باؤنڈس انہیں سے

درافیت ہونے والا اکلہ، باڈل پر حملے میں موت گرفتار

شہدگان اور کچھ مزید ٹوٹ ہیں ہمارے پاس لیکن ان

سارے بیڑوں پر ہماری ٹوٹ میڈیکل راولپنڈی کی اپنی ٹٹی کا

جان بولا۔ تمہارے خیال میں سونیا کے بیان کے بعد کوئی

مجبوز باقی رہ جائے گی؟“

صوفیہ کو گھٹے والا یہ چھکا پہلے جھکے سے بھی زیادہ

زوردار تھا۔ ایک لمبا کے لیے اس کی ہونٹیں بند ہوئی پھر منہ

کربولی۔

”آپ شایہ داراب خان کی بیوی سونیا خان کی بات

کر رہے ہیں لیکن وہ تو میڈیکل راولپنڈی کی بیٹی ہیں۔ تمہارا

بہت کاروبار تعلق ہے لیکن بیٹی..... بیٹی کہاں سے ہوگی

وہ؟ داراب خان اسے افغانستان سے شادی کر کے لایا تھا۔“

”میں کاغذات پر بتاتی ہوں حلی خاصیت کی نہیں، حقیقی

خاصیت کی بات کر رہا ہوں۔ بی بی..... اسراف ایک ڈی این

اسے شہید ثابت کر دے گا کہ وہ وہاں ماں بیٹی ہیں۔“

”ثابت کر کے بھی کیا حاصل کرو گے تم لوگ؟ میڈیک

تو تمہارے ہاتھ سے گل بھی ہیں اور اتنی تمہاری اوقات

نہیں کہ کسی انٹرنیشنل فورم پر کھڑے ہو کر اس معاملے میں

اجتہاد کر سکو۔ سوچو اگر جے اینڈ جے نے تمہارے ملک

سے اپنا کاروبار سیٹ کیا تو کیا کرو گے تم لوگ؟ تمہاری پہلے

سے تباہ شدہ معیشت کے لیے بہت بڑا جھٹکا ہوگا جسے سہنا

بہت مشکل ہوگا تمہارے لیے۔“ اس کا لہجہ کدیم ہی ہے۔

جارجا ہو گیا۔

”معدودہ۔“

تہ سہادی کی بات سے انکار نہیں۔ ساقی پر حالی کو

بھی قبول کرتا لیکن اس سب کے باوجود ہم اتنی باتیں

نہیں کر سکتے ہیں اور تمہارے آقاؤں کو بھی چھٹی مل جائے۔ تم

لوگوں کا دامن سب کا منہ تو جڑا ہوا مرد ہو جائے گا۔“

”یوٹس سی۔“ اس نے بے پروائی سے شانے جھکے۔

”اپنے اس رویے کا اظہار کر کے تم نے بالواسطہ تسلیم

کر لیا ہے کہ تم لوگ بڑے بڑے الزامات درست ہیں۔“

”اگر میں تسلیم نہ کروں تو بھی کون سا تم اپنے لگے

لئے الزامات، دلائل لے لو گے۔“

”یہ تو تم نے شک کیا۔ جب تک کوئی معاملہ تحقیق کی

جائے۔“

شہدہ زور

دہری شہیت کا قاتلہ اٹھاتے ہوئے کتنی بار اسرارین

پا پتھر پر اسرارین کی۔“

”اسرارین جاکو کوئی جرم نہیں۔ وہاں ان کے ریلغیر

رہتے ہیں اور وہ ان سے ملنے والی جاتی تھیں۔“ بھانر اس

کا لہجہ اب بھی مضبوط تھا۔

”لیکن ہمارے پاس اس کے چار دیوے راپوں کے

شواہد ہیں جو ہمارے ملکی مفادات کے لیے سوائے نشان کی

حیثیت رکھتے ہیں۔“

”بکواس۔“ اس نے شدت سے جھٹلایا پھر کچلے کچلے

کرتے ہوئے بولی۔ ”اگر اس الزام میں حقیقت بھی ہو تو

اس کے لیے آپ مجھ سے جواب ملے گی نہیں کر سکتے۔ فاطمہ

حسین اپنے ہر عمل کے لیے خود جوابدہ تھیں۔ آپ ان کی قبر

پر جائیں اور پوچھ لیں جو پوچھا ہے۔“

”تیر پر جا کر سوال کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اس فرد

سے سوال کریں جسے وہ دراشت میں اپنا مذہب اور مشن،

دنیوی سوچ کر گئی ہے۔“ دوری طرف کا موقف بہت

دراخ تھا۔

”یہ بنیادنا ازراش ہے۔“ اس نے احتجاج کیا۔

”بے بنیاد کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر تمہیں ایسا ملتا ہے تو

ہم جے اینڈ جے میں تمہاری ملازمت سے بات شروع

کرتے ہیں۔“

”دلیاں جا بک کر کون سا جرم ہے؟ درجنوں پاکستانی

لوگیاں اس ہفتی میں کام کرتی ہیں۔“

”لیکن ان میں سے کوئی بھی راولپنڈی شمعون عرف

میڈیکل کی رائلٹ پیٹنٹ نہیں ہے جس کے ذریعے ایک

پاکستانی سیاست دان کو گھیر کر اسرارین کے مفادات استعمال

کرنے کی منصوبہ بندی کی گئی ہو۔“ وہ زور مضبوط سے

”یہ سب محض کہانیاں ہیں جن کا تمہارے پاس کوئی

ثبوت نہیں ہے۔“ اس نے شانے جھکے۔

”اگر یہ محض کہانیاں ہیں تو راولپنڈی عرف میڈیک

ایکس راولپنڈی رائلٹ ملک سے فراہم ہو گئی ہوگی۔“ یہ ایک

الٹی اسٹوری تھی جس سے صوفیہ کو بڑی طرح چھٹکا دیا۔

”میں بالکل شک کا کہہ رہا ہوں۔ تمہاری پاس رات

کے آخری ہر میاں سے دہائی روات ہو گئی تھی اور ہماری

اطلاعات کے مطابق اس وقت وہ نیو پارک جانے والی ایک

فلائٹ میں موجود تھی۔“

”ایک بڑی کمپنی کی سی ای او کے اس طرح کے سفر

معمول کا حصہ ہوتے ہیں۔ آپ کس بنیاد پر اسے فراہم قرار

دیتے ہوئے ہوئے ہیں۔“

سببسن ڈائجسٹ 65 نومبر 2023

کرتے ہوئے طاہر کے کال ریسٹورنر نے پتھر پکڑا اور اسے

اتفاق تھا کہ اس وقت اس کے سامنے وہ بیڈ پکچر آپ کیا

جس میں طاہر، صوفیہ سے باڈل کے حوالے سے سوالات

کر رہا تھا۔ عرفان اللہ کے اندھے عقیدت مند بے شک ان

سوالات کا برا ماننے لگتے ان میں سے ہر ایک نے ان

سوالات کے پیچھے چھپے کچھ کوسوں کیا اور انہوں نے تسلیم

کر لیا کہ باڈل کی نفسیاتی اور بنیادی الجھنوں نے عرفان اللہ

کی خود فریبی سے بڑوں میں اس سے یہ انتہائی قدم اٹھایا تھا

اور نتیجے میں وہ خود ہی برے حالوں میں اسپتال میں موجود

تھا لیکن کتنی کے چند ہی لوگوں کو یہ حقیقت معلوم تھی اور ہر

طرف ایک ہی سوال گونج رہا تھا۔

”باڈل کہاں ہے؟“

☆☆☆☆

”صوفیہ ابابہ۔“

”میں صوفیہ زاہد..... ڈائراٹ شفٹ زاہد حسین،

جسے اس طرح غیر قانونی طور پر میاں لانا آپ کو بہت پرہیز

پڑے گا۔“ صوفیہ نے اپنے سامنے بیٹھے کنپٹیوں سے سفید

بالوں والے ٹمچے کو اٹھایا تھا، سے دیکھا۔

”ہا۔“ وہ بیٹھے کوئی لطیفہ نہ کر سکتا تھا پھر کہیں

کو میر پر چکا کر دیا سارے کی جانب گھٹے ہوئے بولا۔

”ہماری اس غیر قانونی حرکت کو ایسا قانونی تحفظ

حاصل ہے میڈیکل تمہارے قانون کی ساری قانونی فرخ

ہو جائے گی اور وہ مادی دعوں کو نہیں پہنچ سکے گا۔“

”یعنی میں کسی خفیہ ایجنسی کی تحویل میں ہوں، لیکن

کیوں؟“ وہ اب بھی متشابہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

بات کر رہی تھی۔

”اس لیے کہ صرف ڈائراٹ زاہد حسین نہیں ہوتا،

ڈائراٹ سائنٹیفک آؤٹریچ بھی ہو۔“ ایک ایک لفظ پر زور دیتے

ہوئے جواب دیا گیا۔

”سوالات.....“ بیٹھے بیٹھے ڈیڑھ سے شادی کر کے وہ

سائنٹیفک آؤٹریچ نہیں ہی تھیں، فاطمہ حسین ہو گئی تھیں۔“

”بھانر۔ بہت غلط ہے۔ لیکن اس کی بات کاٹی گئی۔

”آپ اس طرح کی کوئی کچھ کرنے کا حق نہیں رکھتے۔“

اس نے بیٹش کا مظاہرہ کیا لیکن وہ خود بخود بھی کسی کراس کاہر

بیٹش خاص اداکاری سے اپنا حقیقی مدہ بخش چکی ہے۔

”ہم ہی تو یہ حق رکھتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس

تمہاری ان مکمل اعمال نامہ موجود ہے۔“ اچانک وہیں کہ

اس نے کتنی بار پاکستان سے امریکا کا سفر کیا اور پھر اپنی

سببسن ڈائجسٹ 64 نومبر 2023

معجزہ پش کیا۔

”عرفان اللہ پر قاتلانہ حملہ.....“ فاطمہ کا یہ معاش یا

ابھی زندہ ہے؟“ لاکھوں گزرنے کے بعد ان کی۔ معاذ کے لیے

بھی یہ ایک انکشاف ہی تھا۔

”میں کی کی خبریں کر اسپتال کے لیے نکلا، اس وقت

تک تو زندہ تھا لیکن خبروں میں بتا رہے تھے کہ اس کی

حالت نازک ہے۔ میں ابھی چیک کرتا ہوں۔“ امیر نے

جلدی سے اپنا موبائل آن کیا۔ اتنی دیر میں معاذ بھی یہ کام

کر چکا تھا۔

”مشہور و معروف سیاست دان اور سماجی کارکن

عرفان اللہ صاحب جو گزشتہ قاتلانہ حملے کے بعد شدید

زخمی حالت میں اسپتال لائے گئے تھے، زخموں کی تاب نہ

لاہے ہوئے دم توڑ گئے ہیں۔ اسپتال انتظامیہ نے ان کی

موت کی تصدیق کر دی ہے اور خبر جاری ہوتے ہی اسپتال

میں ان کے کارکنوں اور چاہنے والوں کا رش لگ گیا ہے۔

ہم ایک بار پھر آپ کو بتاتے ہیں کہ.....“ نیرنگیہ حسرت

معمول خبر سنانے کے بعد ایک بار پھر اسے دہرائی گئی۔

اسکین پر اسپتال کے مناظر اور گزشتہ چل رہے تھے۔

کچھ لوگ زور دھوا رہے تھے، کچھ فخر سے بازوئی کر رہے

تھے اور کہیں کہیں احتجاج کے نام پر ہنگامہ آرائی بھی کی

جاری تھی۔

”دش کم جواں پاک۔“ مہاشوقی القاب نہیں تھا کہ

کسی کی موت کی خوشی کا اظہار کرتا لیکن عرفان اللہ جیسے حکم

مناشی اور وطن دشمن کی موت کی خبر نے اسے سکون دیا تھا

جس کا اظہار زبان سے بھی ہو گیا تھا۔

”یہ تو کوئی بہت ہی عجیب واقعوں ہے۔“

”نہیں، اتنا بھی عجیب نہیں۔ اندر ہی اندر کچھ تو چل

رہا تھا۔ شاید آپس میں ہی ٹھن گئی تھی۔ باڈل کا یزدانی

باؤنڈس اسکیم سے فراہم عرفان اللہ کی مل کے باہر ہونے والا

حملہ اور پھر جانے سے ساتھ ساتھ دوسری پامی کا باڈل کے

خفا نے پر پڑتا رہا ہے کہ اندرون خانہ کا ٹیڑھی۔“

”آپ طاہر، چیک پوچھ لانا آج کل وہ قاتل

اللہ کی نظر میں گزرتا ہوا تھا۔ اسے مزور ہو کر کچھ معلوم

ہوگا۔“ امیر نے مشورہ دیا جسے صاحب محسوس کرتے ہوئے

لالہ نے فوراً ہی طاہر سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس

کی طرف سے کال ریسٹورنر نہ گئی۔

”وہ مصروف ہوگا۔ صحافی تو ایسے مواقع پر بہت

زیادہ اکٹرا ہو جاتے ہیں۔“ معاذ نے اسکرین اکڑا دی

سببسن ڈائجسٹ 64 نومبر 2023

بوز سے جا بکرائی۔ اس نے بوز سے کہا ہے کہ اس بات کا احترام کیا تھا کہ وہ پشٹ کے محل اس سے گھرے اور اس کے ہاتھ میں موجود لوہے کی پتھریاں تھکے تاروں کو چھو جائیں۔ بوز کی کمبند کی وجہ سے وہ اپنی کوشش میں کامیاب رہی۔ اس کا گھر ان اس کی طرف تھیں بلکہ پھر ہمارا کامیاب رہا۔ کیا بوز سے بچ کر کچھ بولا۔ شاید اس نے بڑا دم سے کے آخری سرے پر موجود اپنے ساتھیوں کو برقی رو متعلق کرنے کے سلسلے میں مہارت دی تھی لیکن کل سکندر بخت دیکھتے تھے کچھ بھی کرنے کے لیے اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ صوفیہ نے اپنے تربیت یافتہ ایجنٹ ہونے کا ثبوت دے دیا تھا۔ وہ ان تک آتے ہوئے اپنی جان لینے کا مقام اور طریقہ طے کر کے آئی تھی اور انہیں اعتراف تھا کہ اسے یہ موقع ان کے لوگوں کے احساں برتری نے فراہم کیا تھا۔ انہوں نے صوفیہ کے کمرٹ ایجنٹ ہونے سے زیادہ اس کے عورت ہونے کو داغ میں رکھا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اس کی آنکھوں پر ہڈی باندھ کر ان تک لالتے۔

☆☆☆

”کیسی بویشر کی؟“ معاذ نے ستر پر دروازہ بٹری کے اٹھنے اٹھنے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس سے زنی سے دریافت کیا۔ ڈاکٹر نے اسے محل طور پر فخر سے باہر قرار دینے کے باوجود بہت قوی دیر کے لیے ملاقات کی اجازت دی تھی کہ فی الحال وہ بہت کمزور ہو چکی تھی اور ریکور کرنے کے لیے اسے علاج کے ساتھ ساتھ بھرپور آرام کی بھی ضرورت تھی۔

”ذہنت ہوں نا اس لیے ایک باہر مرنے سے بچاؤ کی ہوں۔“ بویشر نے ہونٹوں پر پابیت بھرتی کر لیا۔

”بھش.....! لکھی فضول باتیں مت کرو۔ مریں تمہارے دھن۔“ معاذ نے اسے ٹوکا۔

”دھن کا مرنا بھی تو مجھے ہی قبول نہیں تھا نا اس لیے اس کے بے کس ہو جانے کے باوجود مجھے اس کی موت کا پروا نہ جانی نہ کرنے دیا۔“ وہ شاید بڑا ذکاوت مند رہنے کے اپنے فیصلے پر پختہ رہی تھی۔

”تم نے بالکل شیک کیا تھا۔ وہ شخص اس لائق تھا بھی نہیں کہ اسے آسان موت دی جاتی۔“

”لیکن اس کے بچنے سے کئی لوگ موت کے منہ میں بھی تو چلے گئے۔ مجھے یاد ہے وہاں اس کے شوکا نے پرے

تھا نا فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہاں مجھے والے تم لوگ ہی تھے نا؟“ اس کے لہجے میں گہرا اضطراب تھا۔

سینس ڈائجسٹ 67 نومبر 2023ء

بڑا تر تھی۔ اس انہیں نے ہی انہیں لپ ٹاپ کی ٹیچ اسکرین پر اگلیں کو حرکت دینے پر مجبور کیا۔ اسکرین پر سیکورٹی خیرات کا رزلٹ شو ہونے لگا۔ انہوں نے اپنے کمرے سے باہر اس برآمدہ کو کس کیا جس سے گزارش کر اسے سچا سامنے لے جایا تھا۔

وہ بہت خاموشی سے سر اٹھائے برآمدہ سے کمرہ کی تھی۔ اسے لے جانے والا شخص اس سے دو قدم پیچھے اس پر کھنٹا تاں پورے طرح ہوشیار اور چوکنا تھا۔ برآمدہ میں دو جگہ سیکورٹی بالکا لکھتیاں تھیں۔ ایک میں ان کے کمرے کے باہر اور دوسرے برآمدہ کے انتظام پر ایک جگہ جہاں سے بیڑیاں نیچے جاتی تھیں۔ صوفیہ کو اس طویل برآمدہ کے انتظام تک نہیں جانا تھا۔ اسے ان کے کمرے سے تین کمرے چھوڑ کر چوتھے کمرے میں لے جایا جاتا تھا۔ اس وقت دوسرے کمرے کے سامنے سے گزر رہی تھی اور بالکل ہر سکون تھی۔ وہ اس پر نظر نہ کرے اس کے حرکت کرنے کے بعد وہ کمرہ دیکھتے رہے۔ دوسرے کمرے کے سامنے والے برآمدہ کا حصہ پار کرتے ہی انہیں اس کے جسم میں غیظ سا تازہ کمزوری ہوا اور چال میں بھی ہلکی سی تبدیلی محسوس ہوئی۔ وہ بے ساختہ ہی اپنی جگہ سے کمرے سے ہٹ گئی لیکن انہیں سمجھنے میں معمولی سی تاخیر ہو چکی تھی۔ تیسرے کمرے کے دروازے کے تین سامنے وہ ستون موجود تھا جس کی مرمت کا جاری کام آج موجودہ کام تھا۔ اس ستون کے ساتھ ایک الیکٹرک بھڑک بھی موجود تھا جس وقت کھلا ہوا تھا اور اس سے بہت سی تاریاں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ پرانی عمارت کی پرانی تنصیبات کے باعث یہ انتظام موجود نہیں تھا۔ باقی منزل کو برقی چلائی منتقل کیے بغیر صرف اس بوز کی ترسیل منتقل کی جائے اس لیے خطرے کی علامات اور ستون سے دور رہنے کی ہدایات چپا کر کے تحفظ کا عارضی انتظام کیا گیا تھا۔ کسی قسم کے حادثے کا اس لیے بھی غور نہیں تھا کہ اس منزل پر مخصوص لوگ ہی آتے جاتے تھے اور وہ سب اس سٹے سے آگاہ تھے۔ شاید کئی کئی اس منزل کی کئی چوڑیوں کے لیے منتقل کر کے مرمت کا کام مکمل کر لیا جائے گا لیکن جو کچھ اس وقت ہوئے جارہا تھا، اسے روکنے کے لیے انہیں بالکل بھی

مہلت نہیں مل سکتی۔

سینس ڈائجسٹ 67 نومبر 2023ء

جہاں رخ کے جن کی طرح حاضر ہوا اور وہ بابت ”تیسرے کمرہ۔“ ”میں صوفیہ زانیہ کا مہینہ سامعہ کے پاس لے جاؤ گا کہ وہ ان کی خاطر خواہ خبر پائی کر سکیں۔“ انہوں نے طور پر لہجے میں حکم صادر کیا جس کا صوفیہ پر مطلع اڑائیں ہوا اور وہ دیکھ ہی پر سکون دکھائی دی۔ کرنل سکندر بخت نے دل ہی دل میں اس کے مضبوط اعصاب کی داد دی اور تصدیق اس پر سے نظریں ہٹائیں لیکن ان ان اس حیات وہاں ہونے والی

حرکت پر مہربان تھیں۔

”خوشخبر! لاٹے گئے شخص نے صوفیہ پر ہتھیار

تان کر ان سے تحفظ کا مطالبہ کیا تھا۔ صوفیہ بغیر کسی مزاحمت کے خاموشی سے کھڑی ہو گئی اور اس کے اشارے پر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی خاموشی سے اس کی طرف بڑھی۔ اب کرنل سکندر بخت کی طرف اس کی پشت تھی۔ انہوں نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر پھنکے میں جکڑے ہوئے تھے اور دونوں جھڑک میں بھی پٹیاں پڑی تھیں جن کے درمیان میں شکل مختصر کی زنجیر کے باعث وہ بڑے قدم اٹھانے سے قاصر تھی۔ یہ اقدامات اس کی طرف سے کسی حملے کے قندے کے پیش نظر نہیں کیے گئے تھے بلکہ اس تنصیبات کے پیش نظر کیے گئے تھے جو کہ ایک بھیت کی ہوئی ہے۔ ان کا برسوں کا تجربہ تھا کہ جب کوئی بکیرٹ ایجنٹ گرفتاری کے بعد خود کو ہر طرح سے بے بس پاتا تھا اور اس کی حب الوطنی اسے زبان کو لے لے اور اعتراضات جنم کی اجازت نہیں دیتی تھی تو اس کی پہلی ترجیح خود کو گتھی ہوتی تھی۔ خصوصاً بکیرٹ ایجنٹس جو فوری بنیاد پرست ہوتے تھے، اس معاملے میں بہت چھتری دکھاتے تھے۔ شاید اس قسم کی بنیاد پر کڑوں کے ساتھ ساتھ مذہب کے لیے دی کی قیادت نہیں اٹھ جہاں میں بڑے درجہ عطا کرے گی۔ صوفیہ کا معاملہ بھی مذہبی بنیاد پرست تھا۔

پہلے وہ صوفیہ کے زیر اثر تھی اور اس کے متعلق حاصل

ہونے والی معلومات سے اندازہ ہوا تھا کہ وہ پاکستان میں

اسرائیلی مفادات کے تحفظ کے لیے ہی کام کر رہی تھی۔

عرفان اللہ کے ساتھ اس کا چاہنا تھا کہ وہ جاتا اور اسے اپنے

دام میں لے کر چلے شہرہ آفاق ہو جائے کوئی دھمکی

تھی باقی نہیں رہی تھی لیکن اب وہ کیا کر سکتی ہے یا کرنے کا

ارادہ رکھتی ہے وہ دیکھتے سے قاصر تھے۔ وہ مذکورہ شخص کی

تحریر میں ان کے کمرے سے باہر نکلی تھی اور اس کی پشت

پر دروازہ خود کا رازدار میں بند ہو گیا جب تک ان کی یہ انہیں

جہاں رخ کے جن کی طرح حاضر ہوا اور وہ بابت ”تیسرے کمرہ۔“

”میں صوفیہ زانیہ کا مہینہ سامعہ کے پاس لے جاؤ گا کہ وہ ان کی خاطر خواہ خبر پائی کر سکیں۔“ انہوں نے طور پر

لہجے میں حکم صادر کیا جس کا صوفیہ پر مطلع اڑائیں ہوا اور وہ دیکھ ہی پر سکون دکھائی دی۔ کرنل سکندر بخت نے دل ہی دل میں اس کے مضبوط اعصاب کی داد دی اور تصدیق اس پر سے نظریں ہٹائیں لیکن ان ان اس حیات وہاں ہونے والی

حرکت پر مہربان تھیں۔

”خوشخبر! لاٹے گئے شخص نے صوفیہ پر ہتھیار

تان کر ان سے تحفظ کا مطالبہ کیا تھا۔ صوفیہ بغیر کسی مزاحمت کے خاموشی سے کھڑی ہو گئی اور اس کے اشارے پر چھوٹے چھوٹے

قدم اٹھاتی ہوئی خاموشی سے اس کی طرف بڑھی۔ اب کرنل سکندر بخت کی طرف اس کی پشت تھی۔ انہوں نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کے دونوں ہاتھ

پشت پر پھنکے میں جکڑے ہوئے تھے اور دونوں جھڑک میں بھی پٹیاں پڑی تھیں جن کے درمیان میں شکل مختصر کی زنجیر کے باعث وہ بڑے قدم اٹھانے سے قاصر تھی۔ یہ

اقدامات اس کی طرف سے کسی حملے کے پیش نظر نہیں کیے گئے تھے بلکہ اس تنصیبات کے پیش نظر کیے گئے تھے جو کہ ایک بھیت کی ہوئی ہے۔ ان کا برسوں کا تجربہ

تھا کہ جب کوئی بکیرٹ ایجنٹ گرفتاری کے بعد خود کو ہر طرح سے بے بس پاتا تھا اور اس کی حب الوطنی اسے زبان کو لے لے اور اعتراضات جنم کی اجازت نہیں دیتی تھی تو اس کی پہلی

ترجیح خود کو گتھی ہوتی تھی۔ خصوصاً بکیرٹ ایجنٹس جو فوری بنیاد پرست ہوتے تھے، اس معاملے میں بہت چھتری دکھاتے تھے۔ شاید اس قسم کی بنیاد پر کڑوں کے ساتھ ساتھ

مذہب کا پختہ جائے، میرے لوگ اسے مجھ تک پہنچاتے ہی نہیں تھے۔“ ”کرنل سکندر بخت اس کا اندازہ خطاطی اور درجہ بدلنے پر انہیں محسوس کرنے کے باوجود اب بھی پر سکون لہجے میں اس سے مخاطب تھے۔

”لیکن تمہیں۔“ وہ گویا ان کی آنکھوں سے خطاٹھاری تھی اور ان کے پر سکون لہجے کے باوجود وہ جانتی تھی کہ اندر سے انہیں بے سکون کر رہی تھی۔

”شاید تمہیں لگتا ہے کہ کچھ باہمی اتفاق تھا کہ حرکت میں آئیں گے اور تمہیں ہمارے بچوں سے چھڑا کر لے جائیں گے لیکن یہ سن کر کہ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ کوئی ایک نہیں معلوم کر سکتے کہ تم کو کہاں۔ ہم اتنے گئے گزرے ہوتے تو وہ

میڈیم رائیں یوں راتوں رات ہواگ نہ گئی ہوتی۔“

”میڈیم رائیں نے کیا اور کیوں کیا، یہ وہ خود جانتی ہوں گی۔ مجھے صرف اپنے بارے میں پتا ہے کہ کچھ کیا اور

کیوں کرنا ہے۔“ لہجہ بوجھ اس کا اطمینان بڑھاتا جا رہا تھا۔

”تمہاری طرف سے ہماری مطلوبہ معلومات کی فراہمی میں مزاحمت نہ کی گئی تو دونوں طرف کے لوگ تکلیف

سے بچ جائیں گے۔ تصدیق کے ذریعے سچا لگتا ہے کہ وہ بھی ایک قانون سے..... میرے لیے ایک مشکل کام ہے۔“ وہ بولنے

کے ساتھ ساتھ اسے کھینچنے والی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کے تجربے کے مطابق کوئی شخص اپنے پر سکون صرف

تھے۔ اسی وقت ہوتا ہے جب کچھ گزر کر نہ لے لیا تھا تھا۔ وہ۔۔۔

اسی اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ کیا کر سکتی ہے۔

خود بھی کا خیال بار بار ذہن میں آتا تھا لیکن وہ اسے یہ بوجھ کر دہر کر رہے تھے کہ اس کو ان کے سامنے پیش کرنے سے ان کی مکمل غائبی کی گئی تھی۔ یہاں تک کہ ذہانت بھی نہیں

چھوڑے گئے تھے کہ نہیں کسی غلطی میں کوئی زہر پلا کھڑا نہ

چھپایا گیا ہو جسے وہ خود بھی کے لیے استعمال کرے گے۔

”اس میں مزاحمت کا اعلان کیوں ہو گا۔“ صوفیہ نے منتقل کرنے والے انداز میں ان کی آنکھوں میں چھانکا۔

”تو پھر مجھے انہوں سے کہ ہمارے درمیان یوں اطمینان سے میری کرسی پر بیٹھ کر مذاکرات جاری نہیں ہیں۔ ان

کے اور تمہیں اس کمرے سے باہر کچھ مشکل اور تکلیف دہ

مراحل سے گزرنا پڑے گا۔“

”مجھے تصور ہے۔“ اپنے ساتھ روٹے کے برعکس وہ بہت مشکل کس نظر نہ لگتی تھی۔ کرنل سکندر بخت نے اس کے تاملی انداز پر بے باک جواب دیا کہ وہ بڑے ہوشیار ہیں۔

رکھنے کا فیصلہ کیا اور پھنکی کا شکن دیا۔ فوراً ہی ایک شخص

سینس ڈائجسٹ 67 نومبر 2023ء

مریاد تھا کہ اپنے معلم موت کا حلیہ بگاڑ رہے
 ہیں۔“ جوش سے بولے ہوئے اس کی آواز قدرے بلند
 ہوئی تھی۔

”جو بھی ہوگئی ہے، تجھے اسے دیکھ کر خوشی بھی ہوگی“
 ہے اور یہ اطمینان بھی حاصل ہوا ہے کہ اس بیٹے کی سبھی
 سہارے کے بھی بہت اچھی اور با مقصد زندگی گزار سکتی
 ہے۔ ”اس کے دلچسپ فیوض کے لیے گہری تلاش کرتی تھی۔
 فیوض نے اس تلاش کو ایک پُر قد اور مسکراہٹ کے ساتھ قبول
 کیا اور فرار سے اچھے سے اپنی مددگار بنیوں پر مشتعل
 فاقہ لے کر ڈاکٹر کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اس کا منہ
 آکا تھا۔

”تم سے کوئی شکایت نہیں کریں گے۔ ہاں، اتنا یاد رکھو کہ تمہارے لیے ہمارے گھر کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔“ خزانے اس کے کہا اور کمر بھوشی سے اپنے ساتھ بھاگ گیا۔ اس کے وجود سے پھوٹی ٹلوس اور بے غرضی کی خوشبو نے صفا کی روح کو مصل کر دیا۔ جب وہ وہاں سے اٹھتا تو خاصا بچہ کون سا اور یوں لگتا تھا کہ بہت سادہ جھانسان سے بہت چکا چکی۔

”یہ تو تم لوگوں کی اعلیٰ طرفی ہے جو اس نماز میں سوچتے ہو۔ میرے دل پر اس بات کا بڑا اثر ہے کہ میری وجہ سے فوٹو کے ساتھ اتنا بڑا ہو گیا۔“ اس نے گویا فوٹو کی ہانک کے پیچھے چھپی برصورتی کو اپنی نظروں سے گھوما۔ بے حیث حسن کو داغ لگ چکا تھا اور وہ بابت تھا کہ گزرے کل میں جس لڑکی کے لیے رشتوں کی قطاریں بھی برقی تھیں، اب مشکل ۱۹، اسے اسے کوئی ہم بدلہ دینا چاہیے۔

”میں کیا اکتا ہے کہ کسی کی خوبصورتی کو دماغ ملک جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی پوری زندگی خراب ہوگئی ہے۔ اگر کہیں ایسا ہوتا بھی ہے تو ڈاکٹر بن کر اپنے لوگوں کی نگہ بندیں ہے۔ میں کل بھی ڈاکٹر بن کر اپنے لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا بھی اور آج بھی اس مشن کے لیے مجبور ہوں۔“ اس کے لہجے کی مضبوطی معاذ حق اور ان کج رویاں بھی۔ یہ وہی لڑکی تھی جو اس کے نام سے چمچڑے جانے کی پھونکی ہوئی تھی بن چاتی تھی اور اب اس کے لہجے میں پہاڑوں کا سا عزم تھا۔ ڈوبیے نے اس کی کیفیت کو جانچ لیا اور یوں۔

”وہ کیا؟“ صحا ز نے سنا سکی سے پوچھا۔
 ”مجھے پلاسٹک جرن بننا ہے اور ان لوگوں کو زندگی
 کی طرف راہیں لانا ہے جو مایوسی کے اندر مایوسی میں ڈوب
 چکے ہیں۔“

☆☆☆

...میں نہیں معلوم سنا کہ اچھے علاج کے لیے ناک درد کر رہے ہوئے میں کیسے کیسے لوگوں سے ملی ہوں۔ ادھات کاٹ کاٹا رو رہے والے ایک طرف، بہت بڑی تعداد تو ہالز کمرے میں چھپ چھپا اخبارات اور میگزینز کے نامندے اچھے کمرے میں کے ساتھ موجود تھے اور ہر کلف چائے کے ساتھ آپس میں چھپکھپیاں کا سلسلہ

”تم اپنے بارے میں تو جانتا تھا کہ کیسے ہو، کہاں؟“
 رہے ہو اور ہم وہ رابطہ کیوں نہیں کیا؟“ اب وہ بچپن
 کرسیوں پر باعناصان ہو چکے تھے اور دینی آواز میں گفتگو
 کر رہے تھے۔ ڈاکٹر کے کمرے میں موجود درجنوں بچوں
 ایک اور بیض کاٹھنہ تھا ٹھوڑے کی آبی آتی۔

”میر کی ذات سے میرے پیاروں کو بہت نقصان پہنچ چکا اس لیے اب میں سب کو اپنے سائے سے بچا دوں گا، چاہتا ہوں۔“

”ایا یوں کہہ رہے ہو ایا مت سوچو معاذ اللہ
میں کو کیا ترپ گئی۔“

”وہ چہرہ حسد پر نہنے والی ہر نظر واہیں چلپتا بھول
جاتی ہو، اسے اس پر نیل امک کے پیچھے چھپ کر بھی ہو
پھر بھی امکی باتیں کر رہی ہو۔“ معاذ کے امدادی اہستہ
خداست اس کی زبان پر آ گئی۔ وہ دیکھ سکتا تھا کہ چہرہ حسد
بیشتر حصہ امک میں چھپا ہونے کے باوجود اس کے جانب
بہنی کے نیچے سے اس کی کمال جھلک ہوتی تھی اور یہ یقیناً اس

سے بچنے خرشاہی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ یہاں اس انتظار میں بچنے نہ ہوتا۔ اس کا چہرہ اس ملک کے بچے نہ چمپا ہوتا۔
 ”مغص کو اپنی قسمت میں کبھی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ خود بخود شوخہ کو اندازم نہ دو۔“ ثوبیہ نے اسے ٹوکا تو
 خراز نے بھی اس کا ساتھ دیا اور بولا۔

”تو! خشک کہری ہے۔ تم کو اے کوئی خود کہیں
ہاں لیے بہتر ہے کہ تم بھی خود کو اس سب کے لیے ذمے
دار نہ سمجھو۔“

جیسے نہ بھولیں۔ یہ سب جہ سے ہی لو سرودیں ہوا
تھا۔ "وہ خود اذاتی کا شکار ہو رہا تھا۔"

”چلو ان لپا کہ تم سے شروع ہوا تھا لیکن اس میں تمہارا کوئی قصور تو نہیں ہے نا۔ تم کوئی آوارہ بدمعاش

عسائی فاسل بیتے تھے اور ان میں سے بچے ہیں۔
 ”ہاں یاد آ رہا ہے کہ میں ایسا ہی ان کو لے کر اس
 کا خیال ہی ذہن سے کھل گیا۔ واقعی وہ میری راہ دیکھ
 رہی ہوگی۔“ فرزانے اچھے قدم کے بڑھادیے۔ سزا
 اس کے کہہ کر تھا۔ دینک۔ ابراہیم کچھ اور لگ بھی بیٹھے
 تھے۔

آکھوں سے کچھ لے جا رہی تھی۔ آکھیں بیٹھا فرار کی منتظر
 دانی راستے پر تھی حتیٰ ہوئی میں جب ہی اس نے فرار
 کے ساتھ اسے معاذ کو فوری طور پر دیکھ لیا۔ بڑی بڑی
 آنکھوں میں حیرت کا سمندر اُٹھ آیا اور وہ بے اختیار ہی
 اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ فرار کے ساتھ چلا معاذ اس
 کے سامنے پہنچا اور۔

”معاذ..... معاذ! تم مجھے اپنی آنکھوں پر نقین نہیں آرا۔“ مضطربا، جوجڑا سہرا کھسکوں سے کچک پڑے۔
 ”خائیتیں کاش میں کوہِ چکا ہوں۔“ اب وہ
 سہرا تھاتھو سکا تو کسرا لائے جن میں چمکا چمکا۔
 ”اٹھ نہیں۔“ روضیہ نے عدلی سے پردہ کی۔

”تمہارے لئے تو میں بہت محنت چلاؤں گی اور دھرم اور
دعا بھی کرتی رہتی ہوں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ میں جان بوجھ کر
علیہ کے لیے بھی ہرزہ بازی کرتی ہوں۔ اسی کی موت کی
اطلاع کے باوجود میرے دل و دماغ نے بھی انہیں مراد
سلیم ہی نہیں کیا اور ابھی تک یہی کہہ رہا ہوں کہ ایک دن اچانک وہ

لوگ اپنے سکرانے میرے سامنے آجائیں گے۔
 ”تبویرا کھل شیک کھڑی ہے۔ مجھے کیا ایسا ہی لگتا
 ہے کہ کہیں ان کی موت کی غلط خبر نہ ملے گی؟ اب وہ لوگ اس

تھا۔ ”فرار کرنے بھی بہن کا ساتھ دیا۔

خدا کس رسس

محمد ظفر حسین

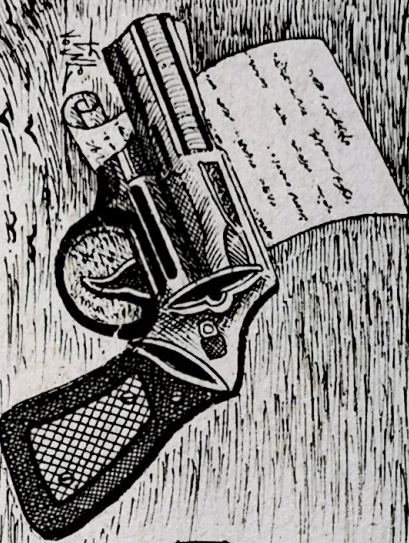
ویسے تو پوری کائنات کا خالق و مالک ایک ہی ذات ہے لیکن... شاید اس کائنات میں بکھرتے وجود... اپنی بکھری ہوئی شخصیات اور ذات، مذہب میں تقسیم ہو کر اپنے رب کی پہچان ہی بھلا بیٹھتے تھے مگر ہمارے نادانیوں کے باوجود وہ رب کریم اپنی کرم نوازیوں سے ہمیں محفوظ نہیں کرتا... پس یہی نقطہ زیر نظر کہانی کی جان ہے جسے سمجھنا بھی کسی خوش نصیبی سے کم نہیں۔

کتاہوں کی دلال میں رہنے ہوئے رب عیسیٰ مریں کی خطہ مارک کاروائیوں کا احوال

ہتے ہوئے میں نے اس کو اپنا مسئلہ بتایا۔

☆ ☆ ☆

اس معروف ساطلی شہر کو بندرگاہ سے ملانے والے پہلے جہاز کے وقت زیادہ رش نہیں ہوتا۔ میری رہائش گاہ نزدیک تھی۔ میرا نام انٹرن سلاطین ہے۔ میں والدین کا اکلوتا بیٹا تھا اور ان کے انتقال کے بعد اب اکیلا رہا تھا۔ چند ہفتوں سے خود ہی اٹھ کر میرے لیے برقی بیٹریاں سے چائے پائی۔ چائے



کر جو ان کی آنکھوں کی اس عوزت کے پیچھے ہر دم گھاس جات پر دانی کا پٹا ہے... پیچھے اور پیچھے والے پہاڑ اکلوتا بیٹا چاہے ایک اشارے پر دنیا کی ہر نعمت حاصل کر سکے ہے لیکن ہوا یہ تھا کہ وہ عین جوانی میں اس نعمت پر دی دنیا کو چھوڑ کر اپنی عوزت زدہ آنکھوں سمیت مریں کی تلے ہامو تھا اور حیات پر دانی کا اکلوتا بیٹا ہونے کو ڈراموں کے کی کا نہیں آتا تھا۔

”مراد تو ہو گیا ہے اور سارے لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“ اس کے پیکر پڑی نے آکر اطلاع دی تو اس نے چونک کر اسکرین پر سے نظر کیں پٹائی۔

”ہوں... آں... ٹھیک ہے، آہ... ہوں۔“

میں آتا ہوں۔“ اس نے مریں دبا کر مریں کی طرف اشارہ کیا اور دیکھا کہ وہ کھڑا ہوا۔ دو چاند چل کر وہ قہر ماسا ڈھنگا یا۔

”آر پو او کے مرے“ پیکر پڑی نے اسے توڑ پھوڑ کر نظروں سے دیکھا اور آہ کے برہ کر ہمارا دینے کی کوشش کی لیکن پر دانی نے اسے روک دیا اور ہڑبڑانے کے انداز میں بولا۔

”میں ٹھیک ہوں... بالکل ٹھیک اور اپنی سب سب ٹھیک کر دوں گا۔“ اپنی بات کہہ کر وہ رک گیا لیکن اس قدموں کو گھینٹا ہوا اس ال بال کر کے کی طرف پر حجابوں کی صفائی اس کے خنجر پٹے تھے۔ تو میں زودہ را پیکر پڑی بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ پر دانی کرے میں داخل ہوا تو آٹو آٹو میں خوش گویاں کرتے صحافی ٹھکانے پھڑا کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پر دانی کسی کی طرف دیکھے بغیر اپنے لیے میز کے پیچھے کئی کرسی پر جا بیٹھا۔ اس کے مریں سامنے میز پر ہارنگ سیٹ تھے۔ وہ ہکھوڑا ہوئی سر جھکا بیٹھا ہارنگ میاں سے وہاں تک ال میں نظروں دوڑا دیکھیں۔

”تم خنجر میں جاؤ“ آخر کار کسی کا حوصلہ جواب دے گیا اور اس نے پر دانی کو اس کی خاموشی پر ٹوکا۔

”آپ سب کی آمد کا بہت شکر یہ ساجو میں آہ بہت زیادہ وقت نہیں لیں گے۔ کس کچھ اعتراضات ہیں جو آپ کے دور بردار نے تیار اور پھوڑ دیں جن کا انا تا بہت ضرورت ہے۔“ اس نے بولے کا آٹو آٹو خاموشی کی بھلوں نے ہی سب کو یہ حاکم کو بیٹھنے اور بہتر گوش ہونے پر مجبور کر دیا۔

ظلم و جبر کے سامنے سیمین سپر جو جوان کسی داستان جو غلط کاروں کے لیے غضب ناک تھا باقی واقعات آیت ہ ماہ پڑھیں

جاری تھا۔ سب اپنے طور پر اندازہ لگنے کی کوشش کر رہے تھے کہ متحول مرقان اللہ نے قرعہ ساگی اور کاروباری ٹریک حیات پر دانی نے یہ اچانک پڑیں کانفرنس کس سطح پر بلوائی ہے۔ کچھ کا خیال تھا کہ یہ حق دیتی بھانے کے لیے کی جانے والی ایک ایسی پریس کانفرنس ہے، جس میں حیات پر دانی اپنے دوست کے کون کی میز کرتے ہوئے عورتی اداروں سے قافلے کو کینر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا جائے گا۔ کچھ کا اندازہ تھا کہ مرقان اللہ کی موت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حیات پر دانی اس کے برسر کو یک اور کر کے کی کوشش کرے گا اور خود اس کے ظالمی ادارے کی باگ ڈور سنبھالنے کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ شاہ پر سبست میں آئے گا بھی وہاں کر دے۔ ان سب میں سے بیشتر کے خیال میں پر دانی کے لیے یہ سبست کے میدان میں قدم رکھنے کا نہریں موقع تھا۔ وہ دوست کی موت کا فائدہ اٹھا کر لوگوں کی ہور داریاں حاصل کر سکتا تھا۔ پانچائی اسے باتوں کا تھا جتنی کہ مرقان اللہ کے وراثت میں کوئی ایسا قدرتی موروثی تھا جو اس کے بعد اس کا دوبارہ اور دیگر معاملات کو سنبھال سکے۔ عملی طور پر سب کچھ پر دانی کے ہاتھ میں ہی آتا تھا چنانچہ پانچائی اس سے ہماری نظر حاصل کر سکتی تھی۔

ان اندازہ لگانے والوں میں سے دو دورے چار افراد تھے جنہیں لگتا تھا کہ معاملہ ان اندازوں سے کچھ بہت کر ہے اور اس رائے کے پیچھے ان کی دیکھیں بھی کر لکھتے ہیں کی موت کے بعد پر دانی کی بھی معاملے میں ہر گرم نظر نہیں آتا تھا اور اس میں آدم میراوری آئی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے مرقان اللہ کے جنازے میں بھی بہت محو کر دیہ کے لیے شرکت کی تھی۔ ایسے میں اس سے سبست کے میدان میں قدم رکھنے جتنے بڑے عمل کی امیدیں بھی باکینی تھی۔

ان اندازہ تھا کہ کم کرنے والوں سے بالکل الگ حلقہ حیات پر دانی ایک قرعہ کرے میں سے موروثی اداروں کے سامنے اس کے مریں کی اسکرین روشن تھی۔ دیکھنے والوں کو لگ رہا تھا کہ شاہ پر دانی پر کس کا فائز کے اہم نکات دہرا رہا ہے لیکن ان کے اندازوں کے برخلاف وہ مریں کی اسکرین پر کئی ایک سیکرور کے بار بار تخیلی بالوں کے ساتھ گولی، حرکت والے اس فرجوان نے گلے میں سونے کی زنجیر مریں کی تھی اور وہ آنکھوں میں عوزت کی لیے کھڑے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ حیات پر دانی بات بات

سنت ثابت کرتے۔

جہاز کا پہلا عالمی دورہ تھا جن کی محنت خراب تھی۔ لہذا انسانی تک نہ کر پڑا کیا تھا۔ درحقیقت حملے کے تمام نئے لوگ ان حملے کے خوش رہا رضا کار تھے۔ جن کے ساتھ اس پرینچ کو اپنے جیل تک پہنچایا تھا۔ شام کو مصر کے اگلے حصے کی تعینات... سامنے آئیں تو مصر سے اور حسن کے پیش نظر تھے۔ مکمل تشددات تو حد سے سامنے ظاہر نہیں کی گئی تھیں مگر اس عالمی سازش کے خوش مشن تنظیم کے بیچارے نے کٹر عالمی جہاز کیا جاتا تھا۔

تو فیصلہ برقی سے مزید طاقتوں میں پناہ دیا کہ سامنے شہر دشمن آوازیں دوسرا نظم دہانی وہاں ایک مقامی لوگ کی محبت میں ایسا کردار ہو گا کہ اس نے مستقل حکومت عایشان میں رہنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مختصر یہ ان کی شادی ہو جاتی مگر ان کو دوسری منظوری نہ تھی۔ ٹریفک کے ایک اہم کام دہانے میں یہ لڑائی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ برقی کا دل ٹوٹ گیا۔ وہ دہانہ صوبہ آگیا۔ یہاں نوکر بھیجی گئی اس کا لے حصہ میں شامل ہوا مگر اس میں بھی کسی شے کی کمی تھی نہیں تھی۔ وہ اپنی طاقت سے مالا مال تھا۔ اس نے حسن کے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس نے خاموشی سے ایک خط برقی کے حوالے کر دیا۔ اگر یہ خط پہنچا تو حکومت عایشان میں حسن کے ایک چکر لڑاؤ ہو جاتی تھی۔ اس خط میں ایک اہم ادارے میں اہم ذمہ داری تھی۔ اس خط میں تنظیم کے مقاصد سمیت حکومت عایشان میں اس کے ترجیحی مراکز کا تفصیلی ذکر تھا۔

تو فیصلہ برقی نے بتایا تھا کہ اس منصوبے کے دوران تمام اہم مراکز اپنی کوری کا اعادہ بھی کیا جائے گا۔ یعنی کچھ لوگ اپنی جان سے جانے والے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی اپنی تنظیم کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ان کا اس دنیا سے جانا ہی بہتر تھا۔

☆☆☆

تو فیصلہ برقی سے مزید طاقتوں میں پناہ دیا کہ سامنے شہر دشمن آوازیں دوسرا نظم دہانی وہاں ایک مقامی لوگ کی محبت میں ایسا کردار ہو گا کہ اس نے مستقل حکومت عایشان میں رہنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مختصر یہ ان کی شادی ہو جاتی مگر ان کو دوسری منظوری نہ تھی۔ ٹریفک کے ایک اہم کام دہانے میں یہ لڑائی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ برقی کا دل ٹوٹ گیا۔ وہ دہانہ صوبہ آگیا۔ یہاں نوکر بھیجی گئی اس کا لے حصہ میں شامل ہوا مگر اس میں بھی کسی شے کی کمی تھی نہیں تھی۔ وہ اپنی طاقت سے مالا مال تھا۔ اس نے حسن کے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس نے خاموشی سے ایک خط برقی کے حوالے کر دیا۔ اگر یہ خط پہنچا تو حکومت عایشان میں حسن کے ایک چکر لڑاؤ ہو جاتی تھی۔ اس خط میں ایک اہم ادارے میں اہم ذمہ داری تھی۔ اس خط میں تنظیم کے مقاصد سمیت حکومت عایشان میں اس کے ترجیحی مراکز کا تفصیلی ذکر تھا۔

تو فیصلہ برقی نے بتایا تھا کہ اس منصوبے کے دوران تمام اہم مراکز اپنی کوری کا اعادہ بھی کیا جائے گا۔ یعنی کچھ لوگ اپنی جان سے جانے والے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی اپنی تنظیم کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ان کا اس دنیا سے جانا ہی بہتر تھا۔

تو فیصلہ برقی نے بتایا تھا کہ اس منصوبے کے دوران تمام اہم مراکز اپنی کوری کا اعادہ بھی کیا جائے گا۔ یعنی کچھ لوگ اپنی جان سے جانے والے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی اپنی تنظیم کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ان کا اس دنیا سے جانا ہی بہتر تھا۔

تو فیصلہ برقی نے بتایا تھا کہ اس منصوبے کے دوران تمام اہم مراکز اپنی کوری کا اعادہ بھی کیا جائے گا۔ یعنی کچھ لوگ اپنی جان سے جانے والے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی اپنی تنظیم کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ان کا اس دنیا سے جانا ہی بہتر تھا۔

تو فیصلہ برقی نے بتایا تھا کہ اس منصوبے کے دوران تمام اہم مراکز اپنی کوری کا اعادہ بھی کیا جائے گا۔ یعنی کچھ لوگ اپنی جان سے جانے والے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی اپنی تنظیم کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ان کا اس دنیا سے جانا ہی بہتر تھا۔

☆☆☆

کے سربراہان

میں نے دیکھا

نومبر 2023ء

ایہ وی سی ماہ کے وکیل ماہ

کافی ہی بڑے غور سے اسکرین پر جہاز کے عقبی حصے کو

اور خصوصاً ہنگامی صورت حال کے وقت کی ریلیزنگ

ای حالات میں بھی ہم اپنے مبین تک محدود رہتے۔ ہم

۷۔ وہ جان لینا چاہتا تھا کہ ہنگامی صورتِ حال کے

نے کی ہدایت دی کئی مہی۔ ہم نے صم کی میل کرتے ہوئے

ایک بھی پورے عرصے میں اپنے سین سے باہر نہیں آیا

☆☆☆

☆☆☆

نے والے ایجنٹ کا زور کی، سارا اور فر ایجنٹ ملینا سے تمام

حقاً کرتے ہوئے تمام افراد کا وفاداری امتحان لینے کا

فائز تیسبہ افراد پر مشتمل کمیٹی - سار جنت ابراہیم نے سفر

کی امور اور منظمی معاملات و محنتی اور دوسری چیز

سینٹ ڈائمنٹ 85

1

☆☆☆

سارے علی سمیت تمام ارکان جنگلی سرگز پر جمع ہو گئے۔ اسی

41 ایت کے مطابق مرکزی کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم میں ضروری

تھا۔ میں یہاں بیچ کر سسٹم کو اسٹ ڈاؤن بھی کر دیتا تو ہلک

رو بارہ قافلہ استعمال بناتا پڑ جاتا۔ یہ ایک بڑی کامیابی تھی۔

یہ گھائیڈز ایک خاص اونچائی پر جا کر بحر کی بیڑے سے ٹکرائے

جا کر راکٹ کی طرح سمندر میں خود کش غوطہ لگاتے۔ سچ آج

ۛے جوز سلا قہ۔ مگر بھے بلے حسن کے یہ حفاظت پہنچنے کی فکر

طرح کے

مہمل کر رہا تھا میں نے حسن کو غور زوار پس آنے کی ہدایت کی۔

وازے پر کھٹ پٹ کی آواز میں آتا شروع ہو گئیں۔ واہی

ز کے لیے اپنے آپ کو چھوڑا۔

ہم نے ہائی کمانڈ کے حکم کے مطابق وکیل ہاؤس

نومبر 2023ء

۱۱۱) بجے ٹوٹ ہو گئے۔ ہر بہن میں نصب الارم

باجبر لڑنا سروس ریا صحت - جبر با عملے

ماہر اہل بیت سے کہہ کر کئی کم ہند کے زیر اثر ہونے کا

تھے۔ بحر کی جہاز لے ان اسارت ہوئے۔

بیرے لے اٹھیں۔

ایہوں فرستیں

ا. ه. ح. ك. خ. د. ر. ز. ح. ج. ب. ا. ك. ا. م. ا. ر. ا. ك. ا. ح. ن. ج. ب. د. ا. ر. ا. ت. و. ا. د. ه. ر.

ترجمہ اور تفسیر کے

کے انجمن کو اہم جتنی شہ ڈاؤن کا گمراہ لگے ہی لمحے وہ خود کار

حق تعالیٰ کی گماند اور مشن کے سربراہ فرمائید میں کے

ن کے سہرا

اَلَا اِنَّ حَاضِرِ كَرْنِے كَا فِضْلُ كَر لَہَا كہا۔

عملہ اور ہم دونوں کو بقیہ جہاز کے آپریشن سے الگ تھک

ہوں۔ اسی قسم پر شک ہو رہا تھا۔ ہالی کمانڈ نے فوراً بذریعہ کموز

一、

84

سجل دایم

میں پہلے ہی صبح پانچ بجی تھی۔ اب جہاز کے غرنی آج ہوئے
کی خبر نے ان کے کمر کو اکرا کر پاتا۔

خبروں کے مطابق تمام اہم ارشد مذہبی علمائے دین کا اجتماع
ہو گیا تھا۔ اس خبر نے مجھے جہاز کے غرنی کی خبر سے بھی بے خبر کر دیا
تھی۔ تمام ملک اہل اسلام میں پھر سے زندہ ہو چکی تھی۔ محلے کے
تمام ارکان کے گھر میں ان کی آواز کی جھونکیاں گھول رہی تھیں۔ ایک ایک
مقام بہت جلد تمام ہاشمہ مذہبی ارکان کو لے کر نکلتے
ہوئے تھے۔

☆☆☆

شیخ عرب کی کھانڈوں کے گھر سے ہوئے بیٹوں میں
میں آپ پر ایک سختی دیکھ کر مجھے بہت ہی مایوس
کی طرف رواں دواں تھی۔ سختی کے سافروں کے چہروں
پر بھی مقدمہ کی ساری اور باہمی کی جھگڑا سید کی کرشمیں اور انھوں
میں روشنی کے پتھر چھینے لگے تھے۔ یہ اہم کی ہار کی کاغذی
عمل تھا۔ کل رات کو جب محلے نے حسن اور میری کی کئی
ہدایات کے مطابق اہم کی ہار کی ہار سے سمندر میں غاصی
سے چھٹائی لگا تو کچھ ہی دیر بعد ایک سختی نے ان سب
کو باغیچہ میں اپنی جھیل میں لے لیا تھا۔ سختی مع یک اس
کھاڑی میں چھٹی رہی تھی۔ جب تک وہی اچھا انیف پر
سار جنت ابراہیم اور میں نے انہیں ایک مطلوبہ مقام پر پہنچنے کی
تفان دیکھ کر رونا دھونا تھا۔

سختی کے سافروں کے اہم کی مصائب پر غصہ ہونے
کے ساتھ ہی اس کا رابطہ بین الاقوامی سطح پر سے جوڑ دیا گیا
تھا۔ جہاز اور اسکے سافروں کا مصائب اپنی منزل پر رواں دواں
ہو چکے تھے۔ سورج کی کئی کرنوں کے نور میں آج آپ پر
ایک سختی کافی دیر تک جہاز کے جانے کے بعد بھی کوئی رہی
تھی۔ لمحہ بہ لمحہ دور ہو رہے ہوئے جہاز کے عورتے پر کھڑے
تمام سافروں کا ہاتھ پلا کر سختی میں موجود فوجانہ بحری قوتوں کو
الوداع کرتے رہے جب تک وہ سختی خاصا نقطہ بن کر نظروں
سے گھول نہ ہو گئی۔

سختی میں موجود قوتوں کے نور جہاز سرانہ رہا اپنی
آنکھوں میں آئے ہوئے آنسو صاف کیے۔ آج زندگی میں
پہلی بار اس نے اپنے دل کی عمارت جس دن اس کے دل میں آیت
ہوئے محسوس کیا تھا۔ درحقیقت جس دن اس کے دل میں آیت
اگر کی نہ سمیت نے اللہ کا خوف عباد کی کیا تھا؟ اگر کی نہ ہی
اس نے بحری قوتوں کا چہرہ دیکھ کر فیصلہ کر لیا تھا۔ سختی نے فکر
اٹھایا اور اپنی منزل کی طرف چل پڑی۔

ہوا میں سے آواز میں میں نے کڑی آہنی
ہاتھ لگے تھے۔

میں بھی حرکت کر رہا تھا۔
تمام حرکت ہو چکا تھا۔ میں نے کچھ دیر پہلے قوتوں پر کم
ہاتھ لگاتے ہوئے سمندر کے دوا لے کر لیا تھا۔ دہلی کی
ملاپٹ کر سختی کے بعد کئی کئی روزوں کا کام کی کتاب
میں کاغذ مان رہے تھے۔ یہ تمام چیزیں جن کا کام کی کتاب
میں کاغذ مان رہے تھے۔ یہ تمام چیزیں جن کا کام کی کتاب
میں کاغذ مان رہے تھے۔ یہ تمام چیزیں جن کا کام کی کتاب

☆☆☆
ایک ایسی ہار کا عملہ اپنے سین میں دروازے کے لاک
کے نیچے بند کر رہی تھی۔ پہلے اٹھے والا نہیں تھا۔ ہم
کے منصوبے کے مطابق سب خود ہی ارکان تھے جن کی
آہنی منزل میں مشغول تھی۔ میں نے اپنی انوکھی طرف
دیکھا۔ وہاں ساری انتہائی سختی اور بے کسبیت اشارہ دے رہی
تھی۔ چھوٹی جگہ میں سمندر کی گہرائی میں اہم کی سی
ہار کی کھانڈی تھی۔

☆☆☆

شہر نے کئی کئی روزوں میں ہوا اور شہر میں ہو چکی تھی۔
پھر اہم کی ہار میں سے وقت، شخصیت تھا۔ اللہ نے
کامیابی میں لکھی تھی۔ اللہ کی ہر شے کو کام کی ہار میں سے پائے
میں نے کھانا فراغت شہر میں آگئی وہ کھانا کھانا ہے پائے
کھانا تک پہنچا۔ میرا یہاں اب مزید کچھ ضرورت نہیں تھا۔
کل روزی سے پہلے اٹھے اپنی منزل تک پہنچنا تھا۔ چند منٹ
میں نے دیکھ لیا کہ اس کے عورتے سے جہاز پر اڑاؤ کی نظر
ڈال کر اپنے جیب سے ایک گلاب پیکر کی مدد سے اڑان بھری اور
نفاش بند ہو چکا تھا۔

اہم کی ہار میں ہار کے اختتام کے ساتھ ہی عالمی
ملاپٹ کی آواز اٹھ رہی تھی۔ اس دوران اہم کی مصائب
پہننے والے تمام واقعات سے آگاہ ہونے کے بعد میں
مدد کے لئے اہم کی ہار کی ہار میں ہونے والے معاملات کی
تمام تفصیلات کے لئے لاکھل کے باخبر ہو چکا تھا۔

آنکھوں میں حسن کی یاد کی گئی تھی۔ میں نے بھی گلاب پیکر
کا ایک طرف مڑ دیا۔ یہاں سے کچھ ہی دور میں چند محل
کی سمت پھر مڑ کر منزل کی ہار کی مصائب تھی۔

☆☆☆

اہم کی ہار میں سے غرقاب اور اہم کی مصائب کے
آپنا ہونے کی خبر عالمی میڈیا کو بھی سن گئی تھی۔ تحقیقاتی ٹیموں کے
ہاتھ عائد ہو چکے تھے۔ یہاں پر جہاز کی جگہ آج اب میری
ملاپٹ کی گئی ہوئی بات تھی۔ محلے کے ارکان کے گھروں

طرح کا کمزوری کرتا تھا۔ قلعی اثر نہ ہوتی۔ میں نے اس کا
کا پاس ورنہ حسن کو بتا دیا تھا۔ میرے علاوہ کوئی اور اس کا
درد جانتا تھا۔

کالی ہار نے ہر بے تارے سے ہوئے پاس اور اس کے
ہونے اور جن کے دماغ سے حاصل کردہ پاس اور اس کے
تک رسائی حاصل کرنے کی خوشی میں غریبی کی ہار میں
کی رسائی اصل پر مکر نہیں بلکہ ایک ایسے کالی صدمہ پر مکر
تک صدمہ تھی جس کی حیثیت ایک ڈیو۔ کم سے زیادہ جیت تھی۔

☆☆☆

دعا کے ان کے لیے!.....
کالی ہار کے ہر کوئی ہر کر ختم ہو کر نہ رہے پہلے
میں نے زوردار لگا دیا۔

☆☆☆

میں نے پانچ بجے والے تھے۔ میں دیکھ لیا کہ میں
اکھلا پکڑا سو رہا تھا۔ میں نے اہم کی ہار میں سے کڑی آہنی
نہیں پکڑا تھا۔ میں نے اہم کی ہار میں سے کڑی آہنی
مشت ڈاکٹر کر کے ہار کی ہار میں سے کڑی آہنی
مضیق کر کے دوبارہ میں نے الاقوامی سطح پر تمام سے ہزار
لیا تھا۔ پچھلے دیکھنے سے مجھے اہم کی ہار میں سے کڑی آہنی
پر کئی سو سے زیادہ کال اور پچھلے مل رہے تھے۔

میں اب بے کھوئی دیر بعد یہاں سے روانہ ہونے
والا تھا۔ اس وقت یہ جہاز انتہائی خطرناک بارودی مواد سے
بھرا ہوا تھا۔ چھوٹی گھنٹوں میں امدادی تھیں آنے والے
تھیں۔ دنیا کو اس کا مالی مارش کے بارے میں یقین دلانا
مشکل تھا۔ موجودہ صورت حال سے نپٹنے کے لیے حسن
اور میں نے پہلے فیصلہ کر لیا تھا۔

☆☆☆

آج رات جیسے ہی مکمل مارش کا راز کھلا۔ میں نے
جہاز کے اندر خوشی فائز ہو کر پکڑا کو کچھ کے ان ایک دائرے
تمام گیت والو کو دل دے دیے۔ اہم کی ہار میں ہار کے تمام
آلات اور ان کی آواز کو یک ستم پر تھے۔ جہاز میں اہم کی
خروج ہو رہی تھی میں نے تمام اہم کی ہار میں سے کڑی آہنی
فاصلوں کو دیا تھا۔ اس لیے کہ کوئی بھی نہیں چلا تھا کہ جہاز
میں پانی بھرتا جا رہا تھا۔ اور اب کچھ مصلحتوں بعد اہم کی ہار
پاس ایک خطرناک ڈاکہ پڑا ہے۔ یہاں پہلے جہاز جا رہا تھا۔
کچھ دیر قبل ہی میں نے اہم کی ہار میں سے کڑی آہنی
حالات میں جہاز کو چھوڑ دینے کا آخری فیصلہ کر لیا تھا۔ جہاز کی
موجودہ پوزیشن میں دیکھ کر اس میں کئی۔ کم سے کم ڈاکہ مارا

میں باز رہا ہر کچھ ہو۔" میں کالی ہار کے نزدیک پہنچا تو وہ صرا
کر بولا۔

"دیکھو زور تھما رہی ہوں کو مصلحتوں کے باوجود تمہاری
برادری کی داستان لکھ دی گئی ہے۔" کالی ہار نے فخر سے انداز
میں گردن جھکا کر ستم اکرین کی طرف دیکھا۔
مکر وہاں اکرین سادہ ہو چکی تھی۔ چار منٹ پہلے وہ کچھ
تھے۔ میرے راسل کے تھے ہر کرام کے صاحب سے یہ
پر کرام یہاں پر خود بخود مشت ڈاکہ مار رہا تھا۔
دیکھ کر اکرین پر کئی قسم کی طرح آیا ہوا میرا چھٹا تھا۔
کالی ہار کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ کچھ حیرت زدہ سا
تھا۔ اکرین کے اندر میرے پین نے اس کے دماغ کو بھی

انور سے میں پکڑ لیا تھا۔
روشنی زور تھی ہے اور اندر اس وقت۔ میں نے آنے
بڑھ کر ستم آکر کر کے اکرین دور با دور کر دیا۔
کالی ہار کی آنکھوں میں پہلے خوف کی جگہ فوجانہ چمک
تھی مگر اب کچھ حیرت زدہ تھیں۔ ٹھنکن تھا۔ اپنی راست میں
اس باجنت کے عمل میں فائن میں پکڑا تھا۔ میں نے اس کے قاتل
کو زوردار دیا جانتا تھا مگر میں نہیں جانتا تھا کہ وہ شعلان
اتنے سکون سے دیا ہے نہ سخت ہو۔ میں نے ذہنی کالی ہار
کے بال پکڑے اور اسے کھینچا ہوا مرکزی ستم کی اکرین
کے بال پکڑ دیک لے آیا۔ میں نے باہمی کے ساتھ کھانے
سے محروم نہیں رکھنا چاہتا تھا۔

☆☆☆

میں نے ستم آکر کر لیا تھا۔ وہاں اکرین پر کچھ دیر
پہلے کے حاضر نظر آ رہے تھے۔ خود بخود کھینچا ہوا مواد بے گئی
پر کرام کے مطابق اپنے ہدف پر خود بخود چلے کر رہے تھے۔
مگر یہ سادہ پاور کے بحری بیڑے پر نہیں بلکہ وہاں سے دس
میں دور سمندر میں آج آپ پر میرے دیے ہوئے
پر کرام کے عین مطابق کیے جا رہے تھے۔

کالی ہار کے پاس اپنی بصارت کی مضبوطی پر کوئی
تک یا باہم تھیں تھا۔ وہ آنکھیں پکڑ کر رات کا فائن تھیں جرت
سے ان تمام تر کھانڈوں پر یوں کچھ رہا تھا جیسے جاتی ہوئی
آنکھوں کوئی خواب کچھ ہوا۔

اصل میں میں نے اکرین کے حسن نے دیکھ لیا کہ کچھ
مرکزی ستم میں میری ہدایت کے مطابق عمل کیا تھا۔ اسکے
فوائد میں نے اصل پر کرام کی تبدیلی کے اختیار کو لاک
کر کے پاس ورنہ سادہ تہہ کی کر لیا تھا۔ میں پہلے ہی اس
پورے پر کرام کی ایک کالی تیار ہو چکا تھا جو بالکل اصل کی

چوہاٹ راج

ملک مسند درسیاست

قدرت کا دستور ہے جہاں انصاف کے تقاضے پورے نہ ہوتے ہوں... اور جہاں طاقت کے نشے میں لوگ خون کی بولی کھیلنے کے عادی ہوں... وہاں لازمی قدرت گنتی نہ کسی روپ میں قہر بن کر نازل ہوتی ہے... ایک معمولی بات پر جان لینے والے اس چودھری کے ادنی ملازم کا گھمنڈ بھی اسے لے ڈوبا جو بھول گیا تھا کہ زمین پر رہنے والی تمام طاقتیں عارضی اور کمزور ہیں اس اوپر والے کے آگے... وہ تو بھول گیا تھا لیکن ملک صفدر کے ہاتھوں لگنے والی اس دماغی چوٹ کے نتیجے میں اس کی گمشدہ یادداشت جب واپس آئی تو بہت دیر ہو چکی تھی۔

بزرگ مری پیر نے راج کی ساری باتیں

بے ضرورت لوگوں کے ذہان پر

ملک مری

آئی تھیں بیکہ دردمند بقول تھے لبہاں ہوسر باق۔

میں اپنے کمرے میں بزدلوں سے تھا کہ لڑنا نہ جاہلیت نے میرے پاس آکر اطلاع دی۔ ”ملک صاحب! اور کوچہ انوں میں بڑی خود لڑائی ہو گئی ہے۔“

”ہاں، میں نے برآمدے میں دو دروازہ اور دھڑکی حالت میں دیکھا ہے۔“ میں نے معتدل انداز میں کہا۔ ”کیا تم انکی کا ذکر کر رہے ہو؟“

”جی ملک صاحب!“ وہ اثبات میں کر دیا ہلے ہوئے بولا۔ ”میں انی نہیں پکڑا کرتا تھا لایا ہوں۔“

اپنی بات کے اختتام پر راشد نے مجھے بتایا کہ وہ معمول کے گشت پر تھا کہ تھکا ہوا سینڈ پراس نے دو کچھ انوں کو آگیاں میں بڑی طرح مار پیٹ کرتے دیکھا۔ راشد اور

دباں میں جو دو لوگوں کی مداخلت نے انہیں ایک دوسرے سے الگ کیا لیکن اس دوران میں وہ ایک۔ رے کو اچھا نما مجھ کو بھی تھی آخر آئے جن میں سے ایک تو معمول چل کر نقصان پہنچا چکے تھے۔ ہر حال، وہ ان دونوں کو پکڑ کر

لگتا ہے کچھ نہیں بولا یا شاید کچھ بولے ہو گئی تھیں۔

میں نے اپنے گچھ میں بزدلوں سے تھا کہ لڑنا نہ جاہلیت کے لوگوں کو ایک دوسرے کے پریشان میں ہاتھ دھانے کے لیے کسی عام سب کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ بس کچھ پانی پینے پلانے پر مجبور اور کچھ گھوڑا آگے بڑھانے پر مجبور۔

مرزین کرک میں گھبراہٹ سے پہلے کے تاریک دور میں یہ سب کچھ زیادہ عجیب محسوس نہیں ہوتا تھا لیکن آج کی مہذب اور ترقی یافتہ دنیا میں انسان نے اپنے انداز و اطوار

بہلے گھبراہٹ کی حکایت و روایت۔

ان شخص کی دلوراش تمہید کے بعد میں اصل واقعے کی طرف آتا ہوں۔

وہ موسم بہار کی ایک سہانی اور خوشوار صبح تھی۔ میں صبح معمول تھا مگر کھانے پہنچے تو میں نے برآمدے میں درجن بھر نوجوان صحت کو حق پایا۔ انکی افراد میں درود مجھ کو بھی تھی آخر آئے جن میں سے ایک تو معمول چل کر



سپنس ڈائجسٹ 98

”اب تم والیں اس بچے کو ۱۰۰ روپے کا نیکال رکھو۔“
 میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہنے کو چاہا۔
 ”بھروسہ رکھو کہ میں نے تمہارے شوہر کی شہریت کی
 گا میں تمہیں بتا دوں گا اور.....“
 نے ایک پھل سانس غبار کی ہوا میں اٹھائی اور میں
 اس کا ذکر کیا۔

”اس دوران میں اگر تمہیں کوئی بات ہے تو
 فوراً مجھے آگاہ کر دو گی۔“
 ”جی، میں سمجھ گئی۔“ وہ جلدی سے بولی۔
 ضروری ہدایات کے بعد میں نے اسے رخصت
 کر دیا۔

رضیہ کے جانے کے بعد میں فریڈ کی پراسرار کشش کی
 والے معاملے کو غور کرنے لگا۔ ابا کی آنکھوں میں تو یہ ضرور کا
 ہی ”کارنامہ“ لگتا تھا۔ جن دنوں قلمی جیب کا پھیلنا شروع ہوا،
 ضرور اور فریڈ کو پکڑ کر قہار نے لایا تھا جو مجھے ان دنوں کی
 فطرت اور حراغ میں زینت آسان کا فرق نظر آ رہا تھا۔ فریڈ
 ایک سیدھا سادہ اور سکھایا ہوا بندہ تھا۔ اس کی طبیعت میں
 ٹھہراؤ اور مضامین پایا جاتا تھا جبکہ ضرور کا انداز بہت ہی
 مجاز اور غرضی تھا۔ وہ چھوٹی فرمائشوں کے ہم قدر کو
 کوئی سورا بھٹاتا تھا۔ اس کی ایک ایک اداس خیر اور زور بکیر
 جھلکتا تھا۔

میں نے ان دونوں کے طبعیات کا بھی بغور جائزہ لیا
 تھا۔ ضرور چاہتے تھے کہ اپنی بددعا اور پیڑھے سے باز فریڈ
 نے جس طرح سے انداز میں اسے بھٹی لگائی تھی، اس سے ضرور
 کی ساری باتیں غائبی ناک کے راسخ لگتی تھیں۔ ضرور کا
 لہو بھان چہرہ خاصا ڈراؤنا اور صفت ناک ہو گیا تھا۔ میں نے
 جب اسے حوالہ میں بند کرنے کی دھمکی دی تو وہ لطف
 کے ساتھ عیاں ہو گیا تھا۔ اس امر میں مجھے کوئی شک نہیں کہ
 اس موقع پر ضرور کا نرم پر کر رہا یا انتہائی با محض اس لیے تھا
 کہ مجھے اسے حوالہ میں نہ ڈالوں ورنہ اس کی آنکھوں
 سے جھلکیں اسے صاف سے صاف چلا تھا کہ جب اس کا وقت
 آئے گا تو وہ فریڈ کو کوئی بڑا نقصان نہ پہنچائے گا۔

فریڈی حال اگر ضرور فریڈ کی پراسرار کشش میں
 لوث نہیں تھا تو پھر ایک ہی امکان باقی رہ جاتا تھا اور وہ
 امکان تھا کہ کوئی افسوس ناک واقعہ..... میں کھنکھان کر فریڈ کی
 خوشنکاح حاد کے کاٹھا ہو گیا ہو۔
 اسی کے کوڑھن میں رکھتے ہوئے میں نے فریڈ کی
 کتاب لیا۔

”جی، قانہ دار صاحب!“ وہ سر کو اٹھاتی جھٹکتی رہی
 ”جی، آپ پوچھیں گی۔“
 ”جی، وہ دن وہ دن تھا۔“

لی کے نام ضرور کوڑھن کی حالت میں میرے پاس لایا گیا تھا۔
 میں نے فریڈ سے لے لیا۔ ”ان دونوں نے ایک
 مونا باپا پر مار پیٹ کی تھی اور میں نے انہیں کچھ بجھا کر
 پالنے والے کو روک دیا تھا۔“ میں اس واقعے کا حکم ہے۔
 ”جی، قانہ دار صاحب! فریڈ نے مجھے ضرور کی زیادتی
 اور فتنہ آزدی کے بارے میں تفصیل سے بتایا تھا۔“ رضیہ
 نے کہا۔ ”میں نے فریڈ کو بجھا دیا تھا کہ وہ ضرور سے دور رہی
 رہے۔ ضرور کے بچے چھوٹی فرمائشوں کی طاقت ہے۔ ہم
 ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ فریڈ نے میرے شوہر سے
 پہل کرنا کا مجھے متاثر کیا۔“ میں نے اس کا جواب دیا۔

”ان دنوں میں اس کے گھر سے دور رہ کر رہا تھا اور اس نے ایسا کیا تھا۔“
 ”بات کے اختتام پر اس کی آواز غصہ کی ہوئی تھی۔
 ”جی، تم جتنی ہو کر فریڈ کی کشش میں ضرور کا ہاتھ
 پکڑ رہے“ میں نے استغناء کیا۔

”قنہ دار جی! میں نے کرنا نہیں تھا میں جانتا ہے اس
 لیے فریڈ کے کسی پر از کام کا ٹھیک نہیں ہے۔“ وہ
 ایک متوال اور محنت مند رویے کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔
 ”یہ ضرور ایک تیز رفتار اور کپڑے پر دافسان ہے۔ وہ کسی
 ناکامی کے رشتہ ہے۔ فریڈ نے جس طرح اس کی شکایت کی
 تھی وہ اسے بولنے والا نہیں۔“

”ہوں.....!“ میں نے ایک گہری سانس خارج
 کرتے ہوئے سوال کیا۔ ”تم لوگوں کے رشتے دار کہاں
 کہاں رہتے ہیں؟ میرا مطلب ہے کھڑے تارنگہ کے علاوہ؟“
 ”خافا آباد وہ پیر آباد، فریڈ وہ کال اور جلال پور جتان
 فرمائش دار سے رشتے دار ہیں۔“ رضیہ نے جواب دیا۔
 ”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ضرور تمہیں بتائے بغیر کسی
 رشتے دار سے مل چلا گیا ہو؟“ میں نے ایک قوی امکان کی
 جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
 ”ابا! یہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ قانہ دار صاحب!“ وہ معتدل
 آواز میں بولی۔ ”فریڈ جب بھی کہیں جاتا ہوتا تھا، وہ ایک
 ”سان پیک“ ہی تھے۔ بتا دیا کرتا تھا۔“

”جیک ہے۔“ میں نے رسائی سے بھرے لہجے میں
 ”جی، تانہ فریڈ کی کسی سے کوئی دشمنی تو نہیں تھی؟“
 ”نہیں جی۔“ اس نے نفی میں کر دیا تھا۔
 کتاب لیا۔

صرف اس کی گردن میں پڑے ہوئے چھوٹی فرمائشوں کی
 سر کی گھونڈا زنگ کرنا کا ارادہ رکھتا تھا۔ یہ کام سے قیہ کے
 بنائی ہو گیا تھا۔ لہذا میں نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔
 ☆☆☆☆

فریڈ اور ضرور کے دست و گریبان ہونے والا واقعہ
 اتنا اہم نہیں تھا کہ میں اسے یاد رکھتا ہوں۔ واقعات کی
 بازگشت ان کی یاد کو تازہ کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔ اس
 معاملے میں بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔

کا نہیں راہد احمد چارپیل کی طرح ان دونوں کو پکڑ
 کر میرے پاس لایا تھا اور سات اپریل کی صبح فریڈ کی بیوی
 رضیہ، گاؤں کے دو افراد کے ساتھ قہار نے آئی تھی۔ وہ اپنے
 گمشدہ خاندان کو رپورٹ درج کرانے آئی تھی۔ میں نے
 رضیہ کو فریڈ کے گھر سے ملایا۔

رضیہ کی عمر تیس سال تھی۔ وہ ایک فریڈ کا تمام، کوئی
 جتنی عورت تھی۔ رضیہ کے ساتھ آنے والے اس کے بڑوں
 تھے جو اس وقت باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے قہار نے
 موجب قلم تارنگہ میں مل کے قہار نے پشال میں واقع تھا۔
 وہ لوگ ایک تارنگہ پر سوار ہو کر قہار نے پہنچے تھے لیکن وہ تارنگہ
 فریڈ کا گھر نہیں تھا۔

میرے استغناء پر رضیہ نے گونہ کرنا شروع کیا۔
 ”قنہ دار صاحب! فریڈ وہ دن انداز میں ہونے سے پہلے گھر
 آیا کرتا تھا مگر وہ پہلی رات والیں نہیں آیا۔ میں پوری
 رات پریشان ہو رہی اور اس کے انتظار میں رہی تھی۔
 تنہا بچے فریڈ کے گھر والیں نہ آنے پر بہت گھبر
 تھی۔ جب صبح تک فریڈ کی کوئی خبر نہیں ملی تو میرے
 پڑوسیوں نے مجھے مشورہ دیا کہ قہار نے جا کر اس واقعے کی
 فورا رپورٹ درج کرانا چاہیے۔ میں اسی لیے آپ کے
 پاس آئی ہوں۔“

”میرے پاس آ کر تم نے بہت اچھا کیا ہے رضیہ۔“
 پوری وجہ سے اس کی پیچا پیچ کے بعد میں نے گہری تنقید کی
 سے کہا۔ ”میں نہ صرف فریڈ کی کشش کی رپورٹ درج
 کروں گا بلکہ اسے جلد از جلد با زیاپ کرنا بھی میری ذمہ
 داری ہے لیکن اس کے لیے مجھ میں تعاون نہ ہوگا۔“
 اس نے انھیں زور لہجے میں پوچھا۔ ”کس قسم کا
 تعاون قانہ دار صاحب!“

”بس، میں تم سے جو بھی سوال کروں.....“ میں نے
 رضیہ کے ہتے ہوئے چہرے پر نگاہ بھرا کر کہا۔ ”مجھے اس کا
 درست جواب چاہیے۔ میری بات سمجھ رہی ہوتی ہے۔“
 100 نومبر 2023

خان بھول گیا تھا۔ اسے بالکل معلوم نہیں تھا کہ میں اس سے بھی
 کہیں زیادہ بڑے اور بددعا باز فرمائشوں کو اپنے قدموں میں
 جکھا کر چلا چکا ہوں۔

”تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے کہ اس وقت تم کہاں
 کھڑے ہو؟“ میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
 کر فٹ لہجے میں سوال کیا۔ ”اور کس سے بات کر رہے ہو؟“
 ”یقیناً نہ ہے اور آپ یہاں کے انخارج ہیں۔“ اس
 نے فریڈ سے لہجے میں جواب دیا۔ ”لیکن آپ نے میرے
 ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اب یہ کام مجھے خود ہی کرنا ہوگا۔“
 ”تو تم مجھے تانوں کھانے کے؟“ میں نے اس کے گال
 پر ایک زنگ لے کر چھڑ پیر کرتے ہوئے خالص قنہ دارانہ
 انداز میں کہا۔ ”جیک ہے، میں تمہیں کچھ لیتا ہوں۔“

ایک تو وہ چارواں زور در تھا۔ اس پر میری جتنی آواز بھی
 بلند نہ تھی لہذا ”مختصری“ کا ورد ”کی“ کے نتیجے میں جلال
 میرے کمرے میں آ گیا اور ”مختصری“ کا ورد ”کی“ کے نتیجے میں
 ”لاور حسن!“ میں نے حوالہ کو مخاطب کرتے
 ہوئے حکمانہ انداز میں کہا۔ ”اس چودھری فرمائشوں کے
 خاص آدمی کو حوالہ میں بند کرو۔“ میرا فیصلہ اس کے لیے
 قابل قبول نہیں ہے۔ پتہ چاؤں دارا سہانہ بن کر رہے گا
 تو اس کا داغ ٹھیک ہو جائے گا۔“ پھر میں نے فریڈ کی
 طرف دیکھتے ہوئے ان الفاظ میں اضافہ کر دیا۔

”تم اچھے گھر جاؤ اور قہار تارنگہ کے چودھری
 فرمائشوں کو بتا دو کہ اس کا پالتو اس وقت میری کسٹھی
 میں ہے اور میں اسے تیرا دار بنانے کے بعد اس کے حوالے
 کر دوں گا۔“

حوالہ دار اور حسن جیسے ہی ضروری طرف بڑھا، اس
 کا چہرہ خستہ ہو گیا۔ چند لمبے پہلے تک اس کے اعزاز و اطوار
 میں جو ان کو فخر تھا، وہ میرے ایک ہی دیکھے اور
 کرارے علمائے ہوا ہو گئی تھی۔
 ”قنہ دار صاحب!“ وہ منت رہنے لہجے میں بولا۔
 ”آپ تو خود خوار ہوئے تھے؟“ میں نے آپ کو جیتنے کے
 میں وہی کروں گا۔ میں آپ مجھے قید کر دیں۔ میں آپ کی
 ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔“

”کچھ کہہ رہے ہو؟“ میں نے پوچھا۔
 ”میرا آج بچہ سرکار!“ وہ اپنے دونوں کانوں کو
 ہاتھ لگا رہے ہوئے بولا۔ ”میری تو یہ جو آپ کے حکم سے
 ڈرا سا مٹی اور تھر تھر ہونے لگی۔“
 ضرور کو حوالہ میں بند کرنا میرا مقصد نہیں تھا۔ میں تو
 سنسن ڈائجسٹ 100 نومبر 2023

سید داود

”رہبان واقع ہوئی تھی اور اس کی ہلاکت کا سبب میرے سامنے والے جسے کھینچنے والی وہی خوراک چھوڑ کر کے اس پر نصیب کی گھوڑے کی گھونچا کر رکھا تھا۔“

”کھس کر جب تک اس بندے کی شناخت نہیں ہو جاتی، براے ہوئی لاش اور اپنا حال کے سرخشاہ میں رکھا جائے۔“

”اپنا حال پہنچانے کا بندہ دست کیا پھر حوالدار کو لے کر اپنے کمرے میں پہنچا۔“

”گھوڑی مڑیہ جیت اور کھیل سادھ علی ایچی مشن سے واپس نہیں آئے ایک صاحب“ حوالدار نے اختلاف اچیز بچے میں بتایا۔ ”یہاں میں نے آپ کا کام کر دیا ہے۔“

”کون سا کام؟“

حوالدار نے بے ساختہ ہیرے منہ سے نکالا۔

”کمال ہے کلک صاحب! آپ اتنی جلدی کیے ہوئے تھے؟“

”اس نے کہا۔“ لائبریر ہانے سے پہلے آپ نے میرے ذمے ایک کام لگایا تھا..... حوالدار کی پتلی اور گوشہ فریڈ کے خفیہ معاملات کا سراغ لگا تھا۔“

”اچھا وہ!“

”میں نے جلدی سے کہا۔“ میں بولا

استے ایک مہار کے جوئے بھول سکے ہوں۔ ”راہل جیٹم نے اس کا ذکر کیا تو اس وقت حوالدار کی اور طرف تھا۔

”خیر.....“ ڈیوڈ کو رک رکھیں۔ ایک گہری سانس لیا اور کہا۔

”تو بتاؤ، اندر کی کیا پورٹ ہے؟“

”پورٹ تو ایک دم پچی ہے کلک صاحب!“ وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”جین اس میں وہاں کے دستکار کی رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔“

”اس کا کیا مطلب ہوا ڈیوڈ؟“ میں نے

”بھن زون لہجے میں در پافت کیا۔“

”اس امر کی تصدیق تو ہو گئی ہے کہ حوالدار کی جین پتلی اور فریڈ کے بارے میں کوک مشن خیر اور مشکوک خاللات رکھتے تھے۔“ وہ وضاحت کرتے ہوئے بولا۔

”یہاں ان میں سے اکثر رائے یہ ہے کہ فریڈ میں ایک حوالدار کی پتلی اس معاملے میں زیادہ ملوث ہے۔“

”تو تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ حوالدار کی پتلی فریڈ میں دھکی رکھی ہے؟“ میں نے تصدیق طلب کر کے حوالدار کی طرف دیکھا۔ ”اور فریڈ اس کی طرف کھینچیں گے؟“

”جی ہاں، ڈیوڈ والوں کی اکثریت انہی خیالات کی حامل ہے۔“

”پوسٹ ایلم شہر لاش کو، پوسٹ ایلم شہر میں نہیں رکھ سکتے۔“

”میں کی حدت اس کا حشر خراب کر دے گی اور ہارے قاتل کی شناخت میں ہاروری بد پوچھل جائے گی۔“

”ہاں، خیال میں اسے، واپس اپنا حال پہنچانا ہوگا۔ وہاں کے پڑے پڑے میں یہ کھینچنے پر نہ ہونے والا ہے۔“

”ہاں، والی وارث سامنے آئے گا تو ہم اسے اپنا حال سے نکالیں گے۔“

”میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کلک صاحب!“

حوالدار نے پتلی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ”اس لاش کو اپنا حال میں ہی رہتا چاہیے۔ باقی میرے خیال میں فی الحال کسی فوڈ کمر انر کو لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”میں کچھ سمجھا نہیں۔“ میں نے حوالہ نظر سے حوالدار کی طرف دیکھا۔

”آپ پوسٹ ایلم کی ابتدائی رپورٹ والا لٹاف کوں کر سکتے ہیں۔“ وہ پڑھتی انداز میں بولا۔ ”آپ کو آپ کے حوالہ کا جواب دیا جائے گا۔“

”میں نے ڈیوڈ لٹاف نے کوکھول لیا۔ اس میں پوسٹ ایلم، پورٹ کے علاوہ حوالدار کے پتھرے کے تین فوڈ کمر انر بھی موجود تھے جو کہ پورٹ ایلم کے کمرے کی مدد سے بنائے گئے تھے۔ ایسے کمرے فوڈ کی تصاویر پر تیار کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ میں نے حوالدار کی طرف دیکھے ہوئے حیرت بھرتے لہجے میں استفسار کیا۔

”اپنا حال والوں نے سیروس کب سے دینا شروع کیا ہے؟“

”ایم کی کوئی بات نہیں ہے کلک صاحب!“ حوالدار نے حوالدار انداز میں بتایا۔ ”دراصل وہاں ایک ڈاکٹر کا کئی روٹ آیا ہوا تھا جو باہر کے کسی کلک سے ایک ہالوئڈ کیمرا لے کر آیا تھا۔ ڈاکٹر اور اس بندے میں فوڈ کمر انر پر بات ہو رہی تھی۔ اسی وقت کا پتلی حوالدار کی حوالہ دہی لے کر اپنا حال پہنچا۔ پس، ڈاکٹر کے اس فوڈ کمر انر پر ”ست نہ اس اپنی حوالدار کے چہرے کی بھی تین تصاویر بنائیں۔ یہ ساری باتیں مجھے لاش کے ساتھ آنے والے اہمال کا خلاف کے ایک بندے نے بتائی تھیں۔“

”بہت خوب۔“ میں نے سرسری انداز میں کہا اور ہنس دہرائی ابتدائی رپورٹ کا مطالعہ کرنے لگا۔

”اس رپورٹ کے مطابق اس نامعلوم حوالدار کی موت ہوا۔“

”میں نے سیروس کی درمیانی رات چھ سے نو بجے کے

کا مظاہرہ کرتے ہوئے ذیل دارورڈ کے دکان داروں اور اس رورڈ سے متصل رہائشی علاقے میں رہنے والے چھاپے افرار کا تصدیق کیا جو رہائشی علاقے کے بچے کو ہارنے تھے۔

”میں نے ان لوگوں سے درجنوں سوالات کر ڈیالے اور کوئی بھی اس نامعلوم حوالدار کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا جس کی کوئی چیز میں، میں اپنے علاقے سے نکل کر لاہور پہنچا تھا۔“

”اس پر علی یا میرے بتائے ہوئے جیسے جیسے کوئی آدمی اس علاقے میں نہیں رہتا تھا۔ اب ایک ہی بات مجھے پتلی آ رہی تھی کہ کسی شاعر محض نے مجھے گمراہ کرنے اور میری طبیعت کا رخ موڑنے کے لیے ہوا چال چلی تھی۔

”میں نے اسے ایس آئی کا حکم یہ ادا کیا، لاہور کو الوداعی سلام کہا اور بس میں سوار ہو کر لاہور سے اپنے قاتل کی سمت روانہ ہو گیا۔“

”راہتے میرا اذکار مختلف قسم کے خیالات آنا لگا جاتا رہا۔“

”آکر وہ نامعلوم حوالدار لائبریر کے علاقے انچھوڑے تعلق نہیں رکھتا تو پھر اس کی جیب میں وہ تکی اپنی پتلی والا پیرچہ کپڑوں رکھا گیا تھا؟ حوالدار آخر ہے کون اور کس محض اقلیت کھس نے اسے اتنی پیروری سے موت کے کھاتے اتار دیا تھا اور..... اور اس کی لاش کو فریڈ کے اگلے ہوئے تانے کے نزدیک چھوڑنے کا مقصد کیا تھا؟ سیدھے حوالدار کے حوالدار کے مطابق اس نے حوالدار فریڈ کے تانے میں بیٹھا دیکھا تھا۔“

”ظاہر ہے فریڈ اسے ایک سوار کی حیثیت سے اپنے تانے میں جگا کر اس طرف لایا تھا مگر فریڈ طلب بات یہ کبھی فریڈ اور اس کا گھوڑا کہاں غائب ہو گیا تھا؟ کیا اس سارے قصہ راک کے پیچھے حوالدار کا خفیہ ہاتھ تھا؟“

”میں انہی سوچوں میں رہتا تھا۔ اس وقت تک اپنی حوالدار کی پتلی اپنے قاتل کے پیچھے کیا۔ اس وقت تک اپنی حوالدار کی پتلی ہارڈ شہر لاش تھا۔“

”ایک صاحب! میں نے کاغذات پر دستخط کر کے پتلی لاش وصول کر لی ہے۔“ حوالدار نے مجھے اپنی کارکردگی سے آگاہ کر دے ہوئے بتایا۔ ”بانی کا کام چھپ چکے ہیں۔“

”اس بندے کا اس ایڈریس سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے جو اس کی جیب سے برآمد ہوا تھا۔“ میں نے ایک پوچھل سانس غماز کرتے ہوئے کہا۔ ”میرا لاہور والا دورہ بے فائدہ ثابت ہوا ہے۔ کسی فوڈ کمر انر پر لاش کی تصاویر بنوانا ہوں گی تاکہ اس نامعلوم حوالدار کی شناخت اور تلاش کی ہم کا آغاز کیا جائے اور.....“

”حالی توقف کر کے میں نے ایک گہری سانس لیا پھر ان الفاظ میں اسناخت کر دیا۔

”جوشیٹ راج کا دستخط ہو گیا۔“

”ہاں، دو تین لوگوں سے میری سلام دعا ہے۔“ اس نے جواب دیا۔ ”آپ کچھ بریں جناب! کا کام کیا ہے؟“

”میں نے سیدھے حوالدار کی زبانی سے فریڈ اور حوالدار کی پتلی کے بارے میں حوالدار کو تصدیق دیتا ہوا، آخر میں کہا۔

”میں اس خبر کی تصدیق یا تردید چاہتا ہوں اور وہ بھی پکی رپورٹ کی شکل میں۔“

”مجھ کی جناب!“ وہ مسخ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”آپ کی دائیں سے پہلے کا ہم جہانے کلک صاحب!“

”میں مطمئن ہو کر قاتل سے کھلا اور بس اسٹاپ سے“

”یہ خاتون انچھوڑت“ کی ایک گہری سانس میں پتھر کر لاہور کی جانب روانہ ہو گیا۔

”میرے قاتل سے لاہور کے لائبریر کے ایک ملک ڈیڈ کے کھینچنے کا سزا تھا۔ اس زمانے میں لاہور میں ایک ہی بڑا لائبریر ڈاکٹر تھا جو ”ہادی باغ“ کہلاتا تھا۔ آج کل تو کسی ایک لائبریر، دکن، کوٹھ اور دوسری نوعیت کی لائبریر پورٹ کے لیے الگ الگ اڈے بن گئے تھے۔

”انچھوڑت کی آبادی میں مناسف کے ساتھ ہی ان کی روزمرہ کی ضروریات اور ذرائع آمد رفت میں بھی روز افزوں اضافہ ہوا ہے اور کوئی حیرت کی بات ہرگز نہیں کہیں کہ.....

”اس طرح تو ہوتا ہے، اس طرح کے کاموں میں۔“

”پس پتھر کر لاہور کا پہنچا۔ اس آفس میں موجود مختلف پوسٹ آفیسروں نے اپنی آمد کی غرض و غایت سے آگاہ کیا تو انہوں نے ایک ایک اس آفس کو میرے ساتھ لگا دیا۔

”انچھوڑت میں ہی رہے بعد ہم دونوں انچھوڑت میں تھے۔

”انچھوڑت کا علاقہ ان دونوں انچھوڑت اور گجرات آبادی میں ہوا کرتا تھا جیسا اب دیکھنے کو ملتا ہے۔ ہم انچھوڑت کے حوالدار سے ہوتے ہوئے ذیلی دارورڈ پر آ گئے۔ ذیلی دارورڈ درحقیقت ایک چیز ہی تھی جس کی دونوں جانب مختلف قسم کی دکانیں تھیں اور ان دکانوں کے مقصد میں رہائشی علاقہ تھا۔“

”نامعلوم حوالدار کی جیب میں سے مجھے جو چھاپا تھا، اس پر لکھا ہوا تھا۔ ”اسپر علی، ذیلی دارورڈ، انچھوڑت، لاہور“

”اس کے علاوہ میں اس اپنی کے قند کا خوراک جیسے کے بارے میں معلومات نہ رکھتا تھا۔

”میرے ساتھ آنے والے اس آفس نے حوالدار کی

”ہاں، دو تین لوگوں سے میری سلام دعا ہے۔“ اس نے جواب دیا۔ ”آپ کچھ بریں جناب! کا کام کیا ہے؟“

”میں نے سیدھے حوالدار کی زبانی سے فریڈ اور حوالدار کی پتلی کے بارے میں حوالدار کو تصدیق دیتا ہوا، آخر میں کہا۔

”میں اس خبر کی تصدیق یا تردید چاہتا ہوں اور وہ بھی پکی رپورٹ کی شکل میں۔“

”مجھ کی جناب!“ وہ مسخ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”آپ کی دائیں سے پہلے کا ہم جہانے کلک صاحب!“

”میں مطمئن ہو کر قاتل سے کھلا اور بس اسٹاپ سے“

”یہ خاتون انچھوڑت“ کی ایک گہری سانس میں پتھر کر لاہور کی جانب روانہ ہو گیا۔

”میرے قاتل سے لاہور کے لائبریر کے ایک ملک ڈیڈ کے کھینچنے کا سزا تھا۔ اس زمانے میں لاہور میں ایک ہی بڑا لائبریر ڈاکٹر تھا جو ”ہادی باغ“ کہلاتا تھا۔ آج کل تو کسی ایک لائبریر، دکن، کوٹھ اور دوسری نوعیت کی لائبریر پورٹ کے لیے الگ الگ اڈے بن گئے تھے۔

”انچھوڑت کی آبادی میں مناسف کے ساتھ ہی ان کی روزمرہ کی ضروریات اور ذرائع آمد رفت میں بھی روز افزوں اضافہ ہوا ہے اور کوئی حیرت کی بات ہرگز نہیں کہیں کہ.....

”اس طرح تو ہوتا ہے، اس طرح کے کاموں میں۔“

”پس پتھر کر لاہور کا پہنچا۔ اس آفس میں موجود مختلف پوسٹ آفیسروں نے اپنی آمد کی غرض و غایت سے آگاہ کیا تو انہوں نے ایک ایک اس آفس کو میرے ساتھ لگا دیا۔

”انچھوڑت میں ہی رہے بعد ہم دونوں انچھوڑت میں تھے۔

”انچھوڑت کا علاقہ ان دونوں انچھوڑت اور گجرات آبادی میں ہوا کرتا تھا جیسا اب دیکھنے کو ملتا ہے۔ ہم انچھوڑت کے حوالدار سے ہوتے ہوئے ذیلی دارورڈ پر آ گئے۔ ذیلی دارورڈ درحقیقت ایک چیز ہی تھی جس کی دونوں جانب مختلف قسم کی دکانیں تھیں اور ان دکانوں کے مقصد میں رہائشی علاقہ تھا۔“

”نامعلوم حوالدار کی جیب میں سے مجھے جو چھاپا تھا، اس پر لکھا ہوا تھا۔ ”اسپر علی، ذیلی دارورڈ، انچھوڑت، لاہور“

”اس کے علاوہ میں اس اپنی کے قند کا خوراک جیسے کے بارے میں معلومات نہ رکھتا تھا۔

”میرے ساتھ آنے والے اس آفس نے حوالدار کی

”جوشیٹ راج کا دستخط ہو گیا۔“

”ہاں، دو تین لوگوں سے میری سلام دعا ہے۔“ اس نے جواب دیا۔ ”آپ کچھ بریں جناب! کا کام کیا ہے؟“

”میں نے سیدھے حوالدار کی زبانی سے فریڈ اور حوالدار کی پتلی کے بارے میں حوالدار کو تصدیق دیتا ہوا، آخر میں کہا۔

”میں اس خبر کی تصدیق یا تردید چاہتا ہوں اور وہ بھی پکی رپورٹ کی شکل میں۔“

”مجھ کی جناب!“ وہ مسخ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”آپ کی دائیں سے پہلے کا ہم جہانے کلک صاحب!“

”میں مطمئن ہو کر قاتل سے کھلا اور بس اسٹاپ سے“

”یہ خاتون انچھوڑت“ کی ایک گہری سانس میں پتھر کر لاہور کی جانب روانہ ہو گیا۔

”میرے قاتل سے لاہور کے لائبریر کے ایک ملک ڈیڈ کے کھینچنے کا سزا تھا۔ اس زمانے میں لاہور میں ایک ہی بڑا لائبریر ڈاکٹر تھا جو ”ہادی باغ“ کہلاتا تھا۔ آج کل تو کسی ایک لائبریر، دکن، کوٹھ اور دوسری نوعیت کی لائبریر پورٹ کے لیے الگ الگ اڈے بن گئے تھے۔

”انچھوڑت کی آبادی میں مناسف کے ساتھ ہی ان کی روزمرہ کی ضروریات اور ذرائع آمد رفت میں بھی روز افزوں اضافہ ہوا ہے اور کوئی حیرت کی بات ہرگز نہیں کہیں کہ.....

”اس طرح تو ہوتا ہے، اس طرح کے کاموں میں۔“

”پس پتھر کر لاہور کا پہنچا۔ اس آفس میں موجود مختلف پوسٹ آفیسروں نے اپنی آمد کی غرض و غایت سے آگاہ کیا تو انہوں نے ایک ایک اس آفس کو میرے ساتھ لگا دیا۔

”انچھوڑت میں ہی رہے بعد ہم دونوں انچھوڑت میں تھے۔

”انچھوڑت کا علاقہ ان دونوں انچھوڑت اور گجرات آبادی میں ہوا کرتا تھا جیسا اب دیکھنے کو ملتا ہے۔ ہم انچھوڑت کے حوالدار سے ہوتے ہوئے ذیلی دارورڈ پر آ گئے۔ ذیلی دارورڈ درحقیقت ایک چیز ہی تھی جس کی دونوں جانب مختلف قسم کی دکانیں تھیں اور ان دکانوں کے مقصد میں رہائشی علاقہ تھا۔“

کرم آباد کی بجھتا رہتا ہے۔" وہ بخائی دین میں غصہ لگائی ہوئی تھی۔ "آپ جانتے تو کرم آباد کے بارے میں ضرور کچھ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔"

"شک ہے۔ میں ضرور بات کر دیاں گا۔" میں نے سرکاری انداز میں کہا مگر پھر بولیا۔ "کیا تمہیں پتا ہے کہ فریڈا اپنے دوست سے بہت کچھ لگتی تھی سوار کی ٹھالی کرتا تھا۔ میرا مطلب ہے کلیر تارا کچھ سے موز عدالت تک والے دوست کے علاوہ؟"

"ہاں، کئی بھاریا بھی ہو جاتا تھا کہ وہ سارا کی کوئی سوار کی اپنے تھے میں بخائی تو کچھ جان لیا سی وقت ہوتا تھا جب تارا سام آہٹ مٹی کو کوئی ایک سوار کی نہیں بانے کے لیے پورا تھا کہ اسے پر لے۔"

"میں 'سام' تھا۔" کا مطلب اب بھی طرح بھتاتوں رہیہ۔ "میں نے مستقل انداز میں کہا۔" دوڑ کی شام بھی کچھ ایسا ہی ہوتا تھا۔"

"دوسرا نظریہ مجھے کتنے تھی۔" میں نے نہیں بتایا ہے کہ فریڈا کے ہاؤس میں اگلے ہوئے تھے کے نزدیک مجھے ایک ایسی شخص کی لاش بھی ملی ہے۔" میں نے کچھ سے ہوئے لچھے میں کہا۔

"اس بندے کو فریڈا نے چوہا بیل کی شام میں اسٹینڈنٹ ٹاٹا اسٹینڈنٹ اٹھایا تھا۔ یہیں نے پتا چلایا ہے کہ اس شخص نے سالم کا ٹاٹا کیا تھا۔" میں نے سر جرجنٹان سے حاصل ہوئے والی معلومات کی روشنی میں کہا۔ "اور وہ سوار کی فریڈا کے دوستانہ کے اوٹ سے بہت کچھ۔ فریڈا کا موزیکل سے کھڑکڑہانے والی جی بڑک پر جی بڑک اور ایک بھگ ایک فریڈا اس رات سے پائے جانے کے بعد وہ حادثہ پیش آیا تھا۔" کھائی توقف کر کے میں نے ایک آسودہ سانس غار ج کی پھر اپنی تھوکی کی ایک پولو بڑو فریڈا کو کھانے کے بعد ان الفاظ میں انا کو روڑا۔

"یہ ہے وہ پرنسپل تھوکی جس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی غرض سے میں لانا ہوئی تھی کیا تھا مگر یہ کام ہوئیں سکا۔ پام اس بڑے کے بارے میں کچھ جانتی ہوں۔"

اس نے غور گزارہ تصویر کو دیکھا ہوئی میں کمران بلائے ہوئے بولی۔ "نہیں جی میں نے اس بڑے کو کئی کئی دیکھا۔"

ہمارے درمیان مزید چند منٹ تک کھنگھولنا ہی ہوئی میں نے سلی، والے اور ہدایات کے ساتھ فریڈا کو

سینس فاٹجسٹ 111 نومبر 2023

فریڈا ہے اور فریڈا سے درخشا رہتا ہے اسی لیے وہ فریڈا کا رنگ بنایا ہے۔

"جی..... یہ بات میں بھی سمجھتی ہوں۔" وہ ثابت میں کمران بلائے ہوئے بولی۔ "مصدر ایک تھی اور وہی انا ہے۔ اسے اپنا ذاتی علاج کرانا چاہیے اور اس کے ساتھ ہی رہنا۔ وہ بھی جی میں نے اسے ضرورت ہے۔ یہ کام تو نہیں کرنا۔" مصدر اس کا جواز خدا ہے۔ اپنی بیوی کو کھانا دینا کہہ دیا کہ اسے ادارہ ہے۔"

"تم اگلے شیک کمرہ ہی ہو۔" میں نے مستقل انداز میں کہا مگر سارا کی۔ "مصدر آج کل کھانا کھاتی ہیں ہے باگاس میں کئی باگیاں ہوا ہے۔"

"اس نے کہاں جاتا ہے جی۔ وہ مشغول گاؤں میں تھا۔" وہ جیڑا کی سے بولی۔ "پھر وہی فرمان علی کی بیٹی کو اس کے ساتھ لے جاتا اور وہاں لانا ہی کے ذمے ہے۔ اس کے ساتھ میں چوہری کی اور پھر سارا نہیں کرتا۔"

"فریڈا تم نے مجھے بتایا تھا کہ تمہارا بھتیجی تم کو کون کے زیادہ تر رشتے دار حافظ آباد و زیر آباد و دیگر وہاں اور حال پر جتان دفتر میں ہیں۔" میں نے اس کی آغوش میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "اپنا ان رشتے داروں میں سے کون سی کی شخص نہیں ہے؟"

"چند سوچنے کے بعد اس نے نفی میں کمران بلائے۔" "نہیں جی۔" "لگتا تارا کچھ سے پانچ میل جنوب مشرق میں موضع کرم آباد ہے۔" میں نے پرنسپل اس کی آغوش میں جاتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا تمہارا وہاں جاتا ہوتا ہے؟ کیا فریڈا کو موضع کرم آباد کو دیکھنا کو جانتے ہو؟"

"نہیں جی۔" وہ ایک مرتبہ پھر کمران جیڑا میں دیتے ہوئے بولی۔ "میں کوئی وہاں نہیں جاتی اور میرا خیال ہے فریڈا کی بھی اور وہاں نہیں ہوا۔ دیکھے کرم آباد کے بارے میں پھر فریڈا کی کونسی کہ فریڈا یہ بہت بڑا شہر ہے۔"

"پھر فریڈا کی کونسی ہیں؟" میں نے پوچھے ہوئے لکھنا استفسار کیا۔

"فریڈا جی، افران علی کا بھتیجہ بھائی فضاخان علی بڑا کامیاب تاجر ہے۔" فریڈا نے انکشافیہ انداز میں لکھنا۔

"بھائیو بات ہے۔" میں نے بڑی سادگی سے کہا لکھنا فریڈا کے ساتھ کمران جی سا۔

سینس فاٹجسٹ 111 نومبر 2023

سے بھی زیادہ اہم خبروں کے ساتھ آپ سے ملاقات کروں گا آپ مجھ پر بھروسہ رکھیں جناب۔"

میں نے اثبات میں سر ہلانے پر انکشاف کیا تھا۔ اور آج صبح جتنی فزیرا پر کول جب میں جیڑا ہو کر تھکا ہوا تھا تو والد نے مجھے بتایا کہ سارا کی کو کھوئی ہوئی ہو کر تھکا ہوا سوار ہو کر نماز فجر کے بعد اپنی کم پر روانہ ہو چکے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد شہر فریڈا کی سرورہ ہری رہیہ مجھ سے ملنے لگی۔ میں نے فریڈا سے کہا کہ میں نے اسے سوار پر لے کر رکھی۔

میں نے غصہ کرکے صبح انداز میں تازہ ترین صورتحال اس کے کوئل نزار کی پھر شاکا لکھنے میں استفسار کیا۔

"فریڈا اس روز تم نے مجھے فریڈا اور مصدر کی بیوی والے معاملے کے بارے میں کدیں نہیں بتایا تھا؟"

"مگر واقعی کوئی معاملہ ہوتا تو میں ضرور رشتہ جاتی قضاہ دار صاحب۔" وہ دم لچھے میں بولی۔

"نواہن میں؟"

"بات دراصل یہ ہے قضاہ دار جی۔" وہ ایک غمزہ سانس خارج کرتے ہوئے سیاہ آواز میں گویا ہوئی۔ "اس معاملے میں فریڈا کو کوئی تصویر نہیں بلکہ فریڈا جی اس پر برائی ہوئی ہے۔"

"کون فریڈا؟" میں نے اضطرابی لچھے میں سوال کیا۔

"میں مصدر کی مگر والد، خوبصورت جڑیل فریڈا کی بات کر رہی ہوں جی۔" وہ براسات بناتے ہوئے بولی۔

سینس فاٹجسٹ 110 نومبر 2023

"پرنسپل ڈیڑا پورٹ کے مطابق اس نامعلوم شخص کی موت پچھلے سال کی رات تھا اور فریڈا کے درمیان واقع ہوئی تھی۔ ہمیں اس کی لاش اگلے روز جتنی سات لبریل کی سپر میں ملی ہے۔ جابہ وقوعہ سے کھڑکڑاہا نہیں جس میں شاکا لکھوڑے پر جو کئی بھی سوار تھا، وہ رات کی تازہ جیڑا میں کھڑکڑہانے والے درمیان اور کچھ راتے سے سرخ کرنے کا رنگ نہیں لے سکا لہذا ہمیں اپنی توجہ کو موضع کرم آباد پر مرکوز کر دینا چاہیے۔" کھائی توقف کر کے میں نے ایک بھول سانس خارج کی پھر اپنی بیوی اور کمران جیڑا میں سے نامعلوم شخص کے چہرے کی ایک پولو بڑو فریڈا کو کھوئی کی طرف بڑھتا ہوا ہوئے ان الفاظ میں انا کو روڑا۔

"اسے تم اپنے پاس رکھ لو۔" ہسپتال والوں کی ہمراہی سے یہ تصویر ہم تک پہنچی ہے۔

"یہ کس کی فوٹو ہے لکھ صاحب۔" میری بات پوری ہونے سے پہلے وہ بول اٹھا۔

"یہ اسی نامعلوم شخص کی تصویر ہے جس کی لاش جابہ واردات پر پڑی تھی۔" بدقسمتی سے ابھی تک اس بندے کی شناخت نہیں ہوئی مگر حالانکہ اسی کے پھر میں، میں لاہور یا تارا بھی کر آیا ہوں۔" میں نے لہجہ میں شہر سے ہوئے لچھے میں جناب کیا۔ "تم کھائی کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی اپنے ادمورے میں آگئی تھی۔" تم دونوں ہوجاؤ کہ لکھ صاحب کی تھار کے ساتھ جابہ کھانے کے بعد میں نے دیکھا کہ شریں کی دست کھراٹھا کچے ہو۔ اب اس کے آگے معاملہ لکھنا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرا ایک میں تک کر کے کا تباہ کرنے کے بعد ہمیں کرم آباد کی طرف جانے والے رات سے پڑنا پڑے گا۔ ابھی تک جو حالات سامنے آئے ہیں، وہ تو واقعی خائب اشارہ کر رہے ہیں۔ تم موضع کرم آباد کے لوگوں کو نامعلوم شخص کی فوٹو دکھا کر اس کے بارے میں پوچھنا چاہو۔ ایک بار اس پرنسپل کی شناخت ہو جائے تو پھر فریڈا اور اس کے لاپا کے ٹھوڑے۔" وہ گھڑا تو اس لاپا نہیں رہا۔" میں نے جلدی سے کچھ کر کے ہوئے کہا۔ "تم نے اس کے قدموں کا سراغ اپنی جیڑا میں نہ دیکھا تھا۔ جس لکھنا فریڈا تک رسائی حاصل کرنا پائی ہے اور یہ ایک کام اسی کے ٹھوڑے کے توسط سے ہو پائے گا۔"

"میں آپ کی کھسکتی کھائی کھائی میں کچھ جیڑا لکھ صاحب۔" میری بات کے مکمل ہونے کے کچھ منٹ بعد جنت نے شہرہ لچھے میں کہا۔ "ان شاء اللہ جیڑا کی آج

سینس فاٹجسٹ 110 نومبر 2023

صاحبؑ ”وہ چکی بھرے لہجے میں ہلا۔“ آپ کو اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔“

”مور“ اگر قبر میں ٹائٹیں لٹکائے بیٹھا ہو تو اس کی
جڑوں کی سانس بند ہونے سے پہلے ادا کر دینا چاہیے۔
وہ اس کو بڑا کر شاہ کی نظر سے بچھ سکتے لگا۔

آپ یقیناً سوچ رہے ہوں گے کہ بیس روپے میں تو
ل کا ایک چاکلیٹ نہیں آتی اور کھوجی اس معمولی سی رقم

☆☆☆
رات اپنا نصف سڑے کر چکی تھی مگر میں خلاف

میرے قتل سے محض تین میل کی
فاصلہ ہے اور آئے گا کل فاصلہ چھ
میل ہے۔

سینٹ ڈیوڈس 115 نومبر 2023ء

ایڈیا ہے ملک صاحب!

”جیسا کہ آپ جانتے ہیں، یہ ایک فرمسی کہانی ہے۔“
”وضاحت کرتے ہوئے ہوا۔“ ”مضمر نے کسی کے ساتھ

”ایک بار، راتھ خیریت کے صبر، قوائے حق کیا نوامہ
ہم اس کا راجا بن جائیں گے۔“

ایا تھا۔ میں نے اپنے ساتھ کام کرے والے چوہوں
الکھڑوں کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی ہے۔ دلاور حسین کے
مشورے کو ماننے میں کوئی تباہی نہیں تھی اس لیے میں نے

سببہ الجن ۱۱۴ نمبر ۲۰۲۳

”خُلاصۃُ الداعی تم نے اس لاکھ لویا پیر اکرام سان
کر دیا ہے۔“ میں نے کھوجی عزیز جٹ کی طرف دیکھتے

میں اتمامِ حجت ضروری سمجھتا تھا ہی بے میں نے کامیابیوں

صنوبر کے گلے میں دو بکھا تھا، جب وہ نکلا اسٹینڈ پر دو دوسرے کو چوڑا انفریڈ سے لٹا کر رہا تھا۔

”بھلا تمہی کوئی پوچھنے والی بات ہے کہ صاحب! دودھ ادا اور معنی خیز لفظ میں ہوا۔“ ”پہلے گھر سے نکلتے آتے ہیں کہ کھانا پختہ ہو جائے، پھر یہ کہ وہاں سے نکلتے آتے ہیں کہ کھانا پختہ ہو جائے۔“

سپینڈا

سے نمودار آئے چلے کوکانا تھا۔ غیف نے غلیظت ہی ہونٹاری سے پوکا کر دیا۔ جب وہ فریہ کرتا تھا جس سے کڑھکی موز سے لگ کر ایک فریاد آئے گا جس سے نمودار ہوا تو نے اٹھیں کھیلے۔ قصہ مختصر، نمودار نے آخر کی موز سے فریاد اور غیف کوئی کر دالا کہ ہوتا ہے جس سے ہوئے موز نے کوکول کر اس کا کھیلہ کے بلال تھا اور وہ دونوں موز سے پر ہوا ہر موضع کے بلال تھا جانب دوانہ ہو گئے تھے۔ ہلاک شدہ غیف کی جیب میں ایک ایسا پرچہ رکھا گیا جس سے لگے کہ وہ ہور سے کھلاں آیا تھا اور فریہ کے ساتھ غلیظت کے موز کی سے کھلاں آئے ہمارا تھا فریاد غیت بلال کی اور وہ غیف کوکانا کے کھلاں آئے۔ وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہوا ہر کھیلہ کھل گیا، وہ فریہ م

پلٹنے کی غیبت کی غلط راستے پر ڈالنے کے لیے نمودار نے جو چال چلایا، اس میں اس کی ایک غامضی تھی۔ یہ شکیبہ ہے کہ میں ہی ہر موصوم ہونے کی تلاش میں لاہور یا تارا گیا تھا لیکن فریہ کے حوالے سے نمودار نے جو پتہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی وہ مجھے نہیں ہوتی تھی۔ فریہ ہوتی تھی وہاں ایک شریف، اس شخص انسان قندوہ کی ساری بلوئے کی غرض سے اس کی جانب لے کھلا قندوہ ہی اپنی۔ لیکن کوچھوڑ کر غائب ہو جانے کا تصور کرکے تو ہر سب سے بڑی بات یہ کہتا ہے کہ کھیلہ کے بلال تھا، کیے فریہ کے بلال کی بات نہیں تھی۔

میں نے نمودار کے اقبال بیان پر اس کا جواب دیا گویا اور فرزند ہوتی تھا، اسے نمودار نے ہر سوال پر کہا۔ "نارنگ مٹھو دا لے غیف لال لاؤ فریہ کے لے" ہوئے تھے کے نزدیک پرانی لکھی ہوئی تھی۔ فریہ کی لاش کے ساتھ تم کوکانا نے لیا تھا تھا۔

"تا تھے کوکانا میں اٹھانے کے بعد ہم نے مردہ فریہ کو تھے کی بیٹوں کے پیچے ہوئے تھے غلیظت کر دیا تھا۔" وہ سنا بھری دھاتی سے بولا۔

عمل تصویر میں ایسا سر جھپٹ کر دیکھ کر اس طرف دھیان میں نہیں گیا تھا۔ نمودار نے جس غانے کا ذکر کیا تھا اسے آپ تھے کی "ڈوکی" تھی کہہ چکے تھے۔ اس کے اور پیچھے کی بیٹوں کے پیچھے ایک ایسا غانا موجود ہوتا ہے جس میں تانکا بان عموماً کھڑے کا چار اور دو دریا ہوتا مونا سامان رکھ ہے۔ اس غانے کے آواز پیچھے والے دونوں کے حصوں کو کی جہاں نمودار پڑے بار پتھر کی

"میں نے اہانت میں کون ہلا تے" میں نے اہانت میں کون ہلا تے "اے لا آؤ میرے پاس۔" "اچھے اچھے منٹ کے بعد نمودار کو میرے سامنے ہونے لگا۔" اس کی کرب میں ڈول دی اور فریاد "نارنگ" دیا گیا۔ وہ کھیلہ کے بلال تھا کہ وہ ایک سے لکھے تانکا بان ہوا تھا کہ وہ ایک کے بعد ایک "لاؤ گانا" سے کھلا تے تھے۔ "معروف" ہے۔ لیکن اب جو میں نے اسے دیکھا میرا وہ اندازہ موجودہ صورت حال میں رہتا ہے۔ ہوا محسوس ہورہا تھا۔ بقول کے، حوالدار کے سامنے بہت بڑا کھسکاں نکال دیا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ لاہور کے ہمارا کراس کا کھسکاں نکال دیا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ اس کا ایک منہ نے نمودار کو اپنی غیبت کی دھجی میں ڈال کر اس کا ایک ایک شہرہ الگ کر دیا تھا۔ وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کے

میں نے نمودار ایک چوٹی پر بٹھا دیا اور اس کا اقبال بیان ہم پر اس کی۔ اس کے بیان کا

فریہ کے شہ پر غرت کرتا تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ اس کی بیٹی تھی۔ اسے اس بات کا جین تھا کہ فریہ نے نمودار سے اور فریہ ہی اس کی بیٹی کے پیچھے ہاتھ دکر پڑا ہوا ہے۔ فریہ کے اس کی گئی با جہز پر ہو گئی تھی ہاں اس نے اس کو قتل کر کے لے لیے اپنے ایک "دست باؤ" کے ساتھ مل کر فریہ کو موت کے کھلاں

اگر نہ کا منسوب بنایا ہوا تھا تو قتل موضع کرم آباد سے تھا اور اس کا ہر چہ نمودار فیضان علی کے غنا میں آؤ بیٹوں میں ہوتا تھا۔ انکس اپنے منصوبے کو پانچہ پانچ تک پہنچانے کے لیے ایک ایسے بندے کی تلاش تھی جو کرم آباد کا ملک ہوا اور نہ ہی کھوڑا را نگہ کا۔ اس منصوبہ کے لیے نمودار نے ایک پرانے جاننے والے شخص غیف کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ غیف "نارنگ مٹھو" کا سبب والا تھا۔ نمودار جانتا تھا کہ غیف ایک لاٹھی انسان پہلا غیف کی اسی کڑوری کا قندوہ اٹھاتے ہوئے نمودار نے اسے بچا کر دے کے عوض ایک چھوٹا سا کام لے کے لیے راضی کر لیا۔ اس زمانے کے بچاں دیا ہی کے کم از کم بچوں بڑا رو رہے کچھ لیں اور ہنس ایک لاٹھی اور جیس انسان تھا۔ نمودار کا بتایا ہوا ام ات بہت آسان لگا۔ اس نے صاف حق لیا اس

میں نے فریہ کا سامان تانکا بان لے لیا تھا اور اسے بھی موز

ایٹھ پر مارا دی ہوئی تھی اور میرے قاتل کا ایک ہائی تم "دونوں کو پکڑ کر میرے پاس لایا تھا تو اس وقت میں نے تمہارے گلے میں بیٹھنے سے متاثر ہو جانے کا ایک لاکھ لکھا تھا۔" میں نے نمودار کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنا تھا اور میں استغفار کیا۔ "وہ لاکھ اب مجھے تمہارے گلے میں نظر نہیں آ رہا کیا تم نے وہ لاکھ فرغت کر دیا ہے؟" "نہیں۔ نہیں ہی۔" "وہ اپنی کڑوری پر آ رہا ہے میرے ہوتے منظر اری لہجے میں بولا۔ "وہ تو میں نے آ رہا تھا اتار کر اپنے کمر میں رکھا ہے۔"

"یعنی اس وقت مجھ کی پانڈی کا وہ لاکھ تمہارے کمر میں رکھا ہے؟" میں نے ہر تھوڑا سا کی آنکھوں میں بھانپتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں جی ہاں، لگتا ہے کہ میرے کمر میں ہی ہے۔" "گناہ۔" میں نے اسے گھورا۔

"میرا نے کچا کہہ رہا ہوں پنجاب؟" وہ بھلی سے بولا۔ "میں اپنی سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہوا پھر جھک کر میری دواڑ سے بڑھ کر لاکھ نکال کر نمودار کو دکھانے کے بعد حوالدار سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

"دل اور حسین، اب چہ دھری کا یہ غامض قہار ہی غامض القاسم جو میں میں ہے۔ تم نے اس کی کج کر لی تھی۔" غامض "داری" کہتا ہے کہ تمہارے "بھگوان" کی تعریف کرتے کرتے اس کی زبان باہر نکلتی آئے۔ میں اپنے کادری میں جا رہا ہوں۔ جب یہ اقبال بیان دے کر کی حالت میں آجائے تو مجھے بلایا۔

حوالدار کا چہرہ مسرت سے دیک اٹھا۔ وہ کچھ لمبی مسرتی سے نمودار پر چھپتا چھپتا بیٹھ گیا اسے کھار کو گلے کے لیے برتن دیا تھی جو حرکت میں آتے تھے۔ میں اپنے کادری میں آکر بہتر پر لیٹ تو گیا تھا لیکن میرا دھیان قاتل کے ٹوکس روم ہی کی طرف لگا ہوا تھا جہاں حوالدار دلاور حسین اپنے "لٹون" کے "ظاہروں" میں ہر موز تھا اور اس کا کڑوری کی "لاٹھی ڈیو" نمودار کی خوفناک چیخوں کی صورت میں میری حالت کے دروازے پر مسلسل "دھچک" دیتا رہی تھی لیکن اس طرف سکون ہی سکون تھا۔ گویا نمودار نے حوالدار کی تعقیب کے سامنے "سڑوڑ" کر لیا تھا۔ میں نے بہتر چھوڑا اور کادری سے کھل کر قاتل کی جانب بڑھ گیا۔

جب میں اپنے کمرے میں پہنچا تو حوالدار نے میرے پاس آکر قاتل اندازہ میں کہا۔ "لک صاحب! ایٹھ پر مارا دی ہوئی تھی اور میرے قاتل کا ایک ہائی تم "دونوں کو پکڑ کر میرے پاس لایا تھا تو اس وقت میں نے تمہارے گلے میں بیٹھنے سے متاثر ہو جانے کا ایک لاکھ لکھا تھا۔" میں نے نمودار کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنا تھا اور میں استغفار کیا۔ "وہ لاکھ اب مجھے تمہارے گلے میں نظر نہیں آ رہا کیا تم نے وہ لاکھ فرغت کر دیا ہے؟" "نہیں۔ نہیں ہی۔" "وہ اپنی کڑوری پر آ رہا ہے میرے ہوتے منظر اری لہجے میں بولا۔ "وہ تو میں نے آ رہا تھا اتار کر اپنے کمر میں رکھا ہے۔"

ڈوب اور ابھرتی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی ڈھاتی بھی کم ہوئے قاتل نہیں لے رہی تھی۔ "میں نے فریہ کی پراسرار کشتی کی اور ایک بندہ کی لاش کی دریافت کے بارے میں سنا تھا۔" نمودار نے سرری لاش میں کہا۔ "میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا پنجاب! اعزاز میں کہا۔" "میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا پنجاب! آپ کو کچھ یاد رہا نہیں۔ یہ شکیبہ ہے کہ فریہ پر بند نہیں میرا کچھ یاد رہا نہیں۔ یہ شکیبہ بھی ہو چکا ہے۔ لیکن میں کچ کرنا ہو گئی اور میرا اس سے جھگڑا بھی ہو چکا ہے۔ لیکن میں کچ کرنا ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی آئے والے واقعے سے

میرا کوئی شک نہیں۔" "لک صاحب! اتوں کے ہوتے باتوں میں نہیں مانتے۔" حوالدار نے قہر بانظر سے نمودار کو دیکھتے کے بعد کھ سے کہا۔ "آپ ہمارا کو ایک گلے کے لیے میرے ہور کر دیں۔ میں اسے ایک دم ٹوک کر دوں گا۔"

حوالدار کو کہنے کا اشارہ کیا پھر نمودار سے پوچھا۔ "تم فریہ پر بند کیوں نہیں کرتے؟"

"میں جی۔" "وہ گھوڑا بڑے ہوئے لہجے میں بولا۔ "مجھے سمجھا نہیں لگتا۔" "تو کوئی بات نہیں۔" میں نے غلطی سے گھورا۔ "فریہ جیسے پونڈی میں اس لیے تم نے ہر طرف اسے غائب کر دیا لیکن اس کی سواری کی کوئی موت کے کھلاں تیار کیا۔"

حوالدار اس کے اقبال فریہ گھورا تھا۔ اور نمودار کی بات مکمل ہوئی، اور دلاور حسین نے اس کی کڑوری پر ایک "بہتر سپر" کہتے ہوئے فرغت لہجے میں کہا۔ "یہ کیا تم نے کہہ کرے گا؟" میں "گناہ" کہتی تھی ہے۔ "نمودار اپنی اپنی فریہ کر دیا لیکن ایک ٹوکس روم میں ہلاک ہو گیا ہے۔" "میں نے اس کے چہرے پر غور کیا کہ کچھ اعزاز نہیں دیتا۔" میں نے اس کے چہرے پر غور کیا کہ کچھ اعزاز نہیں دیتا۔ "تم اپنا مارا منسوب پراہے کر پاتے ہوئے کی کوئی کشتی سے رچے ہو اور اپنی فریہ پر تمہاری ذرا نی تو نہیں ہے۔"

میں نے اس کے چہرے پر غور کیا کہ کچھ اعزاز نہیں دیتا۔ "تم اپنا مارا منسوب پراہے کر پاتے ہوئے کی کوئی کشتی سے رچے ہو اور اپنی فریہ پر تمہاری ذرا نی تو نہیں ہے۔" "میں نے اس کے چہرے پر غور کیا کہ کچھ اعزاز نہیں دیتا۔" میں نے اس کے چہرے پر غور کیا کہ کچھ اعزاز نہیں دیتا۔ "تم اپنا مارا منسوب پراہے کر پاتے ہوئے کی کوئی کشتی سے رچے ہو اور اپنی فریہ پر تمہاری ذرا نی تو نہیں ہے۔"

کہتے ہیں کتابیں انسان کی بہترین دوست ہوتی ہیں... اگر اس جوتے نے اس بات کو سمجھ کر دکھایا کہ کس طرح کتاب دوستی نے ان کے درمیان ایک پل کا کام کیا اور انتہائی صحفہ ط طریقے سے پیغام رسانی ہوتی رہی لیکن... دو آنکھیں ایسی بھی تھیں جنہوں نے اس حقیقہ راز کو پایا۔

پڑھنے والوں کے لیے پیغام رسانی کا دلچسپ اور مثر انداز

پیغام رساں

عسرت فیسر



اگر کسی لوگن ہے کہ میں ان خاک آلود پرانی کتابوں اور کھٹے، رازے ہوئے لوگوں اور غبار آلود کونڈیوں سے غیر معمولی برا ٹوٹے قانونی قرار دیا جاتا ہے... 1982ء کا زمانہ... اگر میں آج ہوں تو... جس کا مجھے اعتراف کرنا پڑے گا لائبریرین یا ایٹل... نومبر 2023ء

اسے پتا چلا کہ مصدّر نے اقبال جرم کر لیا ہے تو اس کی رہی گئی امت بھی جواب دے گئی۔ اس نے حوالدار کی ”مہمان نوازی“ سے بچنے کے لیے اپنے جرم کا اثر کر لیا۔ جس نے اس کا بیان بھی قلمبند کر لیا اور اسے مصدّر والی حالات میں ڈال دیا۔

یہ تو ممکن نہیں تھا کہ میں چودھری فرمان علی اور چودھری فیضان علی کے خاں بندوں کو حوالات میں بند کروں اور وہ منہ میں گھٹکیاں ڈالے چپ چاپ بیٹھے رہیں۔ سیرہر کے وقت چودھری برادران اپنے گلہ خیزوں کی حمایت اور رہائی کے لیے قہاڑے بکھڑ گئے۔ اس موقع پر چودھری فرمان علی نے ایک ایسی بات کی کہ میرے گلہ خیزوں نے آگ کی لگ گئی۔

”گلہ صاحب! آپ نے تو ہمارے راج کی ایک جیسی کر کے رکھ دی ہے۔“ اس نے برہمی بھرے لہجے میں کہا۔ ”جو بھی سنے گا، کیا کہے گا۔ آپ کم از کم اپنے نام کی لاج تو رکھ لیتے۔ میرا بند مصدّر آپ کا نام ہے۔“

”سیرہر کی بات دھیان سے سنو چودھری!“ میں نے فرمان علی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جارحانہ لہجے میں کہا۔ ”میں نے یہ وردی قانون کی لاج رکھنے کے لیے ہون پر مجبئی ہے، اپنے تمام جرموں کو وقفہ دینے کے لیے ہرگز نہیں اور جہاں تک آپ کے راج کی بات ہے تو...“

میرا کوک کرک میں نے باری باری دونوں کے چہروں کا جائزہ لیا پھر واضح الفاظ میں امانت کر دی۔

”تم دونوں بھائیوں نے اپنے اپنے علاقے میں جو اندھیر پھار رکھی ہے اور جس طرح اپنے اگلے سیدھے کاموں کے لیے مصدّر اور ہاشو جیسے معاشق بنے فیئر اور فٹنڈا کر دی کا کیا دھرا ہے۔ تم لوگوں نے سن رکھا ہوگا اور اگر کبھی نہیں سنا تو اب سن لو کہ...“

اندھیر گھری، چھپت راج...! ان کے چہرے لٹک گئے اور وہ پیش کے عالم میں پاؤں پیچھے ہٹے سیرے کر کے کھل گئے۔ ان کی ”رضیعتی“ کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ یہ زبان خاموشی سمجھے تاکہ ہوں... قہار پر ہے؟ نہیں تو ہم کچھ نہیں گئے...! میں نے بھی جھپٹ لیا دیکھیں کی پروا کیا تو اندھی اب مجھے کسی قسم کی فکر نہیں لہذا میں مصدّر اور ہاشو کے خلاف چالان کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔

(تحریر: نجمیام بٹ)

مرد سے ڈھک دیا جاتا ہے تا کہ رڈ کی میں رکھی ہوئی احتیاجات سے نظر نہ آسکیں۔
”والا! سچیں!“ میں نے حوالدار کو غائب کرتے ہوئے حکمانہ انداز میں کہا۔ ”اس جیٹھان کو لے جا کر حوالات میں بند کرو۔“ باقی کا کام کل سچ انجام دیں گے۔
مرد نے میری جانب موڑے ہوئے ہلکی سی اشارت میں کہا۔
”قہار پر صاحب! مجھے اس بندے کے حوالے نہ کریں۔ یہ بہت ہی خالص اور مفاد پرست ہے۔“
”جو جرم سے زیادہ نہیں۔“ میں نے دونوں انداز میں کہا۔ ”تم چودھری فرمان علی کے خاں بندے ہو اور والا! سچیں میرے لیے بہت خالص ہے لہذا ایک خاں کو دیکھ کر خاں کے پاس ہی ”خوش“ رہنا چاہیے۔ ویسے اب تمہیں میرے حوالدار سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“
”خاں تو قوت کر کے میں نے ایک آسودہ سانس خارج کیا پھر ان الفاظ میں امانت کر دیا۔“
”تم نے اقبال جرم کرنے کے بعد اپنا بیان قلمبند کر دیا ہے۔ اب حوالدار تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگائے گا کیونکہ تمہارے کام کا ختم۔ اس کے بعد عدالت اپنا کام کرے گی۔ اگر تم اپنے بیان پر قائم رہو تو اس قہار میں تمہارے لیے کوئی خطر نہیں ہے۔“
اس کے چہرے پر بیک وقت اطمینان اور بے سکونی کے اثرات نمودار ہوئے۔ اطمینان اس بات کا کہ تمہارے میں اس کی مزید دھلائی نہیں کی جائے گی اور بے سکونی کا سبب یہ قاعدات میں پائین اس کے ہاتھ لیا ہوگا۔
میں نے مصدّر کو موقع بخار میں غفلت و حیا چھوڑا اور اپنے کارڈز میں آ گیا۔

☆☆☆

ایک معمولی سا سرخاں بھی اگر پولیس کے ہاتھ لگ جائے تو جرم اسے اپنی منزل تک پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ کوئی مزید جنت کے آسمان دریافت شدہ مصدّر کے بیٹے لاکٹ نے اس کے ساتھ پول دیا تھا۔ اسی سچ میں نے نہ صرف اگلے ہوئے کے ”لوٹھو ڈکی“ کے اندر سے فریڈ کی انوکھی لاش برآمد کر دی بلکہ اسی روز دوبارہ میں چودھری فیضان کے خاں بندے ہاشو کی گرفتاری بھی مکمل میں آئی۔

ہاشو نے جب حوالات کے فزٹ پر مصدّر کو ختم مردہ حالت میں پڑے دیکھا تو اس کے لیے تھجوت گئے ہر گزب

☆☆☆

وہیں ساپ ہیں سے ان چہان کچھ پور پیاں پر پراہی سر
 تم اور ایلو سے میرے سکان میں نہ رکھی۔
 ”یہاں آج دینی دنیا میں ہو کر تم یہ کر سکتی ہو، ڈر معص
 دم میں جاؤ اور ان میں سے ایک سوئٹز لینڈ۔ اوروہ اس کچ
 کر کے سوئٹزر کے بارے میں کیا خیال ہے..... کیا ہے
 سسٹن ڈالینٹ

”یہ جملہ اس نے
”بہن! اسٹاڈنڈ سمجھا نہیں ورنہ ایسی غلطی کبھی سرزد نہ
”کہا... اس نے خود کو ایک جھوٹا لبادہ اڑھایا اور رشتے رعب میں دنیا کے
”ہوئے... پیش کر کے خوب عزت کمائی مگر... کوئی تو ایسا بھی تھا جو اس کی
”اصلیت سے واقف تھا... اور پھر ایک دن اس راز سے پردہ اٹھ ہی گیا۔

بنت کرتاب کے والدین کا سرت اڑتھ

فیک آئس ڈس

شہباز اکبر رافت

”تم ذہنی طور پر ایک بنا فحش ہو۔“ اپنے بڑے بھائی
”کے پہلے اقتباس پر بھلا کسٹ پڑتے ہی وہ بکھلا سا کہہ۔
”کیا مطلب؟“ اس نے فوراً ہی رپائی کی سناجھنا کیا۔
”کیا تم اس حقیقت کو جھٹلاتے ہو؟“
”ہاں! کیکر میں ایک نازل انسان ہوں۔“
”اپنے نازل انسان ہونے کا کوئی ثبوت دو؟“
”کیا تمہارے پاس میرے بھائی ہونے کا کوئی
”سٹیکٹ ہے؟“



ان کی بات ہے وزیر مہمت اب بھی اپنی
”اسے میری بیٹی اس کی شہریت اب بھی اپنی ہے
”کیتھرائٹ شاہ۔“ کیتھرائٹ اب بھی اپنی ہے
”ایک شہریت دل تیری کہیں وہاں نہ ہو
”پرنس میری یادوں کے اڑا آہر آہر
”حاضر انصاری... کراچی
”میں تجھ سے مل کر خود اپنا وجود کو
”تمام رعب چم لے گیا ہے تو میرا
”رعب لک... چکوال ہے تو میرا
”دیکھ شہر کو کاٹنا جیسا تو سب
”بہا غریب کا خون تو شہریت نہ
”عمران نواز... منڈی بہاؤالہ کی
”وہ غار غار ہے شہریت گلپ کی
”میں زخم زخم ہوں پھر بھی گلے لگاؤں
”میں لک... لاہور
”کتنے مصمم ہیں اس دور کے قاتل
”اپنی بن کے یہ کہتے ہیں کہ میں
”شاہدہ یاس... راولپنڈی
”تیری رگڑ میں ہوں خیمہ زن ہے بین پھر کاہن
”جو زخمی سوکڑی گی اب میری بانی عمر شاہ
”عمران علی... جٹ واڈم
”مسئل ہوں ملاقات تو دیکھی نہیں
”یہ ہے ترتیب پارنے جس معلوم ہوتے ہیں
”عبدالصمد... ایبٹ آباد
”مجھ کو کیا کام کر آئیے کی تحرت
”دیکھ تو آئیے اور میں تری صورت
”ماہر عزیز... پشاور
”اک دھڑا ہوا انسان نہ ۱۱۴ ام
”لوگ دیکھ ہوئی تقدیر حلالیے ہیں
”سہیل خان... لک وال
”انسان کی عظمت کو ترازو میں نہ تو
”انسان تو ہر دور میں انمول رہا ہے

نوشہرہ
”ابوعلی...
”جب میں گئے غائب در بام تھا وہی
”آز کو کتنی دہ سے مگر جانا چاہے
”نیا علی خان... ذیہ مراد جمال
”بٹنے تو دے جس لے برن ہے تراز
”لاٹیں لے لڑتے تھے کو بلا کے ام
”روینہ... فیض پورہ
”اے لے تو اچالا ہے میرے بیٹے میں
”میں بول کر بھی کسی کا دیا بھی نہ کا
”نواز خان... موٹ
”میں چاہتا بھی نہیں تھا وہ بے وفا
”اے مجھے کا کوئی تو سدا لک
”شہر یار... کراچی
”میں سب کہو تم اپنی باتوں کا
”نا ہے الی طلب عمر پھر ٹپے ہیں
”مسکان علی... فیصل آباد
”میں اس حوصلے نے عمر بھر کے روک پٹے
”جے چاہتا اے کے سامنے انہار کردیا
”ساجدہ الیاس... لاہور
”میں نے تو ان کو جس جن کا طریقہ ہو فریب
”ہم نے تو جم صفا کی سزا پائی ہے
”جین شہباز... مردان
”میرے ہم نہیں ہرے آٹھا نہ ماہے کوئی گھٹیں
”جھے زمیں میں سوں لے جگتے کہیں بھی لائیں
”حارث سلطان... ذیہ مراد جمال
”ہے شوق و ضبط شوق میں دن رات
”دل مجھ کو میں ہوں دل کو پریشان کیے ہوئے
”خرم الحاف... حسن ابوال
”میرے صفا کی گافوں پہ میں ہے میر
”چائیں کی جیسے ضرورت رہی نہ ہو
”سلطان مری... میر پور خاص
”جے لگی ہے اچھا، وہ وقت تھا دل کی کتاب کا
”میں آنسوؤں سے تھوہا، کہیں توین دل سے کھاسا

مختل شعور و شخصیت

کوین
ماہنامہ
دسمبر
2023

نام: _____
پتہ: _____

مڈی بتا کر تیر بڑ بھائی، بالخصوص کاکا لو، اہل اور سحر
مچی پر خصوصی توجہ دی، کزنز اور دل سے ذاتی محبت ہوئی
تھی کہ مجھے تیر و شاہ زیب کا دکھ بٹائی دے لے لے لے لے لے
اظہار میں نے پیش لفظ میں بھی لیا لیکن ایسا کمر انداز
کے ساتھ ہوتا ہے، کوئی بھی تخلیق کار خود کو ایسا تخلیق
الگ نہیں رکھتا۔

”تم اپنی لفظی سے لا جواب کرنے کی کوشش میں
اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہو۔ شاہ زیب کوئی اور نہیں تم
خود تھے، خود علی خان اور دل کی تیر و شاہ زیب کی تمہاری
چھوٹی ہوئی مجھ پر ہی ہے جسے تم نے خود اپنے ہاتھوں سے کھو
دیا تھا۔“

”ایسا ہی کر نہیں ہے۔“

”ایسا ہی ہے سر، تیر علی خان، تم نے کہا کی تو خوب
کوری لیکن سارا الزام اس مصوم پر ڈال دیا جو تمہاری
غلط اپنی جان پر بھی مکینے کے لیے تیار تھی، تم نے کہا کہ شاہ
زیب اس کے ساتھ شاہی کے لیے کورٹ پہنچا اور صبح سے
شام تک سچ کے کرے کے باہر کھڑا اس کے انتظار میں اور
قی اور سکرینلر ہا لیکن وہ نہیں آئی، جب اس نے بے بسی
ن بھونکے پر چونک پہلے ہی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، لہذا
چھلک جانے والے آنسو پونچھنے کی کوشش کی تو ہاتھوں نے
خوابیت پیدا کرنے کے لیے مجھے کچھ زیادہ محنت کرنا

”ایسا کچھ تم صرف محبت کی ادھوری کہانی ہی
کہا، مجھ میں صرف جو رفاقت کے دکھ میں لپٹی ہوئی
تھی وہ کرنا ہی آتا ہے، تم خود تری اور خود پرستی کا
نمیانہ کرنا اپنی ذات کی بحریہ میں اس وحاشا کا نام
دینا، تم نے خود اپنی ذات کو ذلت دینے کو۔“

”کے کچھ ان الزام ہے۔“
”تم نے ان کو ان کو ذلت دینے کو۔“
”تم نے ان کو ان کو ذلت دینے کو۔“
”تم نے ان کو ان کو ذلت دینے کو۔“

”تم نے ان کو ان کو ذلت دینے کو۔“
”تم نے ان کو ان کو ذلت دینے کو۔“
”تم نے ان کو ان کو ذلت دینے کو۔“
”تم نے ان کو ان کو ذلت دینے کو۔“

”تم نے ان کو ان کو ذلت دینے کو۔“
”تم نے ان کو ان کو ذلت دینے کو۔“
”تم نے ان کو ان کو ذلت دینے کو۔“
”تم نے ان کو ان کو ذلت دینے کو۔“

اسپر جنوں

کے حال جو الہ و حقان کی جنوں خیریں

دو، سنوں کی آہستی ررسہ کشی جس کا
سیدھا اثر کئی حنہ اندانوں پر پڑا

سپر کی کھال میں چھپے بھیر دیوں کی داستان

ایک ایسی طویل سرگزشت جو عرضہ دراز تک نہ ہوں پر چھایا رہے گا

حوالے سے بھی کافی ناگوار ہو جا تھا۔

☆☆☆

اکلی صبح اس کی آنکھوں میں آنکھوں کی گھٹی کے کمر
دوری طرح..... ایک بلی کی پتھر کے مالک ہاتھ میں کمر
جو جلد از جلد نالوں کی جھلک کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ان کے
ملاقات سے نالوں کا سرور و قہر بھی چھپ کر آگیا تھا اور بڑی
تعداد میں آرزو و صل ہو گئے تھے، لہذا انہیں فوراً سمورہ درکار تھا۔ اس
مختل نہیں ہو سکتے تھے، لہذا انہیں فوراً سمورہ درکار تھا۔ اس
نے تاخیر سے مصرفت کر کے میرے درون کا وقت ہاتھ میں
تا کر سوسے سے نظر ثانی اور ترمیم و اضافے میں آگیا
رہے۔ ہاتھ لکھیں صاحب کی طرف سے چار و بار روت
لے پر اس نے سبز چھڑا اور مسل خانے میں کھس گیا۔ تار
ہو کر اپنی رائیگت بھلی پر پہنچا تو اس کا ملازم چاٹھام نے
اس کی پسندیدہ کڑک چاہے..... بھلی پر رکھ کر چاٹھام
اسے پاتا تھا کہ صاحب صبح صبح صرف چائے پیتے تھے، ہاتھ
ایک آدھ گھنٹے بعد ہی کریں گے۔ لیپ ٹاپ آپ کرنے تک
دھل والی اینٹان آئی ڈی سے ہونے والی ساری بی بی گلی
بول چکا تھا، ہم اس کی پوسٹ پر اس گھنٹہ کو لے کر گھسے گا
ایک اینٹان گھنٹہ۔ اس کے چائے والوں نے غائب خان
دہلی خاتون کے گھر کو آڈے ہاتھوں لیا تھا اور دل کو لے کر
اس کو برا بھلا کہتا تھا۔ کئی پرستاروں کا خیال تھا کہ جانکھ خان
دہلی خاتون کی آنی ڈی ہی ٹیک ہے اور اس کے کسی ہم عمر
نال گھر نے اس کی محبوبیت سے غافل ہو کر بٹائی ہے
تاکہ اسے بچا دکھائے۔ اس نے فرار فرار تمام احباب کا
غیر یاد کیا اور پر سکون رہے ہوئے زیرے پر بٹائی ڈال کا
دور اتنا پسند کیا، اسی لئے وہ کمر آؤ گئی۔

”اب کب کو دھوکا دے رہے ہو، اور کتنا صاحب؟“

”تم بڑی فضول ہی بات۔“

”حق شننے کو مل نہیں ہے؟“

”بالکل ہے لیکن میں نے کیا غلط لکھا؟“

”خجلی تم کو نہیں لگتا۔“

”کیا ٹھیک، کیا غلط..... اتنا تو میں بھی جانتا ہوں اور۔“

”خبر سے قارئین تھی۔“

”اچھا ایک بات بتاؤ۔“

”بھئی۔“

”تم محبت کی کہانیاں لکھ لکھتے ہو، کچھ پتا بھی ہے؟

”کون سے پائلوں ہے؟“

”کمال ہے تم ہی بتاؤ؟“

”ایسا انتہائی بے ہوش۔“

”پر صاف کیا، میں نے تو لکھا ہے۔“

”مجھے جہاں ہی حالت پر تر آتا ہے، حال کا کہ تم ترس
کھا جائے نہ ہی کا قائل نہیں۔“

”سوال گنم، جواب چاہیے۔“

”اپنے اس گھوٹلے سے قہقہے پر غور کرو، تمہیں خود ہی
میر کی بات پر یقین آ جاوے گا۔“

اس نے واقعی غور کیا، بات میں دم تھا لیکن اپنی
فانیوں کو تسلیم کرنے کا ظرف ہر ایک میں نہیں ہوتا۔ وہ بھی
راہرو نے کے باوجود ایک عام انسان تھا، لفظوں کے اسٹ
پلٹ سے دوسرے کو لا جواب کر دینے میں ماہر۔ اس نے
جواب دینے کے لیے کئی بیرونی قضا لگائے اسے آف لائن کچھ
کر اور اہمیتی کر دیا۔ اب اس نے کھنٹ کرنے والی آنی
ڈی کی غور سے دیکھا، کوئی جانکھ خان تھی۔ عام سا تمام تھا،
پر قہقہے کچھ کے طور پر ایک گریبا کی تصویر لگا رکھی تھی۔ اس
نام کی ٹوکیاں اور خوش اس کی فریڈلٹ میں موجود
تھیں لیکن وہ والی جانکھ خان فریڈلٹ میں نہیں تھی، کوئی
یہاں فریڈلٹ میں نہیں تھی شاید پوسٹ کے پبلک ہونے کی
وجہ سے اس نے پڑھ کر کھنٹ کر دیا ہوگا۔ کڑک چائے کا
کھنٹ جو کڑک ریٹ مل گیا اور وہ بھی کام فرول بنا کر کھرا
میں چھڑتے ہوئے اس نے سر جھک کر سوچا اور بے ہمتی
سے پہلا بول کر رہ گیا۔

☆☆☆

تیر علی خان ایک سو سال کا لڑکا تھا۔ اسے تصویر نگاری
کہا جاتا تھا۔ اس کی تحریروں کے نونوں کی بی بی مختصر کا پتا
چلتا تھا۔ درود کو بیان کرنے پر اسے قدرتی طور پر ملکہ حاصل
تھا۔ وہ لفظ کو تو قارئین اسے احساس پڑھتے۔ ڈائجسٹوں
میں چھپنے والی اور ایک سلسلہ وار کہانی کی قبولیت کے بعد
”وہ پیشتر کی طرح میں آگیا اور اب اس کے ہاتھوں کی لک بھر
میں لکھی تھی۔ کوئی سمجھتا تھا اس کے ہاتھوں کا لک بھر
اور ایک طرف میں جتنی ہی باتیں لکھتا تھا۔ اب اس کی لک بھر
دوران رات سے ہاتھوں کی لک بھر میں جتنا تھا۔ اب اس کی لک بھر
قارئین سے براہ راست ایسی ہی اس کی ایک بڑی مصححت
تھی۔ اپنے ہاتھوں کے اقتباسات پر وہ سب سے عمل کر
بات کرتا اور ہر سوال کا خود پڑھائی کے جواب دیتا۔ کئی
گھنٹہ کوئی پڑھا اس پر جتنی ہی کڑک لکھتا تھا۔ کڑک لکھتا تھا۔
حتی الامکان عمل کے جواب دے کر لکھنے کی کڑک لکھتا تھا۔
میں کب پر اس کی موجودگی سے پیشتر کو مار کھنٹ کے





جنگ باز

ڈاکٹر عروبہ اسب بھٹی کی

قسط نمبر 21

مقرر کا عروج ہو یا نصیب کا زوال... جانے کن خاموش
 لمحوں میں زندگی میں شامل ہو جاتے ہیں... لیکن کچھ اور
 تقدیر سے زیادہ تدبیر پر بیوقوف سا کرتے ہیں... وہ جو حالات
 کی زنجیر میں قید ہو سیدہ درو دیوار تک محدود تھا تمام
 مصروفیت کے ساتھ شب و روز کی ہنگامہ خیزوں میں
 مصروف تھا کہ اچانک حیرت و طمع اُڑ، لالچ کے مارے...
 چہرہ پر شرف کا نقاب ڈالے عبرت و مکر کے تمام حربے آزمائے...
 اس کے راستے میں، چلے آئے... وہ جو رنگین شاموں...
 سنگین ہنگاموں اور حیران کن چالوں سے نا آشنا تھا... ایسا
 بازی گر بن گیا کہ تمام پرہ داروں کی دُوریاں الجھ کر رہ
 گئیں... اس کے ذہن میں قید ناآسودہ خوابوں کا بہنوں سے
 کسی کل چین سے بیٹھنے نہیں دیتا تھا۔ تقدیر کے سہارے چلے
 والا... کچھ اس انداز سے تدبیروں سے اپنی کاپا پلتا چلا دیا
 کہ چال بازی کی تمام چالیں لڑکھڑا گئیں۔

مفتاحی امور اور خوں کی خوش پروا زخموں اور زخموں

رستم بوز داے ایک جگہ باز کی لہر و دھڑاں سا تانا

[illegible]

نہ ہرگز ملاقات و ملا حظہ فرمایا ہے

یہ لگا جیسے میں آسمان سے کرکھجور میں اٹکتے چلا ہوں۔
 ”کیا یہ دونوں ان سے اپنا ”کھار“ یعنی مجھے چھینے
 کے لیے آئے تھے؟“ لاکھابیر نے ذکاوت سے اس کا جواب
 دیا: ”کوئی بھی ایسا حکم نہ دے گا۔“
 بارہم کے جواب میں اس نے کہا: ”اس کا اشارہ میرے حکم
 ”فورا اٹھیا زمین پر ڈال دو۔“ اس کا اشارہ میرے حکم
 ”خواب ایک اور اور کی طرف تھا۔ انہوں نے فورا ان کے حکم
 کی تعمیل کی۔“

”خواب ایک اور اور کی طرف تھا۔ انہوں نے فورا ان کے حکم
 کی تعمیل کی۔“

”سہرا سناے آج آج تم ہیں اپنا دشمن
بلکہ دوست پاؤ گے۔“
سیلم نے غیظ غالب کرتے ہوئے کہا تھا اور
ابھی کہ وہ دھڑلے سے مسعود کو روئے ہوئے۔ تاہم ان
مہم کے لئے کہ فریجہ تعسیر ہو گئی۔ مجھ پر

[illegible]

سپنس ڈائجسٹ

10

”میں اس وقت راہیلہ کو لے کر اپنے کمرہ کا رخ کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں تمہاری بات سے اکل متفق ہوں۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے تو یہ شکلاؤ، بن، گنگی، جن کرلیا ہے۔ تم اگر چاہو تو درے ماحول میں گئے ہوتا کرلیا ہی۔“

”یقیناً“ میں نے سر ہلایا۔ ”میں ابھی حکم کی زبان ہی سن
 ہوں۔“ پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد میں نے پوچھا۔
 ”کس نام، احاطہ، اس مسئلہ پر؟“

اس کی بات سن کر میرے ماتھے پر شکن نمودار ہوئی تو
مے خدا غفلت کی اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔

”ماؤزف کی ہے بچاری۔ یہاں اسے کچھ سکون ہے۔“
 ”یہ سکون اسے وہاں میرے گھر بھی مل جائے گا۔“
 نے یہ بات لہجے میں کہا۔

تھوڑا کر جھکا اور پٹ کیا۔
چند لمبے کمرے میں خاموشی غلامی اور ہیال کے بود

مہموں والارام سے ہوا ہو گیا مگر سلیم کے اندر مزید

میں نے اس کی طرف دیکھ کر سرسرا کر اٹھائی
 "ہاں۔۔۔۔۔"

اور یہاں ہم ایک ہی مکتی کے سوار بن چکے ہیں اور ہمیں

پہ کر کا اثنائی جنبش دیتے ہوئے کہا۔

الجبے میں رہیں گے۔ میرے سامنے انم مقصد
کی تلاش ہے۔“

لیکن میرا نہیں خیال کہ اب اتنی جلدی قہمہارا ان کے لئے نہیں آگیا۔“

ہاں، کیا اہم ہر کوئی لارٹ کرنا چاہتا ہو۔
 ”جودھی دراب نے چونک کر
 اکی کوئی جواب نہیں دیا مگر سلیم اسرار بھری

”یہ میرے لیے ایک بڑا کٹاف ہے۔“
”تم، ماجا اور راجو بدھ کی میری طرف سے شہرِ پالام

”دیکھا جائے تو چودھری صاحبان کے ساتھ بھی
 سر سجاد بیگ صاحبہ..... میں اتنا لہر لگا رہا چودھری

یہاں غور کیونکہ لہاں ٹ روٹے جو مابد عرف
جے کی بہن ہے؟ "سلم نے اچانک جیسے مجھے شرات
کے کر میری ساری باطلہ علی الت دی مگر میں نے سکون را

یہ سارا ”اس کے بھائی مابجے کے محل کا الزام میرے سر لے
 رہا“ مجھے جیل ہو جانے پر مجبور اور نوریہ کو مجھے ہیڈ فون بنا دیا پڑا تھا
 جس کی قیمت میں آٹھ سو روپے تھے۔ دیکھی سدرہ، تو تم

مکدر کے ساتھ اپنی قفا دار کی جھاڑی - اے تمہارے معنی
 ہاں اقبال کے خیچہ اور خضر کا ارادوں کے پارے میں
 مجھے خبردار کرنا - سدا سدا کا - دہلہ مار دے ہو گی - دہا اور

ظاہر ہے میری رائے وہ ہے جو ممکن نہیں

چاہیے تھے۔
میر نے دکن میرے حلیف بننے پر تلے ہوئے تھے تو

منارات کا چکر تو بھی نہیں رکھا۔ ممکن تھا کہ یہ سب درست ہی
ہو۔ "سُلم کو" "چودھری جی" برا داران "سُلم کو" سربراہ بنانا
چاہیے ہوں اور اس جنبِ مخالف سے ان کی کھلی دشمنی کی

ہوئے لگے ہو تو انہوں نے دشمن کے درمیان جھگڑے کی بجائے دوستی کا ہاتھ بڑھا دیا۔ میری سجاوٹ کے لیے دشمنوں کو خبر ان سے بھی نہیں پوشیدہ رہی ہوگی اور نہ ہی کالی لہروالوں سے میری

تکے چوہری کے ہرے اور آفتوں میں، میں نے عجیب سی
طمانیت محسوس کر لی۔ یوں جیسے وہ مجھے ”ہیونگ“ ہانے میں
کامیاب ہو چکے ہوتے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ مجھے

”یقیناً مجھے ایک بات کا فہم اور چٹپٹائی تو ضرور ہے
 کی؟“ میں نے بے لاملواری پر ہنس کر شے شروع کیے۔
 ”دو کیا؟“ سلیک نے حیرانے پوچھا۔

سے پیار کرنے لگا تھا اور سجاد بیگ اس میں میری راہ کی سب

پہلے ہرگز چھوڑ کر نہیں آتا جیسے تھا۔ "چند عورتوں کی خاموشی کے بعد ایک دم سدا رہنے لگا۔"

میں جنتین سے کہہ رہا ہوں کہ سلیم اور محمد صہبی کی
برادران ایک نئی اور خطرناک چال میں ملے ہیں۔ "اگلے
محمد نے غمی فوراً اپنے خدشات کا اظہار کر ڈالا۔
"میں اس سے متنبہ تھا۔"

معاہدہ کر محمد حسن کے دشمن سے دوستی کا ہونے کے لئے اصرار کیا۔ ”لیکن جاتا ہے، تاہم میں محتاط رہوں گا ورنہ میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ تھا۔“

”تمہاری بات بھی غلط نہیں۔“ سردار ہو لے سے ہوئی۔ ”لیکن اب جادو، جیک کا حال سردار نے خود ہر جائے کھ وہ کہیں یہاں بھی نہیں سے نہیں بیٹھے دے گا۔“ ان کے لہجہ میں ان ازانہ کی خوشیوں سے آراستی تھی۔

میں نے کہا۔ ”اسی پر کیا تیار کی جا سکتی ہے، تعجب تو
میں نے سیکم اور چودھری کی برادرانہ کی طرف عارضی کمی،
دورانی اور مصفاہت کا آہ بڑھا دیا ہے۔“

ہمت ہی قییب و گریب اور پیکر و صورت حال
 ہوئی ہے۔“

گفتند کہ تو ان میں سے اب اس جو مرضی ہو۔ ان سے بھی عرض کی کہ تم میں سے چاہا تو ملے۔ وہ بھی میرے حالات سے اب بددلی کر رہا کہ وہ بھی کہیں۔ ان کا یہی بیعت تھی کہ اگر سلسلہ مکمل رہا۔۔۔ وہ بھی اپنی جگہ تک دیکھ گئی۔ پھر کہنے لگی یہی تو حق ہے کہ میں ملاتی رہی ہوں۔ کہ میں ضرور نہیں سے چاہا اس لئے کہ چنانچہ ان کو کوشش نہ ہوئے۔

میں نے چہرے پر اس کا ہوا سناٹا دیکھا تو اس کا ہونا چہرہ پر
 متاوجہ رہی کو پہلے آئی ہی وہاں کے بعد الگ کر کے میں نظر
 کر دیا کیا تھا۔ اسے ہوش آچکا تھا کہ انڈروں نے ہدایت کر
 دی تھی کہ ”پیٹ“ کے ہم آ رہا تھا لی جاگیا۔

[illegible]

نے کہا ہوا تھا۔

”جو حج اہ کیا ہے؟“ میں نے ان دونوں کو

نمبر 2023ء

ہاں میں اور اسی طرح اس کے زور دینے پر واپس
آج کل کے ایک عکس میں گھر تک چھوڑنے کے
آج کل کے ایک عکس میں گھر تک چھوڑنے کے
آج کل کے ایک عکس میں گھر تک چھوڑنے کے

سردار سے تو چھوٹے ہی مجھ سے فزیر اور ارادہ مند کے
میں نے انہیں تسلیم دی۔ حقیقت یہی
ہے کہ میں نے انہیں تسلیم کر لئے۔

[illegible]

اگر آپ کو یہ معلوم ہو کہ آپ کے پاس ایک عیب
ہے تو اس کو دور کر دیں۔ اگر آپ کو یہ معلوم ہو کہ
آپ کے پاس ایک عیب ہے تو اس کو دور کر دیں۔

[illegible]

پہلے اس کو کتبہ اور دراب حق کے ہاں یہ غلامی کی حیثیت
 تھی۔ لیکن یہ کہ کرمی کا میرے ساتھ آئے پر ضرر مند نہ
 ہوا۔ اگلا اس طبیعت کا خرابی کا ڈراما رچا۔ یہ سب میرے
 خلاف تھے۔ حقیقت اس کے لیے ہی بنی ہوئی تھی۔

نئے توپیں زرد پا کر وہ دونوں میرپور میں پڑیٹھان سے
 اٹھے۔ تب میں نے دیر دیر سے سدرہ اور اگلہاں محمود
 انور کو دیکھ کر حیرت حال سے آگاہ کر دیا۔ یہ سب جن کو اور
 ان کے ساتھ کھانے والا حیدر علیہم کے متعلق جان کر ان دونوں کو بچھڑاتے

ایک چپ کی کھانسی۔

”الف خدا یا را راجحہ بہن کے اوپر ایک بڑی قیامت
از گئی۔ بہن سہراب! تمہیں راجحہ کو ان لوگوں کے رحم و کرم

٥٧٠٧ ٤٧٠٧

147 سنس ڈائجسٹ

خود کشی کر لوں گی۔ ” وہ ہنسی سے انداز میں بولا۔
میرے دل پر کھونٹا لگا ہوا ہے۔

”راجہ ایہ کیا کہہ رہی ہو تم؟ میں نے کہا..... تمہارا انتقام
لے لیغیر میں ہرگز عین سے نہیں بیٹھوں گا۔ میں اس آئینے کا تعین
مہرت بنا دوں گا اور.....“

[illegible]

میرے اندر بڑی سرکش پنہن تھی مٹی۔ میں اس کی
کڑواہٹ کو کچھ کر پڑھان کر توشیح میں مٹا دیا۔ میں
نے جبکہ کراے پھر غائب کرنا چاہا مگر وہ شاید ہے جس
حرکت ہو سکتی تھی۔

”ہی!.....“ اسے کہا گیا ہے کہ کسی ڈاکٹر کو تو بلاؤ
 ”میں نے تو سنا تھا آجیر بلجے میں ایک ستم کی طرف
 جاتے ہو گئے۔“
 ”ڈاکٹر بہت پہلے ہی اسے کچھ اور دوا دیا تھا اس دے
 کر بچا کچھ ہے۔ وہ اس نے سنا ہی نہیں۔“ ستم نے چھوڑ دیا
 یہی کی طرف بڑھتے ہوئے جواب میں کہا۔

”دل..... لیکن.....“ اس نے اعصاب زور مارا ہوئے لگا۔
 ”سہراب!“ سلیم نے بالآخر میرے قریب آکر
 ”میں نے میرے کندھے پر اپنا اٹھارکتے ہوئے کہا۔
 ”بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ کیا میں تم پر اب بھی زور مارا

تین ہے؟ افسوس ہے یا داس کی حالت ہم بچے کی رہے ہو۔ میرے بچے کی بہن ہے۔ اسی اس کی حالت اچھی نہیں ملتی۔

دشمنوں کو ہم مل کر نیست و نابود کریں گے۔“

سید چھایا کیا ہے جابر باقدا، وہ میرے دھیان میں
ہا نہیں تھا لیکن وہ جو کہ باقدا، وہ میرے خالی الذہنی کی

نومبر 2023ء

سینس ڈائجسٹ 146

اچانک درجہ کی آفتاب برسی۔ ہم سب بڑی طرح ہونے۔
 ”اوه..... شاید اس سچائی پر دوبارہ، سترہ پائی درود
 ”سہل چپک کر اورا اور اسی طرف بڑھ گیا۔ منہ جو
 رخصت ہونے کے لئے کھڑا تھا، تیز تذبذب کے عالم
 میں وہیں کھڑا رہ گیا۔ قوزلی دیر تینی تو سہل اور وہ ملازم
 دکانی لوگ آئے۔

[illegible]

میرے نزدیک یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ میں
راحت کی وجہ سے غریبوں سے چلا جاؤں۔ نہ جانے کیوں مجھے
اس درمیان میں کچھ اور شاپید محسوس ہوا۔

”تیں جو تورا راخلیہ و بھوا چاہا ہوں۔ جسے
کہا۔ میری بات پر تسلیم اور جہد مرن کی دراب کی ایک
دورے سے نظریں چاہو یوں مگر چند لمے بعد تسلیم نے ایک
گہری سانس لی اور مجھے اپنے ساتھ لے گا اشارہ کر دیا۔
میں تسلیم کر کے اٹھا، مگر بھلا کچھ جھانک رہا تھا۔

میں جہاں کہہ رہا ہوں، راجہ ہندوستانی سکسپاں ہے موجود ہے۔ کیا رکھتا ہوں، راجہ ہندوستانی سکسپاں ہے۔ وہ بڑے عوامی تھی۔ میرا دل چاہیے کہ میں اس میں لے لیا۔ وہ بالآخر میری بہن کی، خالہ زاد سہیلی تھیں۔ چونکہ یہ راز میرے بچپن سے لے کر فنکارانہ شایع تک ہوشیار رکھا گیا تھا

اس لیے اسے اپنی سگی بہن ہی سمجھے، بچے کا جذبہ میرا ملا اور اس قدر قوی ہو چکا کہ بعد میں میرا راز اس کا زبان کی گھنٹے کے باوصف بھی یہی راز تھا۔ میرے دل میں راز علیحدہ کے لیے آج بھی بہن کی اور بھائی والی جی بہن موجود تھا۔

”راہِ علیہ.....! ہمیں لڑا جتھہ سے لے چکا۔ اس نے آزمائشوں سے لبریز اپنا جہود الخالد، مسلم ایک طرف خاموش کھرا ادا جبکہ دشمن جہود کے چلتا ہوا اس کی قریب جابھٹا پڑی ہوئی محبت سے اس کے سر پہ تھم رکھا ہی تھا کہ اس نے نہایت زور سے میرا تھم جھٹک، بااثر ایک دراڑ کھولی ہوئی۔ اس کے چہرے کی آزر کی ایک لمحے میں منتا ہوئی اور اس کی جگہ پیش نے لے لی۔

”

ایسا چھوڑ دو۔ مجھے کوئی جبر نہ کرے ورنہ میں یہاں سے بھی بھاگ جاؤں گی اور..... اور کسی گاڑی کے نیچے آکر

نومبر 2023ء

سینس ڈائجسٹ 146

اور اپنا خواب ایک بانی جانبی ہو گیا۔
 یہ لوگ سب کو بوجھ رہے تھے۔

تاہم رانا جتوڑ کے بارے میں میں بھی نہیں کر سکتا تھا۔
 ستم کو پہچانتا تھا یا نہیں۔ اسے ڈر بہت کم تھا۔
 شاید برا بھلا نہ کرے میں نے تو فراموش کیا۔

ستم ہم سے اور ”اورنگ زیب“ کے سبب ایک
 قتل و دہشت کے گزشتے میں ”اورنگ زیب“ کے سبب ایک

”جہانگیر“ تو جہد کے کمرے میں جا کر اس کی
 جگہ پوری کر میں بہت پرانا ہوں۔ لہذا میرے لئے میں
 بھی اصرار ہی اپنا کرتا تھا۔ ستم کو پہچانتا تھا یا نہیں

”مولیٰ نے اپنے ساتھی سے کہا میرا دل ایک بار
 زور سے دھڑکا۔

مولیٰ اپنی بانی جانبی پلٹ گیا جتوڑ کے کمرے میں
 اگلے ہاتھ کے اسی کمرے کی طرف بڑھے دیکھا جو کڑی
 دروازے سے بعد دروازے کے پاس کے پاس تھا۔

میرا دل تھوڑے سے دھڑکا۔ جہانگیر کے کمرے میں
 جا رہا تھا جو ستم کو پہچانتا تھا۔ میں نے ستم کو پہچاننے کے لئے
 آنے کے لئے میں نے اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس

کر کے اس طرف دیکھا جو ستم کے دروازے کے پاس
 تھا۔ دروازہ بند تھا۔ اس کے بعد میں نے اس کے پاس کے پاس
 اپنی جگہ سے نکلا اور ستم کے پاس کے پاس کے پاس

دو دھڑکنے لگے۔ ستم کے پاس کے پاس کے پاس
 ہوا۔ میں نے اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس
 لے گیا۔ جہانگیر کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس

نے ستم کو پہچاننے کے لئے یہ سب قیاسی تھے۔ میں نے اسے
 جہانگیر ہی نہیں مگر اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس
 ڈال دیا۔ وہ وہی ڈر تھا۔

کر کے میں نے اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس
 بہت عات میں پڑا تھا۔ وہیں میں تھا اور اس کے پاس کے پاس
 جھپکے جھپکے سے خون بہہ رہا تھا۔ میں اس کی حالت کو دیکھ

دہشت فہم آگئے۔ شوش اور جھپکے ہوئے تھے۔ دایک
 ہاتھ مجھے پریشان تھا۔ ستم ایک ایک کمرہ دروازے میں
 کھاتا تھا۔ جب جہد تھے۔ ستم ایک ایک کمرہ دروازے میں

بہت ایک تھا۔ میں نے اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس
 پر ہاتھ نہ ڈالے۔ میں نے اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس
 جہانگیر کا دل پٹا تھا۔ وہی ستم جس سے میری سچ تھی

ہوئی تھی اور وہ جھپکے خاتون کی جھپکے کا محبوب اور کیر
 کا تہ تھا۔

”وہ سب سوت میں تھا اور اس کے ایک ہاتھ میں
 ہاتھ لٹکا رہا تھا۔ میں بری طرح چوٹا۔ تو گویا اسے بھی
 اندر کی ”کھڑی“ کا نام ہو چکا تھا۔ ستم کو پہچانتا تھا یا نہیں

اور اس کا زور سے دار ستم جہانگیر تھا۔ مجھے اس پر سخت غصہ
 آئے گا۔ وہ خود بھی باغی تھا۔

اپنا ایک تھوڑی سے بڑے ہوئے قتلوں کی آواز
 ابھری۔ میں ڈرا اور پیچھے کی طرف دیکھ گیا۔ وہ دونوں
 مولیٰ اور جہانگیر تھے۔ ستم کے قریب آ کر بولے۔

”جہانگیر صاحب! آموی بے ہوش پڑا ہے۔
 روزی کو اس نے بخت سے ہلاک کر ڈالا اور کوئی ساتھی تو نہیں
 اس کے پاس تھا۔ وہ کھلا ہی تھا۔“

”اوہ۔۔۔۔۔ اس ڈیل نے روزی کو ہلاک کر ڈالا۔۔۔۔۔
 ان خدا“ ”ستم کو پہچانتا تھا۔“

”صاحب! پوسٹوں کو فون کر دیا آپ نے؟“
 نے بولا۔

”کر دیا ہے۔ انجنیئر ڈالار کو پہچانتا تھا۔“
 ”مجھے روزی کے پاس لے چلو۔“ ”ستم نے سب کچھ
 گاڑی کی چپ میں پھنسا رکھے ہوئے یوں کہ ستم روزی
 اس کی کچھ نہ سمجھتا۔ اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس

”یہ کتنی نہیں۔۔۔۔۔ میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔
 ڈالار کو فون کر دو۔۔۔۔۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ جس کو چوڑا کر دو، وہ
 ہاتھ نہ پڑے۔“

”بہت کچھ جھوٹے صاحب! آپ نے کچھ نہیں۔ وہ
 کتنی نہیں ہو سکتا۔“ ”مولیٰ بولا۔“ ”جہانگیر نے اپنا کچھ
 کیا سے دیکھا تھا اور اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس

”وہ ڈر ڈر کر رہا۔۔۔۔۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ جس کو چوڑا کر دو، وہ
 ہاتھ نہ پڑے۔“

”بہت کچھ جھوٹے صاحب! آپ نے کچھ نہیں۔ وہ
 کتنی نہیں ہو سکتا۔“ ”مولیٰ بولا۔“ ”جہانگیر نے اپنا کچھ
 کیا سے دیکھا تھا اور اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس

”وہ ڈر ڈر کر رہا۔۔۔۔۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ جس کو چوڑا کر دو، وہ
 ہاتھ نہ پڑے۔“

”بہت کچھ جھوٹے صاحب! آپ نے کچھ نہیں۔ وہ
 کتنی نہیں ہو سکتا۔“ ”مولیٰ بولا۔“ ”جہانگیر نے اپنا کچھ
 کیا سے دیکھا تھا اور اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس

”وہ ڈر ڈر کر رہا۔۔۔۔۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ جس کو چوڑا کر دو، وہ
 ہاتھ نہ پڑے۔“

”بہت کچھ جھوٹے صاحب! آپ نے کچھ نہیں۔ وہ
 کتنی نہیں ہو سکتا۔“ ”مولیٰ بولا۔“ ”جہانگیر نے اپنا کچھ
 کیا سے دیکھا تھا اور اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس

”وہ ڈر ڈر کر رہا۔۔۔۔۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ جس کو چوڑا کر دو، وہ
 ہاتھ نہ پڑے۔“

”بہت کچھ جھوٹے صاحب! آپ نے کچھ نہیں۔ وہ
 کتنی نہیں ہو سکتا۔“ ”مولیٰ بولا۔“ ”جہانگیر نے اپنا کچھ
 کیا سے دیکھا تھا اور اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس

”بہت کچھ جھوٹے صاحب! آپ نے کچھ نہیں۔ وہ
 کتنی نہیں ہو سکتا۔“ ”مولیٰ بولا۔“ ”جہانگیر نے اپنا کچھ
 کیا سے دیکھا تھا اور اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس

”وہ ڈر ڈر کر رہا۔۔۔۔۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ جس کو چوڑا کر دو، وہ
 ہاتھ نہ پڑے۔“

”بہت کچھ جھوٹے صاحب! آپ نے کچھ نہیں۔ وہ
 کتنی نہیں ہو سکتا۔“ ”مولیٰ بولا۔“ ”جہانگیر نے اپنا کچھ
 کیا سے دیکھا تھا اور اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس

”وہ ڈر ڈر کر رہا۔۔۔۔۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ جس کو چوڑا کر دو، وہ
 ہاتھ نہ پڑے۔“

”بہت کچھ جھوٹے صاحب! آپ نے کچھ نہیں۔ وہ
 کتنی نہیں ہو سکتا۔“ ”مولیٰ بولا۔“ ”جہانگیر نے اپنا کچھ
 کیا سے دیکھا تھا اور اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس

”وہ ڈر ڈر کر رہا۔۔۔۔۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ جس کو چوڑا کر دو، وہ
 ہاتھ نہ پڑے۔“

”بہت کچھ جھوٹے صاحب! آپ نے کچھ نہیں۔ وہ
 کتنی نہیں ہو سکتا۔“ ”مولیٰ بولا۔“ ”جہانگیر نے اپنا کچھ
 کیا سے دیکھا تھا اور اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس

”وہ ڈر ڈر کر رہا۔۔۔۔۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ جس کو چوڑا کر دو، وہ
 ہاتھ نہ پڑے۔“

”بہت کچھ جھوٹے صاحب! آپ نے کچھ نہیں۔ وہ
 کتنی نہیں ہو سکتا۔“ ”مولیٰ بولا۔“ ”جہانگیر نے اپنا کچھ
 کیا سے دیکھا تھا اور اس کے پاس کے پاس کے پاس کے پاس

”وہ ڈر ڈر کر رہا۔۔۔۔۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ جس کو چوڑا کر دو، وہ
 ہاتھ نہ پڑے۔“

ہم نے اس کا جواب دیا کہ اس میں کوئی

ابوں کی نوا ہو۔ اس وقت سے لے کر اب تک

”کی کہ وہ سید اسی طرف آ رہا تھا۔“

تہ لکھ بڑھاتی کر رہے ہیں۔

دولوں اہل بیواؤں کے لئے

میری مات فی النوبۃ ۲۰

نہایت محنت سے لکھا ہوا ہے۔ ایک وقت کے محنت پر

“...میں نے اس کو دیکھا تھا۔“

۱۰۰ - اس کے لئے میری دعا ہے۔

ایک لمحے کے لیے ایک رمل سا آکر

264

ہم ہو کہ میں ہر وقت تمہارے قفا قبا میں رہوں کر

”تمہارا کہہ لیا کہ راستہ میری مرضی“

١٠٠٠

عزت می، کلفتہ خاتون کی بیڑی

اے ارہی کی - بہت دیر لکھ رہے ہیں ایک زبردست شاکر ہے

محمّد بن عبد الله بن محمد

”کہ یہ جہاد ہے کہ تم کو“

”حجۃ اقامہ کے لئے“

صل نے بائیک کو کیڑ میں ڈالا اور ایسٹر پیڑ دیا۔

”بہاں تمہارا کون رہتا ہے؟“ اقبال جھک کر میں

آگے روانہ ہو گئے۔ اقبال، حاکم و مراد، مڑا تھا۔ آگے

بسم الله الرحمن الرحيم

[illegible]

بہمت کی نصیحتیں

میں نے مختصر الفاظ میں اسے ساری بات بتا دیا۔

تھے۔ یوں، ہمیں سرسبز و سرسبز ملک کے لیے

ہم سب نے اسے نکل کر دڑپڑ آگئے تھے۔ رات

”کے کیا ہوا؟“

”اسی سے پوچھ لو، سارا مسئلہ بخار دیا اے۔“

رہے۔ یہ۔ ان۔ کا۔

”بھٹک کر رہا ہے مکمل ابا“ سلیم نے میری بات کی

کتابہ رضویہ خواتین کے لئے کھلا ہے۔

وَمَا يَكْفُرُ لَكُمْ عَنْهُ وَمَا يُبْدِي لَهُمْ آيَاتِهِ إِلَّا فِي سَحَابٍ مُّطَهَّرٍ

...

卷之四

طی آقا محمد باقر و علی رضا

جراحی با:

مستحق

بعض اوقات ذرا سسی بات بھی کسی کی جان لے سکتی ہے... اس حقیقت کو قبول کرنے کے لئے کبھی کبھی بہن قیام نہیں ہوتا... اسے بھی یقین نہیں تھا کہ ایسا ہو چکا ہے... مگر ان کے بدلتے رویوں نے کسی کی جان لے لی تھی... اب چاہے یقین آئے یا نہ آئے... وہ حق بصورتِ رشقہ ان سے ملے گا۔ مڑ چکا تھا۔

ایک ان کا چہرہ پرندے پیا را کا التجائی
افسوسناک انجہام



پہلی آگہی کی روشنی ہوئی ہے اور یہ روشنی اس وقت
ویرانی میں بدل گئی جب اماں کی بیٹی نے ان کا آگہی
چھوڑ کر اپنے چاہے آگہی آباد کر لیا۔ شہر بھی کچھ صدمہ پہلے
انہیں تھا چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔ بس ایک
جوان بیٹا تھا جو ایک پرائیویٹ فز میں کلرک تھا۔ شام کو
آگہی سے آکر وہ غسل اور چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنے
پیارے دوستوں میں گل جاتا۔ یوں یہ شام اس گھر میں بسر
اواس ہو جاتی۔ آگہی کا شادی کو یاد دینے والا۔ عجمانی کی
اس اذیت سے بچنے کے لیے وہ اپنے آپ کو بھی اس کام
میں لگا لیتیں۔ بھی اس کام میں۔ یہ شادی گھر کے کوٹہ کوٹہ
میں جیسے بکا جیٹا تھا۔
اسی عالم رشتہ میں ایک دن شام کے وقت آگہی کی



گھومی گھر میں پلٹ کر دروازے کی جانب بڑھ چکا ہے۔
باہر ویرانان مرکز پر آگیا۔

میرا مقصد ہوا کہ جو کچھ تھا۔ جس واقعہ میں اسے بے ادب کر دیا گیا تھا، اس کا کچھ جانتا تھا، خبر نہ تھی کہ بے ادب بھول میں جس نے نہ کہے کہ میں اس کا چھپا چھپا ہونے والا ہوں۔ مجھے ایک ایک نظر پر کئی جوڑے ایک ایک گھر پر سواری اتار دی تھی۔ شاید وہ ریلوے سٹیشن سے اس کی لالائی میں جب کسی غالی ہوئی تو میں اس کی جانب بڑھا۔ اسے اپنے گھر کا پتہ بتا کر فانسہ مٹا دیا۔ براہِ جان ہو گیا۔ کسی روانہ ہوئی۔

مصابی کی تھنڈی دل چاہی کے قریب مجھے پلوسے ہوئے سہاگن
 کوئی نظر آئی۔ ایک اور پلوسے چپچپے ہوئے چوڑی دال
 پلوسے کا تھنڈا ساٹھا ہوا تھا۔ ایک پلوسے کی ایسبرو کس کا گڑا
 جی کوئی تھی۔ ان کے چھتوں پر لالہ خلی تھیں۔ جلی جھڑی
 تھیں۔ رات کے اس آخری اور سرد پہرہ میں یہ سہاگن
 اور سہاگن اکردینے والا تھوڑی سی تھوڑی تھی۔

میں اشارے سے روکا گیا۔ میرا دل تھری سے
دھڑکنے لگا۔ قریب جا کر محسوس یہی ہوا کہ یہاں کوئی
دار و ادرات یا راقہ روضہ ہوا تھا۔

”خیریت تو ہے ہر کار! کیا ہوا ہے؟“ میں نے ہلکی سے باہر جھانک کر پوچھ لیں۔ والے سے کہا۔

”باہر آ جاؤ، اپنی شناخت کرو۔“ دوسرے پاہس
را لے کر کرک دارالہج میں کہا۔ میں نیچے اترا آیا۔

جس نے اس طرف مخصوص دودھ کی اور ستاروں والے
پولیس آفسروں کو بھی دیکھا۔ سڑک پر ایک لاش پڑی تھی
جس پر چند مرد ڈال دی گئی تھی اور انہیں شہر پر اندر لے گئی
تھا۔ پولیس چینی کے ایک کھڑے کی وقت بغیر اس میں دودھ کی اتارے
اور اس کو اس کا کھانا سر بھیج پھاڑنے لگے۔

جائے کہیں یہی تفریق چاروں دیکھی لاش پر مجھیں
میں۔ سر دھوا کا کوئی خُصراً دینے والا دھوکا ملا۔ جس کی
لاش کے برہانے والے جسے سے چاروں دھوکے ملے۔
گازہ یوں کہ بیٹہ لاش میں لاش کا چھتا کر مر رہا ہے
بہر سانسے قمار..... میں..... جیسے پلنگت کر رہا ہوں
سے بچے ہو گیا۔

معائنہ کی فائسروں اور دراصلوں کی خوں نط ساراشوں
اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی طلوار

ع. سلمه. الم. ك. ج. د. م. ز. ح. ع. م. -

”تمہاری بات اپنی جگہ تک میرے لیے رہا متور
اسم ہے۔ تمہارے باپ اقبال کی طرح میں آج کل اس
کے پیچھے بھی پڑا ہوا ہوں۔“ وہ ایک ٹھوکر اور کڑھل کر وہ
کا کارا کرنا چکا ہے۔“ میں نے اکتان کرنے کے انداز

عزت پر ہر چوٹی بلن اس کے چومنے کے اعزاز سے
ایسا کہ جس میں مجھے محسوس نہیں ہوا تھا کہ وہ اس اختلاف پر
چوٹی ہو گیا۔ اعزاز ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی راز کے افشا...
ہونے پر یوٹان ہو گئی ہو۔

گوئی دینی تو شاید نہ کرتا ہو لیکن سادہ تجربات اور حالات انسان کو اس قدر حساس اور چمکانا دہی ڈالتے ہیں کہ وہ بہت کچھ محسوس کرنے لگ جاتا ہے۔ یوں میں نے بھی اس کے چہرے اور آنکھوں سے سب بھونپ لیا تھا۔

پھر فوراً ہی منہجلی کراچی رکمنی سے بولی۔ ”تم جانتے ہو کہ تم میرا درست ہے۔ میں اب بھی وقت اس سے لے چکی ہوں۔ بانی میرا بپا کیا کرتا تھا؟ وہ کیا بپا لیا ہے؟ مجھے اس کے کوئی فرض نہیں اور نہ بھی ضروری نہیں ہے کہ میں تمہاری باتوں پر جتنے بھی محسوس کروں۔“

[illegible]

31

(A.S.).....خبر بخوان خوا)

”اماں! میں نے ایسا کیا غلط کہہ دیا؟“ وہ اماں جی کو

میں نے یہ حالت دیکھ کر بھی بہت سی آنکھوں میں

”اماں! سہ جو تم روزانہ ایک روٹی چاہتو ہو گئی ہے

آئے۔ اب تو جسے آسمان پر کھلا کر مڑتے وقت کے ساتھ

اپنے بچے پر یہ دین و حیل نہ ہو۔ چنانچہ سرمد میں زبان سے تو خدا کا ذکر کرتا ہوں
”حمید، تمہیں پتا ہے۔ اس کا کیا کیا جائے؟“

ایں دوران کسی نے آپ سے کہا۔ ”حضرت! ایک شخص فرغانہ سے آپ کے پاس آیا ہے اور آپ سے ملاقات کرنا

اپنے اپنے اپنے میں مل گئے۔ کچھ دیر بعد سراسر اٹھا کر فرمایا۔ ”مخرب تو یہ بات ہے۔ اس شخص سے کچھ دو کروڑ دیواری
نہ کہیں آپ آج توجہ کی نسبت سے ٹکلا ہے اور اسے ملے میں کھیل کر رہا تو یہ دینا چاہتا ہے کہ کچھ سے ملاقات کرے گا
کے آج کو بھی تو انہیں نہیں کرے گا کیونکہ اس نے دو دلوں کو دیکھا کہ آج قصد کیا جا رہا اور ایسا چاہ
اں سے کچھ دو کروڑ والاں سے۔“

اس شخص نے جب بابتیں سامنے لگوائیں تو اسے اور بتا دیا کہ آپ کے سر پر دوں سے کہہ۔ ”آپ نے درست فرمایا۔ میں بچے والہ ہیں کہنا میں اس طرح کے بچے کو نہ جانتا تھا۔ لیکن اب مجھے نہیں جاد ہی گا۔ فرغانہ وہاں تک پہنچ کر اپنے ہاؤس سے ملازمین کی کراؤں گا۔“ اور وہ فرغانہ وہاں تک پہنچا گیا۔

ایک دن آپ نے ایک شرابی کو دیکھا۔ وہ نے میں بدست چکا ارجا چلا آ رہا تھا۔ آپ اس کی طرف چلے گئے۔ آپ نے آپ کو آپ کے دیکھا تو نے میں بھی آپ کو پہچان لیا۔ اس نے شرم سے چکا ارجا میں پہچان لیا اور گڑبڑ لائی۔ آپ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ اس کا ساتھ چکا ارجا لیا۔ آپ کو اس کا ساتھ مل گیا۔

روغن فارسی۔ ”اے اللہ! میں نے اپنے اختیار کا کام کر لیا اب جو کام میرے اختیار کا ہے وہ کر لیا جاوے۔ اے اپنے آپ کو اپنے کمر لے لے۔ اے اپنے آپ کو اپنے اختیار سے خلا یا اور اپنا خیریت

الہا البیلا کا کہ اس کا خضہ تو جرن ہو چکا ہے اور اس کے دل و دماغ کی لذت آمیز روشنی نے خرمو ہو چکے ہیں۔ اب
فانسیب پر فائز ہو چکا تھا۔ آپ نے اپنی دعا کے اس نوری اثر کو جرات و استقامت سے محسوس کیا۔

انت ایک دوسرے نام وصولی الہ عثمان مغزل بھی دینا چاہتی تھے۔ انہوں نے شرابی پر نظر ڈالی تو حیرت مچا دی اور
 "ہا۔۔۔" یہ کہان بزرگ ہیں کہ ان کی روحانی قوت تھی مجھے بس اس کے دے دی ہے۔"

”جواب دیا۔ ”یہ جو کچھ کہی ہے، چند لوگوں پہلے ایسا نہیں تھا، محض شرابی تھا۔“

ابو آپ نے اس کی ساری تفصیل بتادی۔ ابو عثمان معز بن عقیل نے اسے ابو عثمان حمریٰ الی آخر آپ نے ابوالاساس سے عثمان کی طرح رکھ کی آگ میں سلک، ماموں۔ جس میں یہ کمال پر اثر الی آخر اور یہ عثمان کا

میں بھی کرتا خوش قسمت انسان ہوں کہ میں نے جس کو عام میں تلاش کیا، اس کو تمام میں پایا۔ یہاں تا رہا تھا، یہاں تک کہ اس نے اپنا اصرار اپنا دیا۔ میں نے دیکھ کر ہنسنے لگا، یہ تو وہی خوجا اور اسودہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن دونوں نے اپنا اصرار اپنا دیا۔

پاس آگئی میں نے کہا ہے "میں تم کو اپنے لیے نہیں چاہتا۔ میں تم کو اپنے لیے نہیں چاہتا۔ میں تم کو اپنے لیے نہیں چاہتا۔"

[illegible]

۱۔ آپ نے مجمع البیان اب اس آں جو ہر قدر گراہ
۲۔ الخیر ہے ہاں متعجب آیا اب اس آں سے ناراض ہو گئے اور آپ کو اپنے پاؤں سے پلٹو کر کے منع کر دیا کہ
۳۔ کہو ہے بد معلوم نہیں کیاں ابو حفص آپ سے ناراض ہو گئے اور آپ کو اپنے پاؤں سے پلٹو کر کے منع کر دیا کہ

[illegible]

اور ان کے لئے ایک اور چیز بھی ہے۔ جب آپ کو اپنے دل میں یہ خیال آئے کہ میں اللہ کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں، تو آپ کو یہ خیال بھی آئے کہ میں اللہ کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔

آپ کو اب آپ پر چار جارتوں سے اور درود سے ارادہ مند لوگوں کے پاس پہنچنا شروع کر دیا۔ آپ کے مرید جب آپ کی شہادت اور حیرت سے دور درود سے

آپ اپنے پیروں کے ساتھ اناظر تشریف لے گئے۔ بازار میں دو دوں گھر بنے تھاروگا میں میں ہیں اور ہمیں لکھا ان

”اوپر آپ صرف دیکھنا، ہاں کوئی آپ کی طرف نہ آیا۔ لیکن اچھے اور شگوار کنارے ہوئے۔ انہوں نے آپ کو پریشان کر دیا۔“ بعد میں شگوار کا ہوا؟

۵۹ "پہن خانہ آ رہے تھے۔
۶۰ "کونہا بات نہیں۔"

نہیں ایک سریدہ نے غرض کیا۔ "مفتاح عالم قادیان" میں اس کے نرم نرم ہاتھ پر چھینٹ دینی اور اوپاٹ لیں گے۔

۴۷۰
عمر از مراد کی صورت میں دلی کی۔
عمر از مراد کی آواز میں کلام کا ہر لفظ۔ وہ عبارت دریا صفت میں آپ کے ساتھ رہتا

میں نے کہا کہ آپ نے اس کا ایسا اظہار کیا کہ تمہارا دل میری لذت ہی نہ آتی۔ آخر ابو عمرو نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ آپ کا ساتھ چھوڑ دے گا۔

[illegible]

سے فرمایا۔ "لات میں نے اسے کہا کہ بڑی ومعصیت تجھ کو اپنی طرف مٹھ کر رہے ہیں اور میں تجھے اپنی
اٹوں۔ آخر کیوں؟"

☆ ☆ ☆
-۱-۲۸۵-

مکمل ہی پیدا
ہو سکتا ہے

خبر

”اے بھائی! اس کا کیا کیا ہو گا؟“

اے بچے! آس پاس میں جو دریاؤں کے پیر ہیں ان کو دیکھا اور غامضی میں رہا۔ آپ نے فرمایا،
 "اے بچے! دل کی بات آزادی سے کر سکتے۔"

[illegible]

اس نے جواب دیا، "ابھی ایک ماہ پہلے مجھے ایک عزیز ہندوستانی تھی۔ میں نے اسے فریڈلینڈ میں لے گیا۔ اس نے کہا کہ وہ اب بھی وہیں نظر دیتا رہتا ہے اور اگر ساتھ لے جائے گا۔"

ہاں خب کی شکل ہے۔ عسا سے کہاں ہے۔ کچھ عساکر
 کرکسین چھڑنا چاہوں تو کس کے پاس چھڑوں؟ غور و فکر کے بعد کاپا دیاں ڈاکٹر نے آواز
 سے یہ کہہ کر بات مبینہ کے بھی کیا تھیں۔“

آپ نے کہا۔ ”تو کب تک دائیں آوازے کا؟“
 چار نے جواب دیا۔ ”دوستانہ مشاعرے اس آواز کے۔“

”چھوڑ جا، میرے بیوی بچوں میں چھوڑ دے اور کیتھولک بھائی کو دعا دے کہ جو اسے کس طرف
آپ لے جاوے۔“

”بہر بہت خوش ہوا، ملا۔“ میں کہ زمان سے آپ کا حکم یاد کروں۔ آپ نے تو میری شکل ہی مل کر دی۔“
 دربارے ان تاج پانی کیزہ آواز آپ کے گھر چھوڑ گیا اور خود رات حالہ کے ساتھ پہنچا۔

عزلی کا سفر انفرادی۔
 آیت: ہر ایک کو اپنا گھر لے کر اور ہر مومن اپنے

نہ اعمال پر بڑی جرات تھی۔ وہ سوچتی وقت بھی کہ خدا کی شان میں کئی کی چیزیں۔ مثلاً قرآن ہی کی چیز ہے۔ خدا تعالیٰ کی کئی کئی چیزیں کر سکتا ہے۔ کہ ایک دن آپ سے اس چیز کے لئے جہاد جہاد کیا کہ: کہ تم

پہلے ہی میں نے یہ سنا تھا کہ آپ اس کی شکل دیکھتے ہیں۔ اس کے کمر پر اپنا تھوڑا سا کمر لٹکا رہے ہیں۔

”خیر کھریں موجود ہے۔ اس کو دیکھ کر کہاں کا مشکل کام ہے۔ جب مالدار دیکھ لیں۔“

ہر میں دال ہوئے تو وہاں کثیر کو جو رو پایا۔ آپ نے یہ کہہ کر حرا راوئے۔
 آپ کو یہ کہہ کر ذرا دھکی نہ گھبرائی، بولی۔ ”کیا ابو عثمان آپ سے بھی؟“

”جواب دیا۔ ”اے، میں ہی ہوں۔“ محمد سے کوئی کام نہ
 ”اے۔“ کوئی غامض کام تو نہیں مگر میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کتاب جو رک دہاں آئے گا؟“

سے جواب دیا۔ ”اس نے دو تین ماہ کا ذکر کیا تھا۔ اس طرح ٹوٹے ان تو قینا ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد کہنا

”خدا ایک بگڑی ہوئی چیز ہے۔ خدا تجھ پر رحم فرمائے۔“

ابنے فرمایا۔ اب اب دیر۔ اور میں اور پتھر کوں کوٹوں فرما میں۔“

اپنے ان درویشوں کو "حضرت احمد کہاں؟" آپ کہاں سے رہے ہیں؟
وہ بیٹھا ملے ملا۔ پوچھا۔ "حضرت احمد آپ کے پاس پہنچ گیا۔"
نہ کہ اچھا نہیں دیا۔ اتنے میں وہ شخص ہم آپ کے پاس پہنچ گیا۔

آپ نے جواب دیا۔ ”تمہیں تو ایسی تو کوئی بات نہیں۔“

تجلی نے کہا۔ ”مکرم کیا بات ہوئی؟“
 شخص نے جواب دیا۔ ”بات دراصل یہ ہے کہ میں نے آپ کی دعوت کی قسمی اور مجھ کو کچھ ایسی غیبتیں
 سنیں جو مجھ پر ایمان لانے والے مسلمانوں کے ساتھ نہیں ملتا۔“

میں مجھ سے کہ مجھ سے ہمارا اس اور پہلے آئے۔ "تو کہہ ہی برا آدمی۔ تو نے ابومسلم اور
میں نے اس کو برا بھلا کہا اور سخت غلطی کی، بولا۔ "تو کہہ کہتا ہے کہ" اس کے بعد آئے ہے کہا۔

یہ بزرگ کو لطیف پہنچاں ہے اں ہے بہ۔
میرزا اس اور جو کچھ مجرور ہے، متوال فرما میں۔

"اسکے۔" کہتا کہ میرو سے لے۔ مجھ کو میرے حال میں رہنے دے۔

بے جواب دیا۔ "تو رست سے ہٹ کر آگے بڑھنا چاہیے۔"

"لیکن میں آپ کو یہاں نہیں جانے دوں گا۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔"

غیبی نے کہا۔ "میں انہیں بلاؤں گے۔ راستے میں آپ نے پوچھا۔ "تو کتنا کیا ہے؟"

اپ اس سے ملنا چاہتا ہے۔ لیکن آپ تعین کر سکتے ہیں کہ ایک ایسا خدا ارتداد جموں۔ میرا کہنا ہے کہ اس نے جواب دیا۔ ”کاروبار، آپ تعین نہیں کرتے۔ میرا اللہ میری رائی میں کرتا ہے۔“

”کیسے کرنا؟“
”میں سوچ رہا ہوں۔“
”کیسے کرنا؟“
”میں سوچ رہا ہوں۔“

جی نے بھی آپ کے ساتھ وہی سلوک کیا جو پہلا کر چکا تھا۔ غصا غلٹ کرنے کے باوجود ان دونوں کے ساتھ کھرے نمودار ہوا۔ دونوں آپ کا مذاق اڑانے لگے۔ لیکن آپ کو ان دونوں کے

الوں کو جیت سورت ہو آئی۔ اب پہلا میزبان ہنستا ہو آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ "نو توجہ"

آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، بس اتنا پوچھ لیا۔ ”ملاحظہ ہوا ایسی ہی چھ باتیں ہیں۔“
 پہلے پوچھانے آپ نے آپ کے قریب آئے ہوئے کہا۔ ”انہی کچھ باتیں ہیں۔“

کہہ کر اس نے ایک زوردار دھکا دیا تو اُپ ریتیں پر گر پڑے۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی پیریزیاں اُٹھ اُٹھ کر اس کی طاقت سلب ہو چکی تھیں۔ اب وہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی طاقت سلب ہو چکی تھی۔ آپ

”مگر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد میرا مانگ اُپ آپ کے طرف سے آیا۔ اب وہ بے حد شرمندہ تھا۔ اس نے کہا کہ میں آئی ام آپ سے بے حد شرمندہ ہوں۔ آپ مجھے معاف کر دیجئے۔“

اُس نے جواب دیا۔ ”میں کچھ لوگ اوصاف کروں، خدا سے معافی مانگ۔“

اپنے بھائی کو دیکھ کر وہ کہنے لگا: "اگر آپ نے مجھے صاف کر دیا تو آپ مجھے پناہ دے دیں۔"

آپ نے اسے مرید بنی کر لیا۔ اس کے مہسوں کا رد و رد و رخصت ہو گیا۔ چنانچہ دونوں نے ہمدردی کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا: ”عزیز! جس طرح ان مہسوں کو آپ میں انکسار اور راقی برداشت کی ضرورت ہے؟“

تھے، وہ ہاک جاتا ہے۔ اس طرح کے کاموں کی مقام نہیں جہاں لیکن میں انسان ہوں اور

کچھ نہ کہا۔ ”بزرگوار میرا حال میں ادم مٹنے لگا ہے۔ نہ کسی سے بات کر سکتی ہوں نہ کسی سے اپنے دل کی بات کہہ سکتی ہوں۔“

بوجھ بیان کر سکتا ہوں۔ آرتھریا بانیوں میں تیر کی باتیں سن لیا کر دیا کہ ”جب دل گھرائے، میرے پاس چلی آنا۔“

کثیر نے سنا اے مئے آپ کا قصہ یہ ادا لیا اور درود سر سے لے کر پہنچا۔ اس کے بعد حضرت

آپ کو دنیا کا احساس ہوا۔ آپ کہنے لگے کہ دنیا کا خیال آگیا اور آپ دیر تک اس کے بارے میں غور کرتے رہے۔ پھر اس نے

ایک عجیب سی کیف، مستی میں ڈب کیا۔ آپ کو اس چیز سے اس سا ہونچا ہوا دور بھی مل چکا ہے کہ لیریزان کے پاس

درد از آتش آجیای کرے اور آب الہی سے باہمی پریریں۔۔۔

دولہ - وہیلوں میں مسکرائی گی۔ اب واٹ ویسٹ میں ہر طرف لڑاؤ چلنے لگا ہے۔ کینز اس وقت بھی آپ کے خیالوں میں غل پیدا ہو سکتا ہے اور اس

تک فخر و مقصود اپنے گھر میں جد دے رہا ہے اور یہ

روز دہی ہے۔
آپ کو اس کمینے نے اتنا پریشان کر دیا کہ آپ کو مشورے کے لیے اپنے جیہر مند بوہس عداد کے پاس جانا پڑ گیا۔
”کلمائے العیون آج کسے آئے؟“

حضرت اے آپ کو اپنے دربار میں تو میرے پوتے کو بھی لے کر آئیے۔

آپ نے جواب دیا۔ "ہر صفت میں مشورہ دے سکوں۔"

آپ نے سارا اقدار صاف صاف بیان کر دیا۔
تم نے جو کچھ بتایا، اس سے تو یہی معنی ہوتا ہے کہ اگر

البرص لے لیا۔ ارادہ صحت

آپ نے کہا۔ ”تھمر ٹنڈا اب میں کیا کروں؟“

الو محض لے جڑاں دیا۔ خود روزگار دھان۔ ست۔ چنے۔ بٹور۔
اور پانی کو اس کا کرکھا دل میں اترتے چلے جا رہے ہیں اور ان سے کھانا ڈھوا رہی نہیں، ممکن ہو گیا ہے۔

میرے دل میں ہوا کہ تو دنیاں مارا آپ کا مقدر بن چکا ہے۔

وہ کھڑے ہو کر کہا: "میں نے یہ سب سنا ہے۔"

العثمان روئے لگے۔ روئے روئے آپ کی ڈاڑھی بھیگ گئی اور فرمایا۔ ”حضرت! اگر وہ چند دن اور رہ گئی

۱۱۳
رے کھر میں تو سن تو تھا وہ بڑا دھڑکاں گا۔ میری عبارت اور ریاست خاں میں جا بے۔ ہم کو بیٹیاں ہیں

الو انقضیٰ نے جواب دیا۔ ”اِس معاملے میں، بے بس و مجبور ہوں۔ ماں“ رے“ میں یوسف بن مسکن مومنان

”تم ان کے پاس چل جاؤ۔ اس کا صلہ بتا دیں گے۔“

رے، چناؤ رے خاے خاے پرکھا۔ اُپ نے کہا۔۔۔۔۔ وہ دو یہاں سے بہت دور۔۔۔۔۔
 الوخص نے جواب دیا۔ ”اے، تو بے کھوار سے کسے کا محل بھیجی کہ اس سے۔۔۔۔۔ تمہیں وہیں جانا پڑے گا۔“

آپ ہر جگہ در بیک ال کے پرغور کرتے رہے۔ آخر یہ فیصلہ کر لیا کہ بے میں یوسف بن حسن سے ملاقات کر

”نزدیکی ہے۔ یہاں سے آپ اپنے سر جی نہیں گئے اور سے اردانہ ہو گئے۔ سخر قاتلوں کے رحم پر رحم نہ رہا۔ یہ سچ ہے۔“

لوگوں نے جواب دیا۔ ”بہشت میں کسین! اس زندگی کے ماس کہا لئے عامیں کے آپ؟ اس کو تو پوچھئے۔“

١٠٠

کھانچہ سے آیا یوں اور ان سے ملاقات کرنا میرے لیے بہتر ہے۔

شاکا

ساتواں حصہ

نازیبا

جب ڈاکٹر وینڈرو ڈاکٹر نامی جڑے پودوں اور اسرارِ امانیت کی وجہ جاننے کے لیے آیا تو اس کا سامنا کسی غریبوں سے ہوا۔۔۔ جن کے خاتمے کے لیے شاکا جیسی پراسرار طاقت سے ایک دنیا سے دوسری دنیا کا سفر کیا۔۔۔ چار صدیوں پر پھیلی یہ کہانی بار بار دہرائی جاتی رہی جس کے بعد چند سائنس دانوں کی ایک مہیا تک غلطی سے اس دنیا کی ایک بہت بڑے حملے سے دوچار کر دیا مگر۔۔۔ اس بار کوئی پراسرار طاقت ان کی مدد کے لیے ان کے سامنے نہ تھی اور انہیں ایک بار پھر شاکا جیسی اسرارِ بھری بستی کی ڈھونڈنا تھا چاہے کتنا ہی مشکل سفر ہو جانا۔۔۔ گزشتہ عہد کے ڈاکٹر وینڈرو کی ڈاکری میں لکھے تحریر انگیز راز انہیں دوسری دنیا کا رستہ دکھا رہے تھے لیکن شاکا تک پہنچنا اب اتنا آسان بھی نہ تھا۔۔۔

جب ڈاکٹر وینڈرو ڈاکٹر نامی جڑے پودوں اور اسرارِ امانیت کی وجہ جاننے کے لیے آیا تو اس کا سامنا کسی غریبوں سے ہوا۔۔۔ جن کے خاتمے کے لیے شاکا جیسی پراسرار طاقت سے ایک دنیا سے دوسری دنیا کا سفر کیا۔۔۔ چار صدیوں پر پھیلی یہ کہانی بار بار دہرائی جاتی رہی جس کے بعد چند سائنس دانوں کی ایک مہیا تک غلطی سے اس دنیا کی ایک بہت بڑے حملے سے دوچار کر دیا مگر۔۔۔ اس بار کوئی پراسرار طاقت ان کی مدد کے لیے ان کے سامنے نہ تھی اور انہیں ایک بار پھر شاکا جیسی اسرارِ بھری بستی کی ڈھونڈنا تھا چاہے کتنا ہی مشکل سفر ہو جانا۔۔۔ گزشتہ عہد کے ڈاکٹر وینڈرو کی ڈاکری میں لکھے تحریر انگیز راز انہیں دوسری دنیا کا رستہ دکھا رہے تھے لیکن شاکا تک پہنچنا اب اتنا آسان بھی نہ تھا۔۔۔

تاریخ میں کی اور جری راتوں سے جم لینے والی

ایک اور جڑے رات



”ابحاج کر کے تو اللہ سے دوسرے جادے۔“
 کسی مرد نے سوال کیا۔ ”اتحاد سنت و شواہد امر ہے۔“ اس پر کس طرح قابو پایا جائے؟
 آپ نے جواب دیا۔ ”اتحاد سنت کے لیے رسول متوال متلفظ لہجہ کی محبت بہت ضروری ہے۔ اگر یہ شرط پوری کر دے تو اتحاد سنت کا عمل آسان ہو جائے گا۔“
 آپ نے فرمایا۔ ”جانتے ہو مسافر کون ہے؟“ پھر خود ہی جواب دیا۔ ”صبر وہ ہے جو مصائب کو برداشت کر لے۔“
 آپ نے فرمایا۔ ”جانتے ہو مسافر کون ہے؟“ پھر خود ہی جواب دیا۔ ”صبر وہ ہے جو مصائب کو برداشت کر لے۔“
 آپ نے فرمایا۔ ”جانتے ہو مسافر کون ہے؟“ پھر خود ہی جواب دیا۔ ”صبر وہ ہے جو مصائب کو برداشت کر لے۔“

”ہوئے ہیں۔“
 ایک دن ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھا۔ ”کیا آپ اس نوجوان سے واقف ہیں جو کئی سال پہلے آپ کے پاس آیا تھا۔ وہ حج کرنے جا رہا تھا اور آپ نے یہ کہہ کر اس کو واپس کر دیا تھا کہ والدین کو ناراض کر کے حج کرنے جانا مناسب نہیں ہے اور وہ وہیں سے فرغانہ واپس چلا گیا تھا؟“
 آپ نے جواب دیا۔ ”ہاں، میں اس نوجوان سے ابھی طرح واقف ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ دوبارہ آ رہا ہے۔“

”میں عرض کر رہا ہوں کہ بعد اس کے استقبال کو ٹھکراؤ۔“
 آپ نے عرض کیا۔ ”میں عرض کر رہا ہوں کہ بعد اس کے استقبال کو ٹھکراؤ۔“
 آپ نے عرض کیا۔ ”میں عرض کر رہا ہوں کہ بعد اس کے استقبال کو ٹھکراؤ۔“

”ابھی سے غیر معمولی اکتساب کیا۔“
 آپ باتوں ہی باتوں میں اپنے مریدوں اور سنے والوں کو بڑے کام کی باتیں بتا دیا کرتے تھے۔ آپ ہی نے ایک موقع پر فرمایا۔ ”میں ایسے آدمیوں سے بھی واقف ہوں جو مسلسل گناہ کر رہے ہیں اور وہ مصیبت میں اترے ہوئے ہیں۔“
 آپ نے فرمایا۔ ”میں ایسے آدمیوں سے بھی واقف ہوں جو مسلسل گناہ کر رہے ہیں اور وہ مصیبت میں اترے ہوئے ہیں۔“

”ابھی سے غیر معمولی اکتساب کیا۔“
 آپ باتوں ہی باتوں میں اپنے مریدوں اور سنے والوں کو بڑے کام کی باتیں بتا دیا کرتے تھے۔ آپ ہی نے ایک موقع پر فرمایا۔ ”میں ایسے آدمیوں سے بھی واقف ہوں جو مسلسل گناہ کر رہے ہیں اور وہ مصیبت میں اترے ہوئے ہیں۔“
 آپ نے فرمایا۔ ”میں ایسے آدمیوں سے بھی واقف ہوں جو مسلسل گناہ کر رہے ہیں اور وہ مصیبت میں اترے ہوئے ہیں۔“

”ابھی سے غیر معمولی اکتساب کیا۔“
 آپ باتوں ہی باتوں میں اپنے مریدوں اور سنے والوں کو بڑے کام کی باتیں بتا دیا کرتے تھے۔ آپ ہی نے ایک موقع پر فرمایا۔ ”میں ایسے آدمیوں سے بھی واقف ہوں جو مسلسل گناہ کر رہے ہیں اور وہ مصیبت میں اترے ہوئے ہیں۔“
 آپ نے فرمایا۔ ”میں ایسے آدمیوں سے بھی واقف ہوں جو مسلسل گناہ کر رہے ہیں اور وہ مصیبت میں اترے ہوئے ہیں۔“

”ابھی سے غیر معمولی اکتساب کیا۔“
 آپ باتوں ہی باتوں میں اپنے مریدوں اور سنے والوں کو بڑے کام کی باتیں بتا دیا کرتے تھے۔ آپ ہی نے ایک موقع پر فرمایا۔ ”میں ایسے آدمیوں سے بھی واقف ہوں جو مسلسل گناہ کر رہے ہیں اور وہ مصیبت میں اترے ہوئے ہیں۔“
 آپ نے فرمایا۔ ”میں ایسے آدمیوں سے بھی واقف ہوں جو مسلسل گناہ کر رہے ہیں اور وہ مصیبت میں اترے ہوئے ہیں۔“

ما خفائت

تفہات الانس، مولانا عبدالرحمن جامی، تذکرۃ الاولیاء، شیخ فرید اللہ عطار۔
 طبقات الاولیاء، علامہ عبدالوہاب الشعری، جنید بغدادی، ذاکر علی حسن عبدالقادر۔
 حکایات شہدائیں، مرتبہ مدنیہ مجملہ اکیئہ، لاہور

بات مل گئی۔" پورس نے مسکرا کر انہیں اندر آنے کے لیے اشارہ کیا۔ وہ دونوں غلطی کے اندر داخل ہو گئے۔

"ہائیں۔ آپ کا تعارف؟" پورس نے لالچ میں بے مروتی کی طرف دیکھا۔

"میرا نام پورس ہے۔" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

"پورس؟" پورس نے کہا۔

پورس ایڈریک کے ساتھ اپنی لیب میں موجود تھا۔

اس نے لیب چھینچنے پر ایڈریک کو بلا دیا تھا اور اسے ڈاکٹر سے یہاں تک پہنچنے کی ساری روداد کہہ سکتی تھی۔ ایڈریک اس کی باتیں سن کر پریشان ہو گیا تھا۔

وہ کافی عرصے سے پورس کو ایک اہم پورس کو بلانے کی باتیں کر رہا تھا۔ پورس انکو راتوں کو گھر کر اس کی باتیں کرتے دیکھ رہا تھا۔

پورس نے اس کے سامنے کھڑا ہو جاتا اور اس پر بے چارے کے انگوٹھے پر ہاتھ رکھتا رہتا۔ یہ تو اس کے خوابوں سے چڑا تھا۔

اور آج انہی خوابوں کی کوئی ڈاکٹر رینجرز سے جانی تھی۔ اسے پورس کی ہر بات پر یقین تھا اور آج بھی وہ پتھر سوال جواب کے اس کے ساتھ کھڑا تھا۔

پورس اس وقت انکو پر موجود تھیں کہ انہوں نے اس کے سامنے ہاتھ رکھ کر ایک چھٹی سی ڈرل ڈال دی تھی جس کی ڈرل سوئی کی طرح ایک تھی۔ وہ اس چھتین کی مدد سے ڈرل میں ابھرنے والے اس خاف کو کھینچنے کے لیے تھی۔

ایڈریک لیب کے کپڑے پر اس خاف کے انگوٹھے میں تھپکایا ہوا نوٹ کر رہا تھا۔

انگوٹھے کے اندر موجود وہ نیلے ڈرل ہر کندہ ہوتے تھے۔

کے ساتھ تھوڑی سی حرکت کر رہے تھے۔ آخری نقش کندہ کرتے ہی پورس پیچھے ہٹا اور اس ڈاکٹر کے کارخانہ لپٹے لگے۔

یہ انگوٹھے دیکھ کر حیرت منسا تھا کہ اسے کہا یا تھا۔

پورس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی وہ چھوٹی سی ڈرل مشین ایک طرف رکھی اور ایڈریک کی طرف دیکھا۔

"انگوٹھے کے اندر ڈرل کی رفتار تیز ہو گئی ہے۔"

ایڈریک اس بات کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

وقت آچکا تھا۔ پورس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ یہ خرمالوں پر پکڑے گئے پورس پر چڑھا۔ ایک بار پھر اسے غور سے دیکھا کہ اس کا پورا جسم اس سے ڈاکٹر کی طرف تھوڑا

اس نے آنکھیں کھولیں اور اس شخص پر ہاتھ رکھنے لگا۔

ایڈریک اس ڈاکٹر سے بے چارے کی روشنیوں میں گھس گیا۔

پورس نے اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔ انگوٹھے کے اندر غلی روشنیوں کے دائرے بنے۔ وہ دونوں خاموشی سے کھڑے رہے۔

ایڈریک نے اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔ اس کا تھپکنا

پورس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔ اس کا چہرہ فریضہ بات سے لال ہو گیا۔

ایڈریک نے اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔ اس کا تھپکنا

پورس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔ اس کا چہرہ فریضہ بات سے لال ہو گیا۔

ایڈریک نے اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔ اس کا تھپکنا

پورس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔ اس کا چہرہ فریضہ بات سے لال ہو گیا۔

کو کھینچ رہا تھا تو اسے خوش کام نہ لگتا تھا۔

ایڈریک نے جھجکت سے پورس کی طرف دیکھا۔

پورس کی آنکھوں میں نمی تھی۔ وہ جوش سے اس کے گلے گیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

پورس نے اس کے گلے سے لپٹ لیا۔ اسے لوٹنے سے روک دیا۔

مکرم سے اس کی کارروائی دیکھ رہے تھے۔ اس کے چہرے
 سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔
 ”کیا تمہارے جج کال آئے؟“

”یہ جگہ ال کا نقشہ ہے۔“

”جنگدال، مطلب کی کہانیاں ہیں۔“

میں سالوں تک کھیتے تھے۔ ”وہ بدیشیائی کوڑھڑانے لگا۔
”کیا؟ اب کراہو کراہو؟“

وہ صاحبِ حال۔
”مگر تم نے تو اس کو اتنا

ہے۔ تو یقیناً اسے یہاں دھونڈنا تھا۔ مگر اس شخص سے الگ اور خاص
لوگوں اسے پہچانتے ہوں گے۔ ”مگر یہاں یہی سب سے مشکل ہے۔ یہاں
”وہ حکم ال کا سرور ہے۔“ ”مگر اس کا کیا
”مگر یہاں یہی سب سے مشکل ہے۔“

پورے جگہوں میں تو نہیں موم سکا ہو گا؟ ” کی بات
علاقے کا سردار ہو گا۔ ” صوفیہ بولی۔

انہوں نے کہا کہ کوئی فائدہ نہیں۔ ”جی ہاں یہاں کھڑے ہیں۔“

اس طرف چلو۔ یہاں ایک نئی دکان بھری تھی۔
 بدوس تھے کو دیکھتے ہوئے بولا اور وہ سب غیبی کی طرف
 پڑے۔ دکان منٹ بعد وہ مکمل کے قحط سے مرزائی ایک
 کے کنارے کھڑے تھے۔

”وہ دیکھو۔“ صوفی کو ہندی کا کنارہ نیچے کرتا نظر
”اور، شاید یہ آتش ہے۔“ ہندو اس کنارہ
طرف بڑھ گیا۔ انہیں ایک ایک طرف

پڑھنے ہی ان کے منہ کھلے کھلے رہے۔
وہ ایک اونچے پہاڑ پر موجود تھے اور یہ آہستہ آہستہ

سے پیچھے رہی تھی۔ ماحول نامیہ: جس کی پہچان ہو رہی ہے۔ آسان
قوس قزح آتے ہوئے تھے۔ وہ سالس رو کے قدرتی

کارگیری کو دہیٹنے لے۔
”انتہائی حسین۔ میں نے آج تک اتنا خوب
نظاں نہیں دیکھا۔“ صوفیہ ڈانس کی کیفیت میں بولنا

”میں نے بھی۔“ جیہاں نے اس کی تائید کی

نومبر 2023ء 185 سسپنس ڈائجسٹ

میں نہیں پہنچا ہے گا۔ اب تم جا سکتے ہو۔ "پوڑھے نے
 ان کی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی آنکھیں بند ہوتے ہی
 وہ اٹھ اٹھا۔ وہ ان کی آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے۔

نے بورس سے سوال کیا۔

ان کے ساتھ بیٹھے جو انہوں نے انہیں چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ ان کی طرف ہو گئے۔ وہ شاہ کا کے مہمان تھے۔ ان کی

عبداللہؑ کو ان کا فرض تھا۔ وہ ان کے سامنے پھر کے
 بیت کرنا ان کے لیے۔ ان میں سوچے۔ کسی کو چیز چھو نہ تھی۔
 بلکہ ان کے لیے۔ اسے سمجھا۔ اسے اپنا کی کہی۔
 مومن نے چال اٹھا کر اسے سمجھا۔ اسے اپنا کی کہی۔
 ان کے غامضی سے وہ چال دیکھ کر رکھ دیا اور اپنے بچے
 ان کے ساتھ۔ اس کے بانی۔ اس کے بانی

انہوں نے بھی یہی کیا۔
ارد گرد جمع ہو کر انہیں دیکھ رہے
تھے۔

نہ۔ البتہ یوں کہ اب تک ان سے خوف مسکوں ہو رہا تھا۔ نہ
بہ لوگوں نے اس بوڑھے کی بات پر کبھی توجہ نہ کر لیا تھا۔
میں نے اس میں کافی وقت صرف کر لیا تھا۔ ان کی آنکھوں
پر اس دور دوری سے ہرے چنگیوں سے بھرے قبیلے میں

بہار کے تھے؟
ابدریو کہتین تھا کہ ان کی آنکھ لگتے ہی قبیلے والے
انہیں اڑا لیں گے لہذا وہ آنکھوں پر پانی مار کر خنجر کو بھونکنے

[illegible]

ہوں نے پہلے ہی درخواستی نوٹ کر کے یہاں لی آج
ہوں یہی بات کوئی عجیب نہیں۔ اس سے زیادہ رابطہ ممکن نہ تھا۔
ادارہ ایڈوارڈ کس فطرت پر سے صورت میں ایک ہی
نالا، یہ کہ، اس نظر آئے تو وہ پریشان ہوئے مگر بدرس
تاکاں تصدیق کے ذریعے پہنچ کر مطمئن کر دیا۔

بچے کے لوگ آہستہ آہستہ الاؤ کے پاس سے اٹھنے لگے۔ وہ اپنے گھروں میں سونے جا رہے تھے۔ وہ تیار تیار سڑکوں کے تنوں سے ٹھیک لگا کر وہیں بیٹھ گئے۔

موزی نے بورس سے شا کا کی کہانی سنانے کی فرمائش
 - ان کے پاس وقت بھی تھا اور موقع بھی - بورس
 موزی کو راز بردار صدمہ کے کافی ذرا سے کروانے لگا - شا کا کی

اور ذہانت کے قسے سن کر ان کا اشتیاق مزید بڑھ گیا اور وہ توں کی رات جاگ کر یہ قسے سننے کا حکم کر دیا۔

نہ جانے رات کے کس پہر ان کی آنکھیں کھلی اور
 کی لہجہ ہانٹ سے کھلی تھی۔ جلدال میں صبح کا

”تمہیں اوپر جانے سے پہلے اپنے ساتھیوں کو بلا لیتا
 اگر آگھصہ ہٹا دیکھیں۔“ یورس بولا۔

چاہئے۔ ان میں میں، میں، طرف، بڑھ گیا۔ وہ بیٹنوں
بچکال سے کھل کر بچکال کی ہوا ہی میں آتی میں داخل
جہانزیوں سے کھل کر بچکال کی ہوا ہی میں آتی میں داخل
ہوئے۔ قبیلے والے انہیں دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ایک
ہوئے۔ قبیلے والے انہیں دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ایک

عورت صوبہ کے رائے سالانہ اجلاس میں
دیکھنے لگی۔ وہ تینوں پہلی ہی گھبرا ئے ہوئے تھے لہذا خاموشی
سے کھڑے رہے۔

پورس انان لوا شامہ رے ان ہف راہے پڑے۔
 لک۔ قبیلے کے دو دروازے ان ہف راہے پڑے اس کے
 آگے کے محل، ہے۔

وہاں پر اسے اس قدر دکھایا گیا ہے کہ وہ سب ان پر
کے پیچھے ہو لیے۔ جب تک جبران صہارت سے اس پر مالی پر
آگے بڑھ رہے تھے۔ یہ تحکرات ایک لمحے پر گھر پر پہنچ کر ختم

ہوا تھا۔ برکدے اس پر غیور ہوا چلا ہوا تھا۔ برکدے
 فحی کو کہو بڑے مہکتیں بند کے اتنی پاتی مارے بیٹھے تھے۔
 ان کی بنی غنیمت ڈاڑھی اور کمر و جسموں سے پچھتا تھا کہ ان کی

عمریں سو سال سے بھی تجاوز کر رہی ہیں۔
وہ حیرانی سے ان بوڑھوں کو دیکھنے لگے۔
”وہ کھڑے ہو کر آتے ہیں۔“

تاما۔ ایک بوڑھے نے آگ میں کھول کر ان لوگوں کو دیکھا۔ اس کی آگ میں لال ہو رہی تھی۔

”تھا کہ؟“ جین یونیورسٹی بورڈ پرچہ ہے۔ باب
ہم کیا کریں گے؟“ ایڈیٹر یو ایک بوڈے کے لیے اتالیا
سخرے کرنے پر انسوس ہوا تھا۔ جیکال نے اسے خاموش

رہنے کا اشارہ کیا۔
 پورھا ان سب کا جائزہ لینے کے بعد ان کے ساتھ
 آئے قبیلے کے نوجوان سے غیر مانوس زبان میں بات کرنے

آ رہا تھا۔ ان لوگوں کو اس گفتگو میں صرف "شکا" لفظ ہی مجھ میں

صوفیہ کو یہ سمجھنا نہ پھرا۔
 ”اوصرا آت“ اچانک بوڑھے نے ان کی زبان میں
 بات کا تماشہ شروع کیا تو وہ سارے حیرت سے اٹھل پڑے۔

اس بوڑھے کے ساتھ بیٹھے بابا بزموس نے جی اٹھایا
آنکھیں کھولیں۔ ان سب کو خوف محسوس ہو رہا تھا۔
بوڑھے نے ان سب کو بیٹھے کا اشارہ کیا تو وہ سب زمین پر

موجہ کا تھا۔

☆☆☆

Year 2020
Russia - Vostok

جوشوا کوادام سے فیکٹوری کے انٹرویو میں
اشیو کوختی سرکاری ٹیلی ویژن پر
کمن کے زیرِ نگرین پر اگلی رکھ لی۔ کم از کم وہ مبارکبادیں
بہادری سے ادا رہا تھا۔

جوشوا چادوس طرف نظر فرما رہا تھا۔ اس نے پہلے
کر وہ ان سب کو فائر کرنے کا حکم دینا چاہا۔ ایک غیر معمولی
صورت حال ہوئی۔ جوشوا کھٹکھٹاتا ہوا فیکٹری کے دروازے
دروازے سے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے قدموں والیں کوادام میں دھکیلیں
کے ساتھ کوئی بلا نہیں تھی۔ جوشوا ان کے ساتھ ان کے ساتھ
تیزی سے اس کوادام سے باہر نکلا۔ اس کے ساتھ ان کے ساتھ
اشیو کے کی حالت میں سے سارا تصور کھڑا رہا تھا۔ وہ
بے یقینی سے اپنی جگہ پر پوزیشن سمجھا لے رہا تھا۔ اب
سے کچھ دیر پہلے موت بالکل اس کے سامنے کھڑی تھی۔
جوشوا کا اس طرح اچھے بچا ہوا کھوکھلا تھا۔ اشیو نے تھوڑی دیر
تک جوشوا کے لوٹنے کا انتظار کیا پھر اٹھ کر کوادام میں اس
کے کھڑے ہونے ہی کا اندازہ نہ کیا۔ جوشوا نے فیکٹری سے نکلتے
فیکٹری کے وسط میں جھج جھجے۔

”مجھے گھٹا ہے کہ وہ باہر مارا تھا۔ اس کا رہا ہے۔ ایک
کمانڈر تھا۔ اس کا نام جوشوا تھا۔
اشیو شائستہ گن سمجھا لے اسی لحاظ سے کہ وہ اس کی طرف بڑھا
اور فیکٹری سے باہر نکلتا گیا۔ ان سب نے اس کی بیجوری کی۔
باہر جوشوا اور اس کی آرمی کا دور دورہ تک کوئی ہمارا
نشان نہیں تھا۔ اشیو جھرت سے اپنا ہونٹ چماتے گئے۔ آخر
ایسا کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے جوشوا ان پر حملے کے بغیر واپس
چلا گیا تھا۔ اس کے لیے تو یہ سب سے آسان تھا تھا۔ اشیو
اور اس کے ساتھی اس فیکٹری میں پھنس چکے تھے۔ ان کے
باہر نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ ہی موجود نہیں تھا۔ وہ کیا چوٹی
جس نے جوشوا کو اپنے لیے مجبور کر دیا تھا؟

اشیو فیکٹری کے اندر آ گیا اور چاروں طرف کا جائزہ
لینے لگا۔ یہاں ان کی کوئی بھی چیز موجود نہیں تھی جو جوشوا
بلا ٹو فوڈز کو دیکھ کر حیران کر دے تھی۔ جوشوا کو اچھے بچے
مجبور کر رہا تھا۔
اشیو کی ناک سے عجیب سی... چمک رہا تھا۔ فیکٹری
میں کسی چیز کی تیر پو تیر پو نہیں ہوئی تھی۔ وہ ہاں نصب پابست

آج ہر ایک پہنچ رہی تھی جانتے تو وہ اس کے اوپر کیے چڑھتے؟
”اوہ تو یہ بڑا خطرہ ہے کہ ہم اس کے ہاتھ میں شاکا سے ملے
کے لیے اس آج ہر ایک جاننا ہوگا کہ وہاں تک پہنچنا تو ہم ان کے
کل ہے اور اس میں ہی ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں شاکا سے ملے
اور یہ بتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اس آج ہر ایک کے اوپر
چڑھنا پڑے گا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم شاکا کو یہاں بلا
لو؟“ اینڈرکس آج ہر ایک کو دیکھتے ہی ہمت ہار بیٹھا۔
”تم کھڑا کر دو۔ اس میں شاکا کا پتلا کیا ہے۔ جب
یہاں تک آگے آئے ہیں تو وہاں بھی کسی کی نہ مری طرح پہنچ رہی
ہائیں کے۔ ہمیں فوراً لٹھار پنا ہے۔“ بھروسہ ہوا۔
پہلے کے دو فوجیوں کوادام پر سوار ان کے پیچھے
آکرے ہوئے تھے۔ شاید وہ ان کے ساتھ آج ہر ایک
جانے والے تھے۔ یہ بھی شہید تھا۔ وہ وہاں پہنچ رہی تھی
پہلے ہی لٹھار لٹھار تھے۔ وہ فوجیوں پر سوار ہو کر ان کے پیچھے
چلنے لگے۔

”نورس کا شاکا زندہ ہی نہ ہوا۔ یہ ہمیں اس کی قبر پر
لے جا رہے ہیں تو؟“ جوشوا بولا۔ اس کے ذہن میں بھی
کئی سوال ختم لے رہے تھے۔
”مجھے پورا یقین ہے کہ شاکا زندہ ہے اور یہاں
موجود ہے۔ اس بوڑھے نے بھی ہمیں بتایا ہے کہ شاکا
ان کا سردار ہے۔“ بھروسہ پڑ گیا۔
”مگر شاکا نے ہمیں نہ پہنچانا اور ہماری مدد کے لیے
راستی نہ بتائی؟“ شہید بولا۔
”ان کے گھوڑے آگے پیچھے چل رہے تھے۔ یہ ایک
تھک سی گھنڈ بنی تھی اس لیے انہیں اپنے گھوڑے آگے
چلانے پڑ رہے تھے۔“
”یہ تو وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہوگا۔ کم از کم شاکا سے
ملنے کی امید ہے۔“ بھروسہ ہوا۔
”شاکا کے بارے میں کچھ بتاؤ؟“ صوفیہ
کو یہ سب کچھ بہت اذیت لگ رہا تھا۔ اس کے دل میں شاکا
کو دیکھنے کی خواہش زور پکڑ رہی تھی۔
بھروسہ نے اس کے عظیم الشان آج ہر ایک پر نظر ڈالی جو جنگل
کے آخر کی کونے سے بھی صاف نظر آ رہی تھی۔ شاکا کا بھیرا
ایسی ہی عظیم الشان جگہ پر کھنکھاتا تھا۔ یقیناً اس تک پہنچنا اتنا
آسان نہیں تھا۔ بھروسہ کے چہرے پر مسکراہٹ چھل گئی۔
”چلو تم کوادام کو شاکا کی ٹوکس سے نشے کی لہانی
ساتا ہوں۔“ بھروسہ بولا اور وہ دھکیلی سے ہمت کوش
ہو گئے۔ شاکا سے ملنے سے پہلے ہی ان پر اس کا حیران

نومبر 2023

192

سپین ڈائجسٹ

اشیو، جوشوا کا بہن کی بیوی۔
ایسا ایسا آکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ جبکہ بڑے
جانتے تھے اس کا چہرہ نہیں بگاڑا ہے۔ بھروسہ کی باتوں
میں یقیناً سچائی تھی۔ جوشوا کو یہاں لانے میں کامیاب ہو جاتا تو
اگر وہ اس جگہ پر پہنچتا تو وہ دوسری صورت میں ہتھیاروں
جوشوا کا خاتمہ ہو سکتا تھا۔ نظر آ رہا تھا۔ اس ڈانڈ کی تحریروں
سے اس کا خاتمہ ہو سکتا تھا۔ ایک حقیقت تھا۔
جوشوا کی تو یہ یقیناً شاکا کا ایک حقیقت تھی۔
وہ جھرت سے بڑے گھوڑا رینگنے لگے تھے۔
آرمی چیف کو تو اسٹیو اور اپنے بہترین کمانڈروں کی
موت کا یقین ہو چکا تھا۔ جس طرح کے حالات وہ دیکھ رہا تھا
کے باہر کچھ آ رہا تھا۔ ان سب کا پتلا نہ تھا۔ وہ بھی بہت
مشکل سے اپنا جان بچا کر بڑے گھوڑا رینگنے لگا تھا۔ جوشوا کی
دور تک اس کا پیچھا کیا تھا پھر پہلے کا پڑ گھوڑا رینگنے لگا تھا
طرف پلٹ گیا تھا۔ بھی وجہی کر چیف۔ زندہ سلامت پہلے
کوڈرنگ پہنچ گیا تھا۔
وہ بیٹنگ دم میں اپنا سر پکڑے بیٹھا تھا۔ کوڈرنگ
آئیٹلیو اس کے ساتھ لائن پر تھے۔ اسٹیو کی زندہ واہی کا
سن کر اس نے سکون کا سانس لیا۔
”اوہ اسٹیو! کھڑے تم جھرت سے واپس آ گئے۔“
وہ دے کچھ کر رہا کر رہی کوڈرنگ۔
”نمرا لگنے لگا ہے جوشوا اور اس کی آرمی پر ان
ہتھیاروں کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ہم بہت مشکل سے اس کے
چنگل سے نکلے ہیں۔“ اسٹیو بولا۔
”تم شیک کھڑے ہو۔ تم لوگ کیسے نکلے؟ جھرت بڑی
تعداد میں وہ تم لوگوں کے پیچھے گئے تھے۔ تم تو تم لوگوں کا
پچھا نہ کرسکتے رہا تھا۔“ چیف جھرت ان تھا۔
اور جوشوا اسٹیو نے اسے بہن کی فیکٹری میں روزنا
ہونے والے واقعات کھڑے۔
”ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ جوشوا اتنے خطرناک
ہتھیاروں میں نہیں مر رہا تو ہم اسے بہن سے کیسے ختم کر سکتے
ہیں؟“ وہ جھرت سے بولا۔
”نمرا! آج غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ
ہم اسے بہن سے ختم کر سکتے ہیں۔ لیکن بہن کی لہانی سے کچھ دیر
ہم سے دور رکھنے میں مدد ضرور کر سکتی ہے۔ یہ لہانی کی
کنووی ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر بھروسہ کے مطابق جوشوا نے جن
بلڈز کے خون کے نمونوں سے یہ دیکھتے ہیں ان کی بھی ان کی
مختلف کنوویاں بھی تھیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہم نے ڈاکٹر

نومبر 2023

193

سپین ڈائجسٹ

بدریں کی بات پر یقین نہ کر کے غلطی کی ہے۔ میں نے فرما اس کی مدد ملنی چاہیے۔ ان بلاؤں کا فائدہ کسی غافل مریض سے ہی ممکن ہے۔ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔" اسٹیو بلا۔

آری چیف موصاف میں پڑ گیا۔

"اگر ایسا ہو تو ہم بدریں کے یہاں پہنچنے تک جو شراک

لاڈی واسٹوک میں ہی روکنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ

اس شہر کے نکلے گا۔ آئی آر ای کی تعداد میں اضافہ نہ کر پائے۔

تم ڈاکٹر بدریں سے رابطہ کرو۔" آری چیف بلا۔ اسٹیو نے

آری چیف کے آپریشن کی بات نہ کرنے پر غصہ کیا۔ شاید آری

چیف کو بھی بدریں کی باتیں سمجھنا شروع ہو گئی تھیں۔

شام تک اسٹیو نے بدریں سے رابطہ کرنے کی ہر ممکن

کوشش کی۔ وہ بدریں کے قیادت پر یقین نہ کر رہا تھا۔

بھی کال ریسیور نہیں کی جا رہی تھی۔

آری چیف نے اسے اسے بدریں کے قیادت پہنچ کر اسے

اپنے ساتھ لانا کے آرڈرز دیے۔ تب تک وہ لاڈی

واسٹوک میں آپریشن جاری رکھتے۔

اسٹیو پہلی کا پیڑ سے ڈرے ہوئے یا کو روکنا ہو چکا تھا۔

اسے اسکو پیڑ کا ڈیزلینڈ کر کے وہاں سے بدریں کے قیادت

پہنچا تھا۔ وہ سارا راستہ بدریں کی گولی باتوں پر غور کرتا

رہا۔ بدریں نے اپنی بریگھک کے دو سارا انٹیکس بتایا تھا کہ

ڈاکٹر جس جن بلاؤں کا تذکرہ تھا، ان کی کوہر پیاں بھی

ساتھ ہی تھیں اور شاہان کا واک بلاؤں کی ساری کڑور پیاں

معلوم تھیں۔

بدریں کے مطابق صرف شاہی کا ان کا مقابلہ کر سکتا

تھا۔ اسٹیو اس بات پر یقین کرنے کے لیے مجبور ہو چکا تھا۔

انہوں نے اپنی طرف سے جو شراہر ہر طرح کا اختیار اور

لاٹھیل آزما کر دیکھ لیا تھا اور وہ نا کام رہے تھے۔ ان کی

سایہ غمرے میں پڑ گئی تھی۔ جو شراہر اپنی آری کی تعداد

پر حاوی ہوئی قوت سے ان سے حمل آور ہوتا۔ اتنی کم

تعداد میں ہونے کے باوجود بھی وہ ان سے نہیں سمجھ رہے

تھے اور جب ان بلاؤں کی تعداد بڑھ جاتی تو یہ نتیجہ پورے

ٹک میں باقی بچاؤ ہے۔ اب اسٹیو بھی بدریں کی طرح شاہ

کیاں لانے کے لیے تیار تھا۔

☆☆☆

Year 2020

Jungdaal-Parallel Universe

وہ کئے جھگڑوں اور ہرے بھرے بیہوشوں سے

کڑوے ہوئے آجائوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ انہوں نے

آج تک اتنا خوبصورت جنگ نہیں دیکھا تھا۔ آواز ان کی

چکا تھا لیکن گھوڑوں پر سوار ہونے کی وجہ سے انہیں گھنٹا

احساس نہیں ہوا تھا۔

بدریں نے میری دو جنگ کی چند تصاویر بھی بھیجی تھیں۔

اس ستر میں انہیں کوئی مشکل نہیں آئی تھی۔ "وہ ڈانڈے

والی تھی۔ وہ دو جوان جو قیلے سے ان کے ساتھ تھے، ہر ایک

اپنے گھوڑوں کو لے کر جنگ کے قیادت میں اترنے لگے۔

"یہ کہاں جا رہے ہیں؟ آیتا تو آئے ہے۔" بڑھلا بلا۔

"پتا نہیں۔ دیکھتے ہیں۔" بدریں نے ان کے پیچھے نکل

پڑا۔ ان سب نے بھی اس کی پیروی کی۔

وہ دونوں نوجوان جنگ کے وسط میں پہنچ کر رک

گئے۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر عجیب سی آواز نکالی۔ گھوڑی

دیر بعد ریتوں کے بیچ میں سے کچھ آدمی نمودار ہوئے۔

انہوں نے اپنے جسموں پر رکھ لی ہوئی تھی۔ انہوں نے

حیرت سے ان نوجوانوں کو دیکھا اور ان کے پیچھے موجود

بدریں اور ان کے ساتھیوں کو دیکھنے لگے۔

"وہ لوگ ایسے میں باتیں کرنے لگے اور ایک آدمی

کے اشارہ پر ہر ایک گھوڑے لے کر ان کے پیچھے چلے

گئے۔ مجبوراً بدریں اور اس کے ساتھیوں کو بھی ان کی پیروی

کرنا پڑی۔ وہ راستہ ایک کھادہ قیلے میں جا کر ختم ہوا۔ یہ

قیلے پہلے قیلے کی نسبت خوشحال لگتا تھا۔ یہاں چھوٹے

چھوٹے پتھروں جو گڑ گڑ کر بنائے گئے تھے۔ آبادی کے

حساب سے بھی یہ ایک بڑا قیلے تھا۔ یہاں بھی قیلے کے وسط

میں لاڈی کل رہا تھا۔ لاڈی کے قریب ہی پتھر کی ایک بڑی

نشت بنی ہوئی تھی، جس پر ایک آدمی بیٹھا تھا۔ اس نے سر

پر کچھ پتھر پھینکے تھے۔ یہ بھی ہوئی ایک عجیب سی تاج نما

ٹوپی پہن رہی تھی۔

وہ ان کو قیلے میں داخل ہوتا دیکھ کر اپنی نشت سے

اٹھ کر ان کے قریب چلا آیا۔ ان کے سامنے نوجوان شایان

لوگوں کا تعارف کر دیا۔ "شاہ کا نام ستے ہی وہ

چمک پڑا۔ ان سب کو اس پتھر کی نشت پر بخار ہو گیا۔

"یہ کیا شاہ کا قیلے ہے؟" انڈیو نے بدریں سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں بھی تمہاری طرح یہاں کل

بار آیا ہوں۔" بدریں نے کہہ کر خوش ہو گیا۔

قیلے کے لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو رہے تھے۔ ان

کے جسموں پر کچھ سفید رکھ کر ان کے وجہ سے ان سے خوف کھ

ہوتا تھا۔

آج تک اتنا خوبصورت جنگ نہیں دیکھا تھا۔ آواز ان کی

چکا تھا لیکن گھوڑوں پر سوار ہونے کی وجہ سے انہیں گھنٹا

احساس نہیں ہوا تھا۔

بدریں نے میری دو جنگ کی چند تصاویر بھی بھیجی تھیں۔

اس ستر میں انہیں کوئی مشکل نہیں آئی تھی۔ "وہ ڈانڈے

والی تھی۔ وہ دو جوان جو قیلے سے ان کے ساتھ تھے، ہر ایک

اپنے گھوڑوں کو لے کر جنگ کے قیادت میں اترنے لگے۔

"یہ کہاں جا رہے ہیں؟ آیتا تو آئے ہے۔" بڑھلا بلا۔

"پتا نہیں۔ دیکھتے ہیں۔" بدریں نے ان کے پیچھے نکل

پڑا۔ ان سب نے بھی اس کی پیروی کی۔

وہ دونوں نوجوان جنگ کے وسط میں پہنچ کر رک

گئے۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر عجیب سی آواز نکالی۔ گھوڑی

دیر بعد ریتوں کے بیچ میں سے کچھ آدمی نمودار ہوئے۔

انہوں نے اپنے جسموں پر رکھ لی ہوئی تھی۔ انہوں نے

حیرت سے ان نوجوانوں کو دیکھا اور ان کے پیچھے موجود

بدریں اور ان کے ساتھیوں کو دیکھنے لگے۔

"وہ لوگ ایسے میں باتیں کرنے لگے اور ایک آدمی

کے اشارہ پر ہر ایک گھوڑے لے کر ان کے پیچھے چلے

گئے۔ مجبوراً بدریں اور اس کے ساتھیوں کو بھی ان کی پیروی

کرنا پڑی۔ وہ راستہ ایک کھادہ قیلے میں جا کر ختم ہوا۔ یہ

قیلے پہلے قیلے کی نسبت خوشحال لگتا تھا۔ یہاں چھوٹے

چھوٹے پتھروں جو گڑ گڑ کر بنائے گئے تھے۔ آبادی کے

حساب سے بھی یہ ایک بڑا قیلے تھا۔ یہاں بھی قیلے کے وسط

میں لاڈی کل رہا تھا۔ لاڈی کے قریب ہی پتھر کی ایک بڑی

نشت بنی ہوئی تھی، جس پر ایک آدمی بیٹھا تھا۔ اس نے سر

پر کچھ پتھر پھینکے تھے۔ یہ بھی ہوئی ایک عجیب سی تاج نما

ٹوپی پہن رہی تھی۔

وہ ان کو قیلے میں داخل ہوتا دیکھ کر اپنی نشت سے

اٹھ کر ان کے قریب چلا آیا۔ ان کے سامنے نوجوان شایان

لوگوں کا تعارف کر دیا۔ "شاہ کا نام ستے ہی وہ

چمک پڑا۔ ان سب کو اس پتھر کی نشت پر بخار ہو گیا۔

"یہ کیا شاہ کا قیلے ہے؟" انڈیو نے بدریں سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں بھی تمہاری طرح یہاں کل

بار آیا ہوں۔" بدریں نے کہہ کر خوش ہو گیا۔

قیلے کے لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو رہے تھے۔ ان

کے جسموں پر کچھ سفید رکھ کر ان کے وجہ سے ان سے خوف کھ

ہوتا تھا۔

"آپ اسے کہیں کر بڑھلاؤ اسے چلے آئے۔"

بدریں نے کہا۔

آواز نکالی۔ ایک صاحب الزما آیا اور اس کے بازو پر ہڈیاں

گرداںے اپنے سر سے صاحب کی آواز نکالی۔

"میں آپ کی بات نہ کر رہا ہوں۔" بدریں نے کہا۔

"میں آپ کو لوگوں کے لیے کھانا کا انتظام کرتا

ہوں۔" بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

"میں ہوں۔" بدریں نے کہا۔

بدریں نے کہا۔

آج تک اتنا خوبصورت جنگ نہیں دیکھا تھا۔ آواز ان کی

چکا تھا لیکن گھوڑوں پر سوار ہونے کی وجہ سے انہیں گھنٹا

احساس نہیں ہوا تھا۔

بدریں نے میری دو جنگ کی چند تصاویر بھی بھیجی تھیں۔

اس ستر میں انہیں کوئی مشکل نہیں آئی تھی۔ "وہ ڈانڈے

والی تھی۔ وہ دو جوان جو قیلے سے ان کے ساتھ تھے، ہر ایک

اپنے گھوڑوں کو لے کر جنگ کے قیادت میں اترنے لگے۔

"یہ کہاں جا رہے ہیں؟ آیتا تو آئے ہے۔" بڑھلا بلا۔

"پتا نہیں۔ دیکھتے ہیں۔" بدریں نے ان کے پیچھے نکل

پڑا۔ ان سب نے بھی اس کی پیروی کی۔

وہ دونوں نوجوان جنگ کے وسط میں پہنچ کر رک

گئے۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر عجیب سی آواز نکالی۔ گھوڑی

دیر بعد ریتوں کے بیچ میں سے کچھ آدمی نمودار ہوئے۔

انہوں نے اپنے جسموں پر رکھ لی ہوئی تھی۔ انہوں نے

حیرت سے ان نوجوانوں کو دیکھا اور ان کے پیچھے موجود

بدریں اور ان کے ساتھیوں کو دیکھنے لگے۔

"وہ لوگ ایسے میں باتیں کرنے لگے اور ایک آدمی

کے اشارہ پر ہر ایک گھوڑے لے کر ان کے پیچھے چلے

گئے۔ مجبوراً بدریں اور اس کے ساتھیوں کو بھی ان کی پیروی

کرنا پڑی۔ وہ راستہ ایک کھادہ قیلے میں جا کر ختم ہوا۔ یہ

قیلے پہلے قیلے کی نسبت خوشحال لگتا تھا۔ یہاں چھوٹے

چھوٹے پتھروں جو گڑ گڑ کر بنائے گئے تھے۔ آبادی کے

حساب سے بھی یہ ایک بڑا قیلے تھا۔ یہاں بھی قیلے کے وسط

میں لاڈی کل رہا تھا۔ لاڈی کے قریب ہی پتھر کی ایک بڑی

نشت بنی ہوئی تھی، جس پر ایک آدمی بیٹھا تھا۔ اس نے سر

پر کچھ پتھر پھینکے تھے۔ یہ بھی ہوئی ایک عجیب سی تاج نما

ٹوپی پہن رہی تھی۔

وہ ان کو قیلے میں داخل ہوتا دیکھ کر اپنی نشت سے

اٹھ کر ان کے قریب چلا آیا۔ ان کے سامنے نوجوان شایان

لوگوں کا تعارف کر دیا۔ "شاہ کا نام ستے ہی وہ

چمک پڑا۔ ان سب کو اس پتھر کی نشت پر بخار ہو گیا۔

"یہ کیا شاہ کا قیلے ہے؟" انڈیو نے بدریں سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں بھی تمہاری طرح یہاں کل

بار آیا ہوں۔" بدریں نے کہہ کر خوش ہو گیا۔

قیلے کے لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو رہے تھے۔ ان

کے جسموں پر کچھ سفید رکھ کر ان کے وجہ سے ان سے خوف کھ

ہوتا تھا۔

آج تک اتنا خوبصورت جنگ نہیں دیکھا تھا۔ آواز ان کی

چکا تھا لیکن گھوڑوں پر سوار ہونے کی وجہ سے انہیں گھنٹا

احساس نہیں ہوا تھا۔

بدریں نے میری دو جنگ کی چند تصاویر بھی بھیجی تھیں۔

اس ستر میں انہیں کوئی مشکل نہیں آئی تھی۔ "وہ ڈانڈے

والی تھی۔ وہ دو جوان جو قیلے سے ان کے ساتھ تھے، ہر ایک

اپنے گھوڑوں کو لے کر جنگ کے قیادت میں اترنے لگے۔

"یہ کہاں جا رہے ہیں؟ آیتا تو آئے ہے۔" بڑھلا بلا۔

"پتا نہیں۔ دیکھتے ہیں۔" بدریں نے ان کے پیچھے نکل

پڑا۔ ان سب نے بھی اس کی پیروی کی۔

وہ دونوں نوجوان جنگ کے وسط میں پہنچ کر رک

گئے۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر عجیب سی آواز نکالی۔ گھوڑی

دیر بعد ریتوں کے بیچ میں سے کچھ آدمی نمودار ہوئے۔

انہوں نے اپنے جسموں پر رکھ لی ہوئی تھی۔ انہوں نے

حیرت سے ان نوجوانوں کو دیکھا اور ان کے پیچھے موجود

بدریں اور ان کے ساتھیوں کو دیکھنے لگے۔

"وہ لوگ ایسے میں باتیں کرنے لگے اور ایک آدمی

کے اشارہ پر ہر ایک گھوڑے لے کر ان کے پیچھے چلے

گئے۔ مجبوراً بدریں اور اس کے ساتھیوں کو بھی ان کی پیروی

کرنا پڑی۔ وہ راستہ ایک کھادہ قیلے میں جا کر ختم ہوا۔ یہ

قیلے پہلے قیلے کی نسبت خوشحال لگتا تھا۔ یہاں چھوٹے

چھوٹے پتھروں جو گڑ گڑ کر بنائے گئے تھے۔ آبادی کے

حساب سے بھی یہ ایک بڑا قیلے تھا۔ یہاں بھی قیلے کے وسط

میں لاڈی کل رہا تھا۔ لاڈی کے قریب ہی پتھر کی ایک بڑی

نشت بنی ہوئی تھی، جس پر ایک آدمی بیٹھا تھا۔ اس نے سر

پر کچھ پتھر پھینکے تھے۔ یہ بھی ہوئی ایک عجیب سی تاج نما

ٹوپی پہن رہی تھی۔

وہ ان کو قیلے میں داخل ہوتا دیکھ کر اپنی نشت سے

اٹھ کر ان کے قریب چلا آیا۔ ان کے سامنے نوجوان شایان

لوگوں کا تعارف کر دیا۔ "شاہ کا نام ستے ہی وہ

چمک پڑا۔ ان سب کو اس پتھر کی نشت پر بخار ہو گیا۔

"یہ کیا شاہ کا قیلے ہے؟" انڈیو نے بدریں سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں بھی تمہاری طرح یہاں کل

بار آیا ہوں۔" بدریں نے کہہ کر خوش ہو گیا۔

قیلے کے لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو رہے تھے۔ ان

کے جسموں پر کچھ سفید رکھ کر ان کے وجہ سے ان سے خوف کھ

ہوتا تھا۔

آج تک اتنا خوبصورت جنگ نہیں دیکھا تھا۔ آواز ان کی

چکا تھا لیکن گھوڑوں پر سوار ہونے کی وجہ سے انہیں گھنٹا

احساس نہیں ہوا تھا۔

کبھی جس کے محرم نہیں..... کبھی اجسیر کے کاموں میں

رمک، رنگ، برسوں کو تلاش کرنے والے دیوانوں کی داستان

گھٹن پاؤں کی ہو یا حال کے حوالے سے جذبات و احساسات کا ادراک... یا پھر مستقبل کے خوابوں اور امیدوں میں بے بسی اور اس نراش کے لرزے سائے کی جھلک نظر آتی ہو... دل کی دھڑکن کبھی رک رک جاتی ہے اور کبھی بے ترتیب انداز میں دھمال ڈال دیتی ہے... ایسے میں انسان کو اپنی بے وقعتی کا احساس رلا دیتا ہے... وہ جو پاؤں کے زندان میں قید تھا اس کے باوجود اس کی آنکھیں آسمان کی وسعت میں جانے کس ستارے کو تلاش کرتی تھیں... اس کے لبوں میں جو آباؤ اجداد سے جڑے رہنے کا احساس دوڑتا تھا... بہت کوشش کے باوجود بھی وہ بہت سی روایاتوں سے دامن نہ بچا سکا۔ وہ جو صبح و شام جیتی جاگتی زندگیوں کو تسخیر کر کے آگے بڑھ جانے کا عادی تھا... اپنی نسل کو اس زہر سے چاہنے کے بار جو نہ بچا سکا... لیکن ان سب سے پٹ کر و زندگی کی آخری شام سے پہلے پاؤں کے اوراق پر محبت کی نئی کہانی رقم کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس نے کہیں پڑھا تھا کہ محبت خنجریں اپنے لئے منتخب کر لیتی ہے، وہ لوگ کبھی نہیں مرتے۔ طوفانی موسم ہو یا دیکھ بھری مسافت... کسی کی محبت کا احساس ہمیشہ ساتھ رہتا ہے۔

طہر حسن پور پنڈل
یا بیوان حصہ
آخری شاہ
سے پہلے



نئی لٹوں تک دیکھو۔ جن چارٹا پاؤں تو تر پار ایک نہ کی تیں..... اور پھر اس معاملے میں بہت آگے تک گئے تھے۔ اگر کل کھانا ہو.....

”پیر کی..... آپ اپنی بیٹی پر اصرار رکھیں۔ وہ کوئی قدم ایسا نہیں اٹھائے گی جو آپ کو اب یا بعد میں رنجیدہ کرے۔ بس آپ سے ایک درخواست ہے..... فی الحال ڈیڑی کو یہاں کے حالات کے بارے میں سمجھنا پڑے گا۔“

”وہ کچھ نہیں بولیں، بس آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی گرانی، ہیں۔“ آفرین نے ایک بار پھر چارٹا اور کرے سے گل کر باہر برآمدہ میں آگئی۔ اس نے ایک طائرانہ نظارہ دیکھ کر دل کے درد بام پر ڈال دیا۔ قیامت کے بعد حوالی کافی بدل چکی تھی اور جو چھوٹی کے ”احول“ میں بلا تھا، وہ اب قلعہ تھیں اور نہایت تکلیف دہ تھا۔ آفرین کے دل کی کہانیاں سے کہیں یہ آواز ابوری ہی تھی۔ ”آفرین..... وہ بالکل فوٹ بھوٹ چکا ہے.....“

”یہ وہ بڑا موہ چکا ہے..... اگر دنیا میں کی اے پھر سے جو رہتا ہے یا جوڑنے کی امید رکھتا ہے تو وہ تم ہو..... صرف تم ہو۔“ چند ماہ پہلے جب صالحی نے مامی سے پتھر سے چھڑا کر آگیا تھا، آفرین نے مامی سے کہا کہ اس کے دل کی کہانی میں کچھ بدل چکا تھا۔ کچھ پہلے ہونے لگے تھے۔ اس نے اپنا سر بھی کچھ چھپا دیا تھا۔

”اے یہاں کیا ستان میں صالح کے دیگر لوگ حالات کا کچھ معلوم ہی ہو گیا تھا بلکہ اس دوازل و پیو کا بھی پتا چلا تھا جس میں صالح نے ایک سرکاری ملازم لوگ کے کپڑے پہنا دیے تھے اور بڑی طرح چٹھا تھا۔ یہ دیکھ کر اس کی مامی نے بھی کچھ ہی گھبراہٹ میں دیکھ کر پوچھا کہ کئی برس پرانی مامی اور صالح نے جو کچھ کیا، وہ شاید پتھر سے کے عالم میں کیا ہوا تھا۔ اعزاز کے جانے کی کچھ گھنٹہ تھی..... پھر یہی کہا جاتا تھا کہ وہ پوٹو زیادہ سستی خیر نہ دینے کے لیے اس میں کچھ بھی لگائی ہے۔“

”پھر یوں ہوا تھا کہ وہ کچھ عجیب اداوں کے ساتھ ہی سیت یہاں سرخاٹ منزل آئی تھی۔ یہاں سرخاٹ منزل کی صورت حال دیکھ کر وہ بھی مامی کی طرح چوٹی مگر جو اداوں سے دیکھ کر بھی، وہ حیران نہیں ہوئے تھے۔“

☆☆☆

آفرین اور صالح بزرگ کر کے میں موجود تھے۔ شام کا وقت تھا۔ کونکوں کے پورے کرے ہوئے تھے۔ کونکوں سے باہر تار تکی کے ساتھ لکھی تھی۔ وضو بھی اور زور دہاں کے زمین پر کرنے کی یہ مہم صد اور دہاں کی رنج تھی۔

آپ مجھے بتا رہی ہیں، وہ سب مجھے بھی معلوم ہیں۔“

”اور اس کے باوجود تم یہ بات کہہ رہی ہو۔“

”ہاں مامی اس کے باوجود کہہ رہی ہوں۔“ وہ عجیب کھوکھلے لہجے میں بولی۔ ”اے سبھا لے کے لیے کسی کو تو آ کے پڑھنا پڑے گا۔“ وہ..... یہ جو دل دل ہے مامی ایسا یہ کھلے جائے گی۔“

”لیکن اگر اس دل دل نے تمہیں کھل لیا تو؟“ وہ آنسو کرانے لگیں۔

”پتا نہیں کیوں مامی مجھے لگتا ہے کہ اگر کوئی اسے سنبھال سکے تو وہ وہ ہوں۔“

”آفرین! اگر وہ سب ایسے بڑا جاتا ہے تو پھر اسے سنبھالنا آسان نہیں رہتا۔“

”مہم! جو خدشے آپ ظاہر کر رہی ہیں، وہ میرے ذہن میں ہیں لیکن میں اس رات سے یہ قدم ہی رکھوں گی جب ان خدشوں کا سدباب کر لوں گی۔“

”انہوں نے ابھی وہ انداز میں اپنا سفر فی میں بلایا ہے کہ آفرین کو دیکھ کر بولیں۔“ اور پھر بڑے ڈیڑی..... جو کچھ یہاں آکر ہم نے دیکھا ہے، جب ان کو معلوم ہوگا تو وہ کیا اس باتے یہ مان جائیں گے کہ نہیں آفرین..... بھی نہیں۔“

ماں بااں سے باتیں کر رہی تھیں۔ ملازمہ صاف تو مذہب انداز میں پاس کوئی بھی نہ تھی۔ صالح کو کچھ اچھا نہیں اور اس کے گلے لگ کر رو رہی تھیں۔

”آپ نے آنے کی کوئی اطلاع ہی نہیں دی۔“

”میں نے پوچھا۔“

”بس بیٹے! آخری وقت تک باتیں تھا کہ فلاں کپڑے کس کے پائیں۔“ فرحان بھی آتا چاہ رہا تھا کہ وہاں کیپ ڈائن میں تو فلاںوں کے حالات..... بھی کچھ غراب تھیں۔

”پچھو عامہ سب سے پہلے بھائی کی پڑ پڑ چکی تھیں۔“

آفرین بھی ساتھ تھی۔ کافی دیر وہاں بیٹھی رہی رہیں پھر بھائی کے ایصال ثواب کے لیے بڑی سب سے قرآن خوانی کا وسیع انتظام کر دیا۔

☆ ☆ ☆

یہ تیسری رات کا ذکر ہے۔ آفرین اور اس کی مامی سرخاٹ منزل کے کر کے میں موجود تھیں۔ یہ وہی کمر تھا جس کی ایک کونکوں یا مامی باغی طرف کھنکھی تھی۔ مامی کے ہاتھ میں یہ موم کی یہ موم کی آفرین اور صالح کے گلے کا ڈریو ہوا کر رہی تھی۔ کھاب اور کھل داؤڈ کی خوشبو پوری سرخاٹ منزل میں پھانسی کر رہی تھی اور کسی وقت اسی خوشبو کے موم کے کی طرح صالح کو کھل کے کو کر کے میں آجایا کرتا تھا۔

گردش و دراز تھیں مامی تھی۔

”کتنی ہی دیر یہ ایک تک ایک دوسرے کو دیکھتے چلے گئے تھے۔“

”وہ صالح ہی دیر یہ ایک تک ایک دوسرے کو دیکھتے چلے گئے۔“

”نہیں! تم اس وقت سو رہے تھے۔“

”نہیں! تم اس وقت سو رہے تھے۔“

”نہیں! تم اس وقت سو رہے تھے۔“

”نہیں! تم اس وقت سو رہے تھے۔“

”نہیں! تم اس وقت سو رہے تھے۔“

کے وا ہے فضل اور بڑی کچھ ضد یہ نے صالح کے

کے داہے فعل اور بڑی پچھید خدیجہ نے صالح کے سر پر ستوں کا کر دار ادا کر لیا تھا۔ اس خوشی کے موقع پر خوش خبری جیرات گئی۔ داہے فعل کی خواہش کے مطابق صالح نے فریاد کیا۔ یزید زین عرار اور احمد سبھ کے لیے وقف کی۔ مغربی کے بعد صرف چھ سات روز آفرین کو اپنا ستان میں رکھا تھا۔ پچھلی ملاقات میں آفرین کے ساتھ اس کی روانہ ملاقات ہوئے۔ وہ تے رہ گئی۔ آفرین کے بے مکمل رہی۔ رضاداد صالح کے چلے گئے۔ یزید زین عرار ایک ساس کا فاضل تھا کہ ماں کی بدافلت ہوئی تھی۔ اب ”اندر از مکتی“ صالح بہر صورت وہ ادھر والو سے مل کر رہا چاہتا تھا کہ خدا کی کرنی کیا ہو گی کہ یہ چھوٹی سی درہ پندر خواہش پھر

حقانی کے دوسرے اردوں میں ہوا۔ اہل انجیلی نے چھٹے سال کے صبح کو ہلکا بخار
نے فریڈا کو کمر کھڑو کیا بھیجا۔ مٹی کی پتھر پیاہت میں بہت
تلاشی میں تدبیر اختیار کی گئی تھی۔ تھریب کو خود رکھا گیا
مجب نے مالک وغیرہ لگائے تھے۔

ڈاکٹر کو حکمرانوں نے علالت دیکھ کر ہی بتا دیا کہ کورونا
-- کورونا نے ہر جگہ پکھلا رکھے تھے۔ سرخاب منزل
پر پہنچنے پر ایک دو لوگوں کو ڈکال دیتے ہو جاتی تھی۔ ہیلٹ خانہ
قربانیوں اور اسپتال میں بھی تھی۔

میں نے اپنے دل سے یہ بات کہہ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے میری طرف سے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی، لیکن میں نے اسے پکڑ رکھا تھا۔ اس نے کہا: "اے اللہ! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

میں چھپے دن سال کی طبیعت بھلا شروع ہوئی کرتی رہی۔
آزربائیجان، چچہ، حاتمہ اور فرحان والہ کی کامیابیوں کے ساتھ ساتھ
سال کے دوران میں بھی ہوئی ایک پرانی بات

☆ ☆ ☆
 کہیں کسی اسی وقت میں ایک بل کی پیشکش نہیں کر سکی۔
 وہ لوگ گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی
 تھیں۔

پا پھر تیار ہو لی جس کو چھٹی ہوئی بھی کہا جاتا تھا، ان
کے ساتھ شادی سے دو بیٹے ملی ہی

سینس ڈائجسٹ 209

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

یہ گھالی جا رہا تھا۔ راتیں بھر تڑاؤ دیتیں۔ صبح بھر
دو پہریں جلدی سے پنج بہتہ شاموں میں وصل جاتی ہیں۔
مچھن اور لڑائیوں کی سرحدوں کی ساری کی ساری دفعہ کھینچ
پایاں۔ اندر کراہتی ہیں اور مسلح سے دل و دماغ پر چھاپتی
جھپٹاؤں سے لڑائی لڑتی ہیں۔

ہیں۔ آج صبح وہ دروازہ کھلا تو وہاں ایک دروازہ قائم تھا۔ گئے تو وہاں میں سے اڑے گا۔ ایک بچہ پوری ہوئی انمول شہید کے چھوٹے ننھاں میں سے کھڑا ہے۔ بچہ کا نام ہے حسن۔ اس کے ساتھ دیکھو ایک بچہ اب قریب اب دروازہ ہی چھو ادا فرمیں گے ساتھ دیکھو

لف ہر سال کے بائیں ہوتی تھی۔ نئی نئی اکیس سو پندرہ
 اجد سے بھی بہت جوان تھی۔ ان کا دیکھنا کچھ عرصہ
 میں تو ایکن بہت اچھا نہیں تھا۔ رخصت کچھ عرصہ
 پہلے شوٹنگ میں دے دراز ہونا والی دیکھنا سننے کی
 آواز، گھر، کڑا سا، انسانی بھی ہوئی

سا کھوڑا انسان چنچا ہوا تھا۔ وہ وہی
تھی تو صالح کی۔ یقیناً آئینہ کی اور چھپے عامر کی کو شش ہی
تھیں جن کے سبب صالح کے چھوٹا بچہ اسب لکچرہ بدستج
نرم ہوتا رہا تھا۔
پھر ایک روز اسے فضلہ کریم اور صالح کی بڑی
.....

پہچان دینے والے ویڈیو لوگ پرائز میں کھمبو ڈیڑی سے طویل
میں لٹکی اور آفر دین کے ساتھ صالح کی مثنیٰ کی تاریخ طے
ہوئی۔ یہ پروگرام کے مطابق شک و شبہ بعد از مراد میں
ان سب کو پاکستان آنا تھا اور تحقیق کی تقریب ہونا ہی پھر

[illegible]

اترے گی۔ غالباً عاصمہ کاغذِ ذخیرہ کا پُرکراہ بھی تھا کہ
آزمین کی شادی کے بعد وہ بھی آستانِ آ کر رہے۔
..... اور آخر فروری کا وہ حسین جس دن آئی امی کیا
حب آک چھکا کئی شامیں مجھے راتِ غائب منزلِ دہلی کی طرح بھی

ہوئی تھی۔ ہر روز کوٹے سے خوشی کی کرنیں پھوٹتی تھیں، بچپن
آج بھی اُپراتے تھے اور پُر مسرت قہقہے رنگین فضاؤں میں
گونجتے تھے۔ آنر میں جھلکاتے گاڑے گاڑے سوٹ میں اتنی دلش
نظر آتی تھی کہ ٹھکانہ نہیں لگتی تھی۔ یہ سوٹ خاص خوشگوار رنگ

ذمتک کا تقاضا۔ لڑکیوں اے مہندی لگانے کے لیے تیار کری کر رہی
تھیں جب صالح کالج گھر کے دروازے پر نمودار ہوا اور

چند منٹ بعد ایک چادر پوش عورت اندر داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر چادر کا ہی نقاب تھا، صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ عورت کو چھوڑ کر روشنی باہر چاٹا تھا۔ صالح اس سے سوال جواب کر رہا تھا۔

”ایک ایک ایسا نقاب سر کا دیا۔ صالح دنگ رہ گیا۔ یہ وہی تھا جس نے گلہ گاری کے شوق میں ایک ایجوئےر میسرینار سے شاوی کی، دو کا گھلا اور طلاق یافتہ بوزکر فرشتی کی طرف ہنس مہنگی۔ اسے اپنی بوجھنا بیٹھن کی پٹیاں لٹانے کا جوتن تھا۔ تاشا خاصی دلش محسوس کر چاہا تھا۔ اس کی بہن کا نام لیا تو وہ ایک دم پرپٹ ہوئی گئی۔

آج تو دل ماہ بعد وہ پھر اس کے سامنے تھی۔ خوبصورت چہرہ، قموڑ سا کلا گیا تھا لیکن اب بھی کسی عورت بازو لٹوڑا ہوا طریقے سے چوڑ کر رکھا تھا۔

”پچھلے چھٹا کر ازوردہ لے جے شے بلی۔“ میری اتنی اوقات کہاں گئی کہ صوفی کا کام پڑھ سکوں۔ برتا گیا کہ اس نے ڈوبی ہوئی ہوں۔ تو تو اس آپ سے لے لیا کہنا تھا۔“

صالح خاموشی سے اس کے راز سے ہونٹوں کی طرف دیکھا۔

”صحافی چاہتی ہوں ایک دم آپ کو اطلاع دے۔“

”ایک لمبا چاقی ہوئی“ صالح نے اس کی بات کاٹ لی۔

چادر کی طرف پراس کے چہرے سے سرک جاتی تھی۔ وہ گردن جھکا کر بیٹھی رہی۔ صالح کو گناہ جیسے دوامی شکی زبان میں کہہ رہی تھی۔ اس وقت آپ مجھ سے اٹھا گئے تھے، اب مجھ پر آپ نے کرنا ضروری ہوں۔ وہ زوریں اٹھا کر میں اپنی حالتی اٹھیں اور زور دیتی تھی۔

صالح نے دل میں سوچا۔ ”ٹاپا سے معلوم نہیں کہ ہم نے جلی کے درجہ ایک باکی کی عورت کو چھوڑ دینے تو مجھ اس کی طرف رخ نہیں کرتے اور اب تو مجھے بھی زندگی کی کتاب سے اس نے محسوس کرنا شروع کر دیا ہے۔“

وہ پھر کی ہوئی آواز میں بولا۔ ”تم نے کہاں آکر صرف اپنا اور میرا وقت ضائع کیا ہے تاشا کہاں سے نہیں اب کچھ نہیں لے۔“

”میں..... اپنے لیے نہیں..... چھوٹی بکن عازدہ کے لیے آئی ہوں۔ وہ بھی..... تم..... میرے ساتھ ہے۔“

تاشا نے جس لہجے میں بات کی تھی، اس نے صالح کا

آخری شمارہ سے پہلے

میں آ رہا تھا۔ ہر طور اب اگر فون پر وہ پتہ لوگک پر آنزین سے ملنے پہنچا ہوا جاتی تھی۔ کسی وقت وہ دونوں جیت کی بات بھی کر لیتے تھے۔ وہ پتہ لوگک پر وہ پتہ تو صالح نے اس کی صورت ہی دیکھ کر صاف لالہ شرمینا تھا۔

جہاں تھیں تھے تیری تصویریں نہیں آتی اور ان میں صالح کی ساگر بھی آئی اور آنزین نے اسے خوبصورت چھتے پارسل کیا۔ یہاں کی بکلی ہوئی ایک انعام یافتہ پیشکش تھی جس میں بٹاش اور ہر پالی کا منظر قید کیا تھا۔ میں منظر میں گاؤں کے خندہ خال تھے۔

..... ابرا اور راتوں کی تجاویں صالح کو بری طرح کانٹنے لگتی تھیں۔ اس کا بدن ڈونے لگا۔ پانی سے پھسل ہوا کے جھوٹے، جھجھکوں اور پینڈوں کی رک رک کر آہرتی ہوئی آوازیں، باغ کی طرف سے کچے ہوئے آسوں کی ہلک۔ موسم کا رنگ اسے سامنے دیتا کی یاد دلانا.....

شراب تو کیا، مگر بھٹ تک چھوڑ چکا تھا۔ اس نے خود کو مکمل طور پر آنزین کے ساتھ کے جانے والے عہد کا پابند کر لیا تھا۔ اپنی خواہشات کے آگے ایک ایسی جنسیت کو برا کھڑی کر دی تھی کہ اس کی اندرونی پیراویں سرگرم کر رہا تھا۔

میں گریواری میں معمولی سی لڑکیوں کی فہرستوں میں تھی۔ ایک دن جب اس نے دو دو جوان ملازمتیوں کو بارش میں جھولتا ہوا لٹے دیکھا اور اسے اپنے اندر دیکھ کر سر پیچنے کا احساس ہوا تو اس نے اگلے ہی روز وہ جھولے اتار دیا۔

اور ان دونوں کو لیکر کو ان ملازمتیوں میں شامل کر دیا جو وزارت پر صفائی دینے پر مامور تھیں۔

دو روز بعد کی بات ہے۔ صالح حویلی کے مردانے پورٹ میں تھا۔ سادہ کی تین روزہ چھوڑی کے بعد آج پچھلی دوپہر تھی ہوئی تھی۔ دوپہر کا وقت تھا۔ صالح اپنے آفس نما کر کے شے مر جوتا تھا۔ لیکن کڑی محسوس ہو رہی تھی الٹیہ صالح نے اسے اپنے پٹا پٹا کر لیا تھا۔ اس نے کوئی کپڑا کر پیدل میں اٹھ چلا دیا تھا۔ موسم برسات کی گرم ہوا میں اسے پچھلا چلا دینا بہت اچھا لگتا تھا۔ مل کے پکے پکے کپڑے کی بات ہے۔ اسے وہ خود کو بہت ایزی محسوس کرنے لگا تھا۔ کہانی اور لاہور کی

براہمنی کا حساب کتاب دینے کے بعد پھر انرا سیاب باہر نکلا تو ایک ایجوئےر روشنی اور آگیا۔ ناف پر ہاتھ باندھ کر مودوب انداز میں بولا۔ ”مگر کارا ایک عورت کو رکھنا صاف آئی ہے۔ اس کی آواز بڑی اچھی ہے۔ کتنی ہے سو فائدہ کلام دینا ہوئی کہ کتنی ہے۔“ آپ سے ملنا چاہتی ہے۔“

”چیک ہے۔“ صالح نے کہا۔

آخری شمارہ سے پہلے

تھے۔ اس اثنا میں چھپے عامر۔ کئی کورنگ کا ڈھنگ ہوئی تھیں لیکن ٹھیک ترین صبر صبر سال سے بچا تھی تھیں۔ بہت کوشش کے بعد صالح نے ایک ٹلائف پکڑ لی تھی اور فون پر جلی کی ڈھانچے بڑھا دینے شروع کر دیے۔ باپ کے صدر سے آنزین اب کافی حد تک سنبھل چکی تھی پھر بھی اس کے ہر وقت فریادے رخسار ایک مستقل وصلہا بہت تے چلے گئے تھے۔ فرحان بھی سادہ فرفرا میں اپنا کام لپیٹ کر مستقل طور پر جڑاں آگیا تھا۔

چند راتوں کے پاس رہ کر اور دھکا بٹ کر صالح دلیں آگیا۔ فی الوقت شاوی وغیرہ کی بات کرنا کھلی ہوئی تھی۔ اعداد و ہیکہ تھا کہ اب یہ معاملہ موسم بڑھ کر ہو گیا ہے۔

☆ ☆ ☆

مگر یہاں گزر گئیں اور پھر بارشوں کا موسم شروع ہو گیا۔ صالح کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی اداسی اور بے بسی کسی حد تک کم ہونے لگی۔ اب باغوں میں کوئل کوئل تھی، درختوں پر جھوٹے ڈالے جا رہے تھے، پھول چوں پر بادلوں کے کا لے سائے لہرا تے تھے اور موسمی زمینوں پر پانی ٹوٹ کر بہتا تھا۔ آج کل ہر پالی نے خراب منزل کو چاروں طرف سے ڈھانچا شروع کر دیا تھا۔ آسمان کی پچھلادار بڑی شاندار ہوئی تھی۔ دابچے کی ہدایت پر صالح نے ڈکریاں بھر کر اور گرد کے زمینداروں کو گھونگنی محسوس خوش آئند بات تھی کہ اس مرتبہ ہاڈوں کو بھی زبردست ”ڈانی“ بھجوائی گئی تھی اور وہاں سے بھی دوستانہ دورے کا پے اٹھایا ہوا تھا۔

کسی وقت موسم اچھا ہوتا تو دھیان بنانے کے لیے صالح کرکٹ شروع کر دیتا۔ پرنس شاہ اور اس کے تین چار دوست بھی آجاتے۔ وہ ان کے ساتھ سینٹ کی بیچ پر کرکٹ کھیلتا۔ دو چار برقی ملازم بھی اس محل میں شریک کر لیے جاتے۔ پیچنگ بڑھ کر صالح کو بیچہ سے باؤنگ کا مشق تھا اور وہ بھی تیز اور جارحانہ باؤنگ۔ ایک دفعہ پھر انرا سیاب نے کہا تھا۔ ”صالح کرکا اگر آپ کو بھولتی عمر میں اچھا کوئل کیا ہوتا تو آپ جیسے باؤنگر بن جاتے۔“

وہ سوچے گا کہ کوئل کوئی بڑا اچھا محل کیا تھا مگر وہ کرکٹ کا نہیں، بیڈمنٹن کا تھا۔

جو کچھ تھا، آج کل وقت کی رفتار صالح کے لیے بہت سست ہو گئی تھی۔ لمحے اڑتیل ٹھوڑی کی طرح چل کر رہی نہیں رہتے تھے۔ کہاں یہ تھا کہ آنزین کو پانے کے لیے چار پٹے نکالنا ڈھار تھے اور کہاں کہ پکھلیوں کا فاصلہ درمیان

تھا کہ اس کے پیچھے جانی دشمن وقت کی کا کا تھا ہے۔ ایف آئی آر میں دھڑکی، اس کے باپ سیف اللہ اور جانی لوری کے علاوہ پانچ چھ مزید افراد تیار کیے گئے۔ دونوں حکمرانوں میں ایک اور کسی محل پر آ۔

صالح کے دابچے فعل اب ان سارے معاملات سے الگ منسلک ہو چکے تھے۔ وہ پیچھے میں صرف ایک روز کے لیے خراب منزل آتے۔ سب سے پہلے قبرستان میں قاتل فونائی کرتے، اس کے بعد صالح سے دیگر مسائل پر مختصر گفتگو کرتی۔ صالح کی شادی کی تیاریاں ایک ایسا موضوع تھا جس میں دو دھائی دھندلی محسوس کرتے تھے۔ شادی کی بات کرتے ہوئے ان کی نگاہیں بے ساختہ صالح کے چہرے پر جم جاتیں۔ وہ اس سے نفور نہیں کسی کی نفور تھاں کرتے۔ وہی جو ایک ٹارگہ تھادی پاداش میں ان سے دور کر دی گئی تھی اور جس کی جوائی بننے کے لگا کر انہوں نے زندگی بتا دی تھی۔ صالح نے جب بھی بھی اپنی ماں کی تصویر کو دیکھا تھا، ان کی غلائی آنکھوں میں اسے ایک اداسی کی کیفیت کوٹ لگتی محسوس ہوتی تھی۔ اب اس کیفیت کی وجہ اس کی سمجھ میں بہت تھی طرح آج بھی تھی۔

شادی میں اب تقریباً ایک ماہ باقی تھا۔ خراب منزل کی پہلی میں اضافہ ہو چکا تھا۔ گزرتے والوں کا صالح کو آنزین سے قریب تر کر رہا تھا اور پھر ایک دن شان کوٹھن سے آئے والی ایک دلیس ایپ کال بھی بن کر گئی۔ صالح کے پھر ابا جہاں بیٹھنا نہیں ہے۔

چند روز پہلے ان کا کورنگ ٹیٹ ثبت آیا تھا۔ وہ سات آٹھ روز سے بیمار تھے پھر اپنا کال ان کی حالت بگڑی، انہیں اسپتال بڑھست کیا گیا۔ ایسا نہیں گھسنے کے اندر سانس کی تکلیف آتی بڑھی کہ سانس کی جالی کی آرائش پھر ابا جہاں جو چند پٹے پہلے پہل چھل جاتی تھی کی آرائش کردار ہے تھے اور پٹی کے مستحکم کے پتے دھیر ہے تھے،

منزل مٹی کے نیچے جا رہے تھے۔

فصلی سردیوں پر بندشیں پھر بڑھ چکی تھیں لیکن صالح اور پچھلے دنوں دھندلے شہر پر فونائش کے اندر آخری رسومات میں شرکت نہ کر سکے۔ زندگی میں کتنی ہی اوروں خوشحال ایسے ہی ایک دوسرے کے تقابلیں میں رہتی تھیں۔ خراب منزل کی مٹی میں بہار کے موسم میں ایک بار پھر خزاں رسید ہو گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

وقت کا رنگم رنگ تھکی کی شدت کو کم کرتا ہے۔ صالح کے پھر ابا جہاں کی کہانیاں وفات کو اب دو ماہ کی مہار گزر چکی

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

اس کی تین بیٹیاں تھیں۔ پہلی بیٹی کی عمر تھی پندرہ سال۔
 ثانی تھی لیکن یہ اشتیاق امیر مگر محبت تھی۔ صالح کی
 دھڑکنیں سر پہ مچھلی چلی تھیں اس نے دروازہ انداز
 سے ہلوتا کر دیا اور کسی تبدیلی کے لئے ہاتھ کاٹنے کا طرف
 پلٹ آیا۔ آخری باب بس ایک آخری بار اس نے
 مچھلی کو کہیں سے باہر اشارہ کر دیا تو وہ مچھلی گئی۔

☆☆☆

ضبطہ بنڈا ایک دفعہ ٹوٹا تو پھر میری سر لٹ کھ گیا۔ وہ جب ”ریشی تار کین“ میں مصروف کار تھا سورج اُٹھا کر صبح ہوتے ہی کبھی سر لٹ دونوں ہاتھوں کو سرخا غباروں سے رواں کر دے گا مگر چند ہی گھنٹے بعد اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ جو نشانہ اسے حاصل ہوا تھا، وہ اسے اتنی جلدی کوٹا نہیں چاہتا تھا۔ جب ٹوٹ ہی گئی تو خود کو دلا دلا ہند کر نے سے پہلے ایک ارادہ مدھمکشی شب اور گراڑا کی جاکتی تھی۔

دن چڑھ گیا تھا۔ چن بارش اب بھڑا بانسی والی
جھری میں بدل چکی تھی۔ اچھی شب تک طویل انتظار کو
رکنا۔ سامع نے دن کا زیادہ تر وقت بھی بند کرے میں
کے ساتھ ہی گزارا۔ اس کی رگوں میں جیسی جیسی خبر
کرنے والی حیرت کو یاد آ رہی تھی۔ اس کے لیے

☆☆☆

بالا کرنے کے لیے وہ اس کے ساتھ شراب بھی شامل
رے مگر پھر کم از کم اس معاملے میں خود کو سنبھالنے میں
مہم رہا۔

میں سرپرست کرتی تھی جو قصور سنانا کہن کے جانے کے بعد
 اس نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ اب اس چٹائی کی شدت اس کے لیے مکی
 نہ ہوگی کہ اس کی بار جو جو عیوب کا تھا، قصور اس کی نہیں تھا اور
 اس کا جو بے پرین اس کی سستی تھا۔

سرواغب منزل میں کوئی کھانا پکانے پر تیار نہیں ہوئی تھی۔ میں نے راتوں میں یہاں خانے میں کیا ہوتا دیکھا۔ صالح نے جواب دے کر غامد کاکس اسٹیبلز پر قیام کیا۔ تین روزہ قیام تھا کہ کیا ہوا ہے اور یہ ”خاک کا کئی“ اس کے دل، یہ ہالیوڈ کا زکریا بن کر کھڑی ہوئی تھی۔

نمبر 215 سہ ماہی ڈائجسٹ 2023ء

برسوں پہلے لوگوں میں جب وہ تصویر سازی لہن کے ساتھ وقت کرتا تھا تو خواہ مخواہ لوگوں میں سے کئے کے لیے بار بار اسی طرح کوشش کرتا تھا۔ کرے سے کھن کر کھن کے لیے کی طرح طرح کوشش کرتا تھا۔ اپنے دماغ کو شکلا کے بالوں میں لپیٹ لیا۔ چہرہ اٹکاتا تھا۔ اپنے دماغ کو شکلا کے بالوں کے لیے کسی نوعیت یا ذرا بڑے یا بڑے اٹکاتا تھا۔ چہرہ کھینچ کر لے کر اب تک اس کا اس لالہ راسخ میں نہیں لگھے مگر کبھی کبھی بھی آٹھ دس روز سے زیادہ ہر رشتہ میں اٹکاتا۔ اب تک وہی کچھ لکڑی کی کیفیت محسوس کرنے لگا تھا۔ چہرہ صاف کر کے کی دوسری تہہ والی تہائی سے اس کے لیے لکھنا دوسری ثابت عواد اور خود کو تامل کرنے میں کامیاب۔

اگلے روز اس نے سوچا کہ اس دنوں میں لڑکیوں کی جو پندائیں کیا نہیں تھیں کبھی کبھی میں ہزاروں خوشی غم کے بحر سمجھاؤں۔ یہ وہی بحر تھا جہاں بچکے والے روز پندائیاں بھی کے ساتھ کچھ عرصہ بھی کر مگر سہرا کو خیرے نے ان کے پتیاں خوشی غم اپنی میں داخل ہے اور اس کی بیوی دیکھ بھال کے لیے اس کے پاس ہے۔

اگلی رات میں سالخ نے عجیب سے چینی کی کیفیت میں مزامری مکر اس سے اگلی رات عجیب کیفیت سے آئی۔ دماغ فضل کے حصار پر پھل ہوا جانے کے بعد زمینوں کے صاحب کتاب کی پیچتر زدہ داری بھی صاف پر گرائی تھی۔ وہ دن میں آپا کے کانوں اس پر کر کر کے کھانے میں ہی دن روزوار ہوا تھا۔ شام کے وقت سالخ اپنے کمرے میں رخصت زاور کیلو پلو وغیرہ لے بیٹھا تھا۔ اچانک دن میں ہی رات کا ماس ہو گیا۔ ایک مختصر مٹانے آسمان کو ڈھانچ لیا اور پھر باش خیر ہو گئی۔ زبردست کرن چمک چمک بھی ہونے لگی تھی۔ سال میں ایک سرخ غبار کی لہریں اٹکی علی گئی۔ بڑے جزیرہ میں بھی کھل سے کچھ کڑ پڑی۔ صرف پھٹا جڑ پڑ پڑا ہوا تھا جس سے رخسار منبرل کے کچھ حصوں میں روشنی موجود تھی۔ روشن حصوں میں مہمان خانہ کا کچھ حصہ بھی شامل تھا۔ باہر بالائی کانڈر و پتہ چلا گیا۔ قاتار ہو گیا کہ اب کب رات جو رخسار آئے گی۔ کچھ انجنیر کے مشورے پر سالخ صاحب کتاب کے کمرہ مہمان خانہ میں چلا گیا۔ وہی مہمان خانہ جہاں ایک کمرے میں تاشا اور عاتکہ موجود تھیں۔

جب وہ کام کر رہا تھا، ایک بات تاشا اور دور دور کی بات تاشا اور عاتکہ دونوں اس کے لیے چاہنے کے لڑا تھیں۔ سالخ عاتکہ سے مشکل کھانچا ہوا تھا۔ دو ایک نوچیر قیامت کی طرح تھی۔ دیکھتے ہیں کتنی مکر مکتل تھا کہ اپنے احساس سے رنجہ کو بھرتی ہے۔

آخری شام سے پہلے

ایک بھی نہیں، بل کہ اس حرازت میں تمام کام وقت بوقت ہولوں
 کی روشنیوں میں لکھا شروع ہوئی تھی۔ آخر وہ دروازوں والی
 رات آتھی کہ میں جس کا صاف اور فرین نے شب دروازے
 اٹھایا تھا۔ آج وہ ایک ہوش ہے۔ تو اس میں وہ
 تھا۔ یوں کہ وہ دونوں اپنے اپنے زمین میں اور بھی بنا تھے
 مگر شیخ شاعر ہولوں کے سے صاف کے واسطے لہا ہوا
 تھا۔ ہولوں اور دروازے میں کیا ہے۔

[illegible]

”تم خود اپنے دل سے پوچھو، کیا بول سکتا ہوں؟“ اس نے اپنے ہونٹوں سے اس کے کان کی نوک کو چھوا اور کھڑے کھڑے کچھ اور بھی اسے اپنے ساتھ بہت کیا۔ وہ ہنسی اور کوٹری میں بول۔ ”کچھ تھرا سیر ہو گئی کے مر جب ایک گورت سے منہ مڑا لیتے تھے تو دوبارہ ہنسی مرکز نہیں سمجھتے۔ تو ایسا کیوں کر؟“

”میں کروں گا۔ تم بے آگے ہر بے اپنے اور کچھ نہیں۔ آج صبح تو دل چیل کر کھلو۔“

2023 جو

پھر اس نے
بولی۔ ”میں جانتی ہوں“

شرح برآں کا وہ یاد ہے جو ہم نے بچپن میں لکھے ہیں
اس جلی ہی میں گزارا تھا۔ ہمارا دل چاہتا تھا کہ ایک بار
صرف ایک بار بھی ہم وہ مست کردینے والا خوشیوں بھرا
دن دوبارہ گزار سکیں۔ اسی نغراز میں، اکی لکڑھیکے موسم
میں، اچھلی کودتاہیں..... خود کو کچر میں اور جانی
رگوں میں لٹ پٹتے کر دیں..... ہے؟

”صالح اکبر کیا کرتے ہو؟“ وہ شرما کر پیچھے ہٹ گئی۔
”نیچے لوگ دیکھ رہے ہوں گے۔“

فہم۔ لاہور کی ایک بڑی کیرمک کمپنی جس نے جو سارے نظام قائم کر رکھے تھے۔

☆☆☆

ہیب فائوس اور تیرے جیسے چند اگمندان میں پھول جیتے ہوئے۔ صالح کی ہدایت پر آدم سردی کے عملے نے ماسٹر کو کٹرین تازہ پھولوں سے یوں جایا تھا کہ مکہ

پار دن بعد کرمس کے موقع تک جاری رہا۔

17

جنس کے سرپٹ گھوڑے پر سوار تھا اور شیبہ زفاف کے
آفا میں ہی اس نے ہر سال جیا کو اس گھوڑے کی ٹاپوں
تسلے روند ڈالا تھا۔

کے دل کے عہد میں روشن تھی۔ وہ چھوٹی فریڈرک جو بچپن کے ایک تہوار سے چند روز پہلے اس سے ملنے کی تھی، وہ اس کی آج تھی۔ آج اسے اپنی جلدی نہیں تھی۔ اس کا دل تو یہ چاہتا تھا کہ چند راتیں بس اسے دیکھنے اور محسوس کرنے میں ہی صرف کر دے۔ اس نے میرے دیرے دیرے اپنے لب اس کے رکتی زخاں کی طرف بڑھائے..... اور..... زندگی میں پہلی بار وہ اپنے ترے لبوں کو ان کی منزل تک پہنچانے میں کامیاب رہا۔ کتنے خوابور، کتنے جاں فزا لئے تھے پہلے زخاں..... پھر ہونٹ..... پھر

مگر بھوس بازوں کے سنہری گھیرے جن میں یہ اندازہ لگاتا دھواں تھا، دھوکن اپنی ہے یا اپنے ہم گشتین کی۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت وہ وہ زینے کے خوش قسمت ترین انسانوں میں سے ایک ہے۔

اور کھل کی یہ کہیں ملاقات کل نہیں، تنہا چار روز بعد ہی ہونا تھی۔ کل ویسے کی تقریب کے بعد آفرین کو اماکن چھوٹی جوبلی پلے جانا تھا اور اگلے ہی روز ان کی فلاحی محبتوں کے شہر بکس کے لیے تھی۔ انہوں نے طے کر رکھا کہ کس کروا اپنا اپنی مومن دریا بنے سین کے کنارے ایک گھر اپارٹمنٹ میں منا کریں گے۔ اپارٹمنٹ کی بلنگ بھی ہو چکی تھی۔ صالح ایک اہی بنگ کرنا چاہتا تھا مگر آفرین نے راضیہ اندازے دی تھی کہ پہلے ایک بنگ کی بلنگ کرائے۔

تو میرا دل روتا رہتا تھا۔ پتا ہے کیوں؟
 ”کیوں؟“ آفرین نے کہا۔

پڑے گا، بن کے ذہن دھارے کے سر آتا پڑے گا..... وغیرہ
وغیرہ۔ مگر جب ضد بھیچو لیا اور سے آئی تھیں تو یہ گایا جاتا

اے، خستہ لے لیے سموری سرخا پڑا جاتا۔
 صالح کے لیے گھوڑی کی موٹیاں بڑی رفت سے
 حرکت رہی تھیں، مگر حرکت کرو تھی نہیں۔ آخر..... آخروہ
 دن بھی آئی گیا جب آسان کی ساری کھٹیاں تھیں، سرخاب
 منزل میں اتر آ گئیں۔ یوں لگا تھا کہ پورا عالم ہی بغیر نور
 بن گیا ہے۔ پچھہ عاصمہ کی حوصلی بھی جسے چھوٹی حوصلی کہا جاتا
 تھا، خستہ رنگوں سے جگمگاتی تھی۔

احتیاطاً صاحب نے سرفاخ منزل اور چھوٹی حویلی کی حفاظت کا پورا انتظام کر رکھا تھا۔ پرائیویٹ گاڑی کے علاوہ

..... اور اب مجھ عروسی میں چاند اور سورج ایک دوسرے کے سامنے تھے۔ رضا دل کو بھینٹوں سے چھونے کے کنول صالح کے دروبرہ تھے جن کو بھینٹوں سے چھونے کے لیے وہ پسر بڑا ترسا تھا۔ کئی بار ان کے قریب ہوتے ہوتے دور چلا گیا تھا..... اور وہ یاقوتی بھینٹ جو اس کے حسنِ تیریز اور طاقت سے اپنی حرارت اور طاقت سے بہنوں کو مرعہ دراز سے اپنی حجب کچھ اس کے سامنے تھا وہ فحاشی رہے تھے۔ اب وہ کب کب اس کے سامنے تھا وہ ایک مائوس کی دوری پر تھا۔

راستے پر مدیرِ حج سے قدم بڑھا کر آئندہ از دو ایکی تعلقات بنو
خو شکوہ اثراتِ مرتب کرتا ہے مگر تب وہ کہاں مانا تھا۔

سیاست

☆ جو بات اخلاق طور پر غلط ہے وہ یا تو میری درست نہیں ہوتی۔
☆ میری یا پارٹی پارٹی بالا آخر اپنے جھوٹ اگل کر ختم ہو جاتی ہے۔
☆ میرے پیچھے ہیں۔
☆ کمال سمجھتے ہیں۔
☆ یا تمہارا، آنے والے الگ ہیں اور میرے والی گھولوں کے بارے میں سوچتے ہیں۔
☆ رسل محمد قافز..... اردو ازاں کو لایا

سناہیں کرو

ایک صحافی قہقہے میں پتہ نہیں دیا پارٹ سے ملے کیا، چھوٹائی دنیا کا ایک اس وقت ایک سین زدہ کوٹھڑی میں مقید تھا۔ صحافی نے پوچھا۔ ”اوپر کیا یہاں کوئی تکلف تو نہیں؟“
پتہ نہیں نے سر کرنا چھت کی طرف اشارہ کیا۔ صحافی نے اوپر دیکھا چھت سے جالے لٹک رہے تھے۔ گھسٹ خوردہ بادشاہ نے دیوار کی طرف اشارہ کیا۔ صحافی نے دیواروں پر نظر دوڑا دی۔ ان کا پتہ اکوڑ چکا تھا۔ پتہ نہیں نے سر بھر کر دیکھا پتہ نہیں نے پتہ نہیں نے آخر پتہ نہیں کی طرف اشارہ کیا۔ صحافی نے پتہ نہیں دیکھا، پتہ نہیں غائب نہیں، خوش نامہ تھا، چھت کے اگلے آگے آگے فٹ سے فٹ تک زمین میں دھن سے چپے چپے تھے۔ وہ کوٹھڑی کے شاہد سے ہارٹ ہو چکا تو..... پتہ نہیں نے گھنٹہ لگے میں کہا۔ ”خود بتاؤ کیا یہ جگہ بادشاہوں کی رہائش کے قابل ہے؟“ صحافی نے ہنس سے کہہ دیا کہ جواب دیا۔
”نہیں! پتہ نہیں کسی ہرگز نہیں لیکن آپ اس سٹوٹ پر احتجاج کیوں نہیں کرتے؟“ پتہ نہیں نے ہتھیار اٹھا اور جوان صحافی کا بازو پکڑ لیا۔
”بادشاہ کیمرہ کیا کرتے ہیں۔ کم زور سے کہیں تو فائوش رہا کرتے ہیں۔ احتجاج نہیں کیا کرتے۔“

لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اب تم اس تیش کے گھر سے ملو..... اور مجھے کہنے دو کہ تمہارے ساتھ جو کچھ ہو گیا ہوا ہے۔ اتنی تیش اور دشمنی تو خاص کے سبب ہے۔“
”آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟“ وہ گھبراہٹ سے کہتا تھا۔
”اس دشمنی تو خاص اور طلب کو اپنا دشمن سمجھو تو سب کچھ تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔ ہمیں پتا چل جائے گا کہ تم سے انفرین کے دور چلے جانے کی اصل وجہ کیا تھی ہے۔“
اس نے چھت کر دیا چپے کی طرف دیکھا۔ ایک لمبے کے لیے اگلے لگا کر شاہ راجے اس غلام کاری کے بارے میں جانتے ہیں جو اس سے تاشا کی بہن کا رز کے خوا لے سے سرزد ہوئی کر دیا چپے کے چہرے نے بتایا کہ وہ عموماً انداز میں بات کر دیتے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ”سناہیں اگر تم انفرین کے خوا لے سے اب بھی کوئی امیدوں میں دل رکھنا چاہتے ہو تو ہمیں اپنی اس فالتو طلب اور خواہش سے لڑنا ہوگا۔ اس کا رخ پھر بدلا ہوگا۔“

نہ جانے ان گھولوں میں صالح کو کیا ایسا محسوس ہوا تھا کہ وہ اپنے جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ ان کے اپنے دل کی گہرائی میں نہیں کہیں موجود ہے۔
اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگی۔ ”داجے! میں کیا کروں؟ مجھے سمجھا میں..... مجھے سچا میں داجے! اور میں نہیں رہوں گا، تم میرا بھائی کا۔“
انہوں نے غصہ بھربھرا سے اسے اپنے ساتھ لے لیا، اس کا سر چڑھا۔ ”تم کیوں نہ رہو..... تم میری بہن باواں داری۔ تم ہو کے۔“
پتہ نہیں ایک دم اس کے دل میں کیا آیا۔ زندگی میں پہلی بار اس نے اپنے اس عموماً بزرگ کی ہویا میں چاہتوں کو پوری طرح محسوس کیا اور یکدم ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ ”ٹھیک ہے داجے! میں زندگی کی آخری سانس تک انفرین کی امیدوں میں چاہتا ہوں۔ مجھے بتائیے میں کیا کروں؟“
آپ آپ کی طرح سفید پٹیرے کہیں کر دو رہی رہے ہیں۔ آپ تک جاتا ہوں۔“

ان کے ہونٹوں پر ایک نیکی سی مسکراہٹ کھیل گئی۔ ”نہیں صالح! ایک بار شاہ خزانہ میں ایک گھٹک کافی ہے۔“
پھر ایک دم پتہ نہیں لہجے میں گہرا ہوا۔ ”دیا چھوڑ لے۔“
پتہ نہیں یاد دہانہ شکل سے کہہ رہا تھا۔ ”اور میرے خیال تو سب کو بیٹے سے لگا کر رہا جائے..... اور میرے خیال تو سب سے بڑا اصول اعتدال ہی ہے۔ لیکن اصول یہ ہے جس کی پتہ نہیں

بہر کی شفاف دھوپ سب جگہ پھیلی ہوئی تھی اور فضا میں نباتات کی لہکی لہکی سبک تھی۔ سامنے کرناؤ ڈھل میں ملازمین کے کچھ بچے کرکٹ کھیل رہے تھے۔
داجے فصل نے تاشا داجہ کا ایک مفروضہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ دیکھو، ہمارے سرگودھا کی ہی خبر ہے۔ کسی دور کا خبر نہیں آتی ہیں۔“

صالح نے پڑھا۔ ایک چوتھیں سالہ جوان اس نے ایک چھ سات سالہ بچی کو گواہ کر کے ایک دن اپنے پاس رکھا تھا، اس سے زیادتی تھی۔ مصوم بچی کو ناک کرک حالت میں اپنی والدین کو دکھایا کہ وہ بچہ کچھ کر رہا تھا۔ دہشتے میں بچی کا تاشا داجہ۔
داجے نے کہا۔ ”پتا ہے یا تمہارے کچھ ہے؟“ پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے بولے۔ ”میرے کچھ میں تمہارے ریاضی کے ماہر مولوی مس دیں گا۔ وہ پڑھائی میں تو سزا مکرور ہے مگر ماہر صاحب بتے ہوئے تھے کہ اسے میتھ کا کچھ پتا نہ تھا۔“
ان کی آنکھیں ایک بے ساختہ دکھ سے پلر پڑ گئیں۔

ایک لمبی سانس لے کر بولے۔ ”صالح! یہ جو بھئی بند ہے، یہ ہمارے سب سے طاقتور بندوں میں سے ایک ہے۔ پھر اللہ پاک کی قدرت سے کہ کچھ لوگوں میں سے زیادہ زوردار اور ہوتا ہے۔ ایک بے لگام گھوڑے جیسا۔ یہ قدرت کی طرف سے ایسے لوگوں کے لیے ایک امتحان بھی ہوتا ہے کہ وہ کہہ کر اس طرح اس بند کے کو اپنی حدود میں رکھے ہیں اور اس طرح اس کو تاشا داجہ سے بہتر کاموں کی طرف موزوں دیتے ہیں۔“

وہ سامنے کرکٹ کھیتے ہوئے لوگوں کی طرف دیکھتے رہے پھر کھیتے کھیتے انداز میں بولے۔ ”پتا ہے جب پچھلے دنوں کام دیا ہوا جس میں تھے، یہاں خوشاب میں کیا ہوا ہے؟“
وہ مولیٰ نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔ انہوں نے بات جاری رکھی۔ ”وہ تمہارے جو ایک چھوٹے دادا خواں رہے تھے انہوں نے کوئی کچھ سال کی عمر میں ہی شادی کی ہے۔ تین تین سالہ ایک چھٹک ملازمہ ہے۔ اس شادی کے بعد ان کی پہلی دو جائز بیٹیاں کے بیٹے بہت جلد سے ہوئے ہیں۔ جان سے مارنے کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔“

چند لمبے چپ رہ کر کہنے لگے۔ ”صالح! میں جانتا ہوں تمہارے خون میں یہ جو تیش ہے، یہ نسل و نسل پائے ہوئی تیش پختی ہے۔ تمہارے باپ کے آگے کے بندے ہمارے اور خود کو سنبھالے رکھنے کی تو سزا بہت کوشش کی

بٹائی۔ صالح نے ناؤز لگانا چاہا تو وہاں بندوں نے اس کا ہاتھ دبوچ لیا اور زوردار ڈانڈ پڑھا۔
اگلے ایک دن پڑھ سنت میں آخر سے اور صالح کو بڑی طرح پٹیاں ملی۔ دیکھا والد سینیٹ اللہ پڑھتے کی طرف سے نمودار ہو چکا تھا مگر وہ سنیٹ پڑھنے کے لیے فوری طور پر آپ نہیں پڑھا۔ جب اس نے دیکھا کہ دونوں میں سے کسی کی جان چاہتی ہے تو وہ لپٹا ہوا مردان میں آ گیا۔ دیکھتے ہوئے بولا۔ ”کیا کرتے ہو جان لو کے اس کی۔“
پتہ نہیں نے ہنسنے پر کئی اور ناؤز دیکھے ہنسنے کا مکمل۔
”دوسرے ملازمین میں بھی اور ناؤز دیکھے ہنسنے کا مکمل۔
صالح کا چہرہ دلہا ہوا تھا۔ آنکھیں خنجر میں تھیں تو اس کی آواز تھیں۔ ”اللہ کی بات تاشا داجہ چکا تھا۔ وہ رات ہی ہوئی تھی اس کی آواز میں بولا۔“
”اگلے! بے غیرت ہے تمہارے۔ اگر بہت ہے اس میں تو آگے آگے کے ساتھ لپٹا۔ اب بھی آجائے۔“
پھر وہ جیسے تیرا کر اپنے غصوں پر گر گیا۔

صالح سات دن سے سرگودھا سے پراپت پتہ اپنا ہال میں تھا۔ اس کی پہلیوں پر شدید ضربات آتی تھیں۔ اب طبیعت کچھ بہتر تھی لیکن کھانسی اب بھی سرگودھا کا نہیں لے رہی تھی۔ تین دن پہلے تک تو وہ غم پیش تھا تب ایک اور واقعہ بھی پیش آیا تھا۔ غالباً اپنے باپ شیف اللہ کی شہر پر دہلی اور اس کے گھشتوں نے محمد راہے دہلی کے ایک فریج پر اس پر کہہ قیدیہ منانے کی کوشش کی تھی کہ قیدیہ جیل پر ہے اور اصل کاغذات میں ہے جیل گان کی گیت ہے۔ صالح تو ہسپتال میں پڑا تھا۔ دیکھا اس کے گھشتوں کی اس وجہ دہلی کو پریشان شاہ باہر نے ناکام بنا دیا تھا۔ یعنی کل کے دشمن آج کے دوست کی حیثیت اختیار کر گئے تھے اور جس کو شرعاً شہر میں دوست سمجھا گیا تھا، وہ بدترین دشمن ثابت ہوا تھا۔ صالح کو اب بھی یقین تھا کہ اس کی آخری پوچشیں میں بھی اس کی کاہانہ ہے۔

ہسپتال کے پرائیویٹ کمرے میں داجے فضل نے صالح کا ہاتھ اپنے زخمی ہاتھوں میں قلم رکھا اور مسلسل کچھ پڑھ رہے تھے پھر اس پر ہنسی کر بولے۔ ”جیل سے پہلے کچھ ہو کر گھبراہٹا تھا تم سے کچھ اہم باتیں کروں گا۔“
..... یہ دیکھتے ہوئے کی بات ہے۔ صالح سر غائب منزل دیکھا آچکا تھا۔ داجے بھی سڑا رہے تھے۔ آج کی رات انہیں بھی غائب منزل میں ہی گزارنا تھا۔ کئی دن کی درمجمہ اور کرار کے کی سرری کے بعد موم گھر امواد تھا۔

بائیں دوسرے۔“

سینس ڈائجسٹ 223

222 س ڈائجسٹ

بستہ اداوار میں بولے۔ ”صحابہ! اگر مجھ کو چاند رات بہت پسند تھی۔ روزہ افطار کرتے ہی ہم دونوں اپنے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاتے۔ کبھی چاند نظر آتا، کبھی نہ آتا۔ لیکن ہم محبت سرشار رہتے، آواز نہ کرتے۔“

مفتد چارو کھینچا نہیں۔ بس اسے تلاش کرتا ہے۔“

ان کی آواز بھر گئی۔ ”سنا، بڑی پاک دودھ سی تیری ماں..... اس کے آگے دو ایلے ایک چٹان سا کرتا تھا۔ وہ جیسے ہرے گاے کی مٹی لگی بہت زرت دی جاتی تھی اسے..... اور خنے زیادہ زرت ملتی ہے، اس کی ذمے داری بھی تو بڑھ جاتی ہے؟ شاید..... شید بھی وجہ نہ کر جب مجھ پہ بہتان لگنے کے بعد اس کے والد نے اس کی شادی کا فیصلہ تیرے والد شو نواز کے ساتھ کیا تو اس نے غاف

☆☆☆

مرادیں دل میں لے کر صدیوں پرانی ریت بھائی۔ چپہ

صالح نے ضروری سے کہا۔ ”اس کے بعد امی سے
سمجھی آپ کی بات نہیں ہوگی؟“

انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔ ”تم“ بات کہہ رہے ہو۔ اس نے تو بھی آنکھ اٹھا کر میری طرف دیکھا بھی نہیں۔“

بات کرتے کرتے دا بے ایک دم چپ ہو گئے۔
انہیں جیسے کچھ یاد آتا تھا۔ صراحت کلانہ، بھانڈا کرنا، اٹھنا۔

اپنے ساتھ لے کر قبرستان میں بنے کمرے میں آ گئے۔
دو نوں چار پانچ پہ بیٹھ گئے۔ (اے کچھ ذرا مرا تو کہہ دے۔)

کیفیت میں رہنے کے بعد گویا ہوئے۔ ”صالح الحکیمین میں ہمیں کہانی سنایا کرتا تھا۔ ایک بادشاہ نے اپنے خاں سے

خوش ہو کر اسے اپنی نشانی کے طور پر اپنے ہار میں سے ایک موتی دیا تھا اور کہا تھا کہ زندگی میں جب بھی حاکم ہو اور جو بھی

چاہو، یہ مولیٰ دکھا کر مجھ سے مانگ لیتا۔“
صالح کو کہانی کے خدوخال یاد آ گئے۔ اس

اشہات میں سر ملایا۔
وہ صالح کی طرف دیکھ کر اٹھاری سے ہو

”میں جسی تو اپنے شہزادے کا خادم ہی ہوں۔ اگر یہ نہ
اپنے شہزادے سے کوئی وعدہ لے تو وہ امان مان گئے گا“

صالح نے جلدی سے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں
تھام لیا۔ ”راجہ! ایسی بات مت کریں۔ آپ مجھ

بزرگ میرے باپ کی جگہ پر ہیں۔" چکر دار ایک کمرہ باز ہو کر بولا۔ "آپ ماتیس، کہا ماتھے ہیں..... لکھ کر دے۔"

”بس ایک وعدے کی ضمانت کہنی ہے تم سے۔“

جانے میں پکتا ہوں صالح! تو میں یاد آ رہے ہیں پتا ہوں۔
ہاں وہ ٹھیک ہی کہہ گئی تھی۔ وہ کہاں بھول سکتا تھا اے۔ تب
صالح کو اس کی کنواری سہاگن کی طرح زندگی گزار دینے
کا۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ان

افغانستان میں طویل جدائیوں کا سلسلہ جھلک دکھاتا۔
ایک شام جب وہ حویلی کے اندر ہی بنائے گئے

جامعہ ٹریک پر بھاگ رہا تھا، ایک ملازم نے بتایا کہ
مراد نے میں کوئی اس سے ملنے آیا ہے۔ دوڑ لپے سے پہنچا

پڑے ہوئے کمرے میں پہنچا۔ یہاں سے ریٹائرمنٹ پر آنے والا مولوی شمس الدین تھے۔ ان کے ہی چوتھے بچے کو سالانہ امتحان میں پہلی نمبر پر آنے والا مولوی شمس الدین تھے۔ ان کے ہی چوتھے بچے کو سالانہ امتحان میں پہلی نمبر پر آنے والا مولوی شمس الدین تھے۔ ان کے ہی چوتھے بچے کو سالانہ امتحان میں پہلی نمبر پر آنے والا مولوی شمس الدین تھے۔

پتی کرو یا تھا۔ اس پتی کی ماں نے صدمہ دل کو لگایا تھا اور
اس سانچے کے چھری پٹتے بعد ہارٹ ایکٹ سے محل ہی

تھی۔ اب وہ سنی القسب جبل میں سرسبز باغ تھا۔ نرائے موت
ہوئی تھی۔

مولوی کہ صاحب صالح کو دیکھ کر روئے تھے۔
”مخدوم صالح! تمہیں میں نے اپنے بچوں کی طرح پرہیزگار

ہے۔ استاد درود کا بیٹا بڑا ہے۔ وہ سڑک میں بیٹھتا ہے۔ تمہارے ”بڑے“ لوگوں سے تعلقات ہیں۔ میری ہوں۔ کس طرح؟

”جو ماں صدے سے مرگئی، اس کی بھی ایک پہچان تھی
ماں صاحبہ! جس کی قوم نے پرہیزگار رکھ دیا۔ وہ آج تک

”ذیہ علیہ السلام“
”وہ بھی اب زندوں میں سے نہ مڑوں میں۔“

”ڈرگ سے کہیں خود کو کٹی ہی نہ کر لے۔“
”کر لے تو اچھا ہے..... اور ایک بات کہوں مائیں

جی! آپ بھی اس کے گناہ سے بری الذمہ نہیں ہیں۔ آپ بہت بڑے مذہبی شخص ہیں مگر دنیا داری میں بھی کسی

بچے نہیں۔ آپ جیسے لوگوں نے دو کشتیوں میں پاؤں رکھ دیا ہے۔ نہ آپ اسلام میں اور نہ ہیں نہ دنیا داروں کی میں

اگر پورے مسلمان بن کر بچوں پر سخت پابندیاں لگاتے ہوں تو پھر پورے مسلمان بن کر ان کی شادیاں بھی جلد کر دوں

ایکس چوہٹیں چوٹیں اور تیس سال تک کیرئیر کے پچھلے

میں ہوتا ہے۔ وہ چھوٹے بچوں کو عورت مرد کے بارے

ہوائے فریاد اور کمرل فریاد بنانے کی مکی اجازت د

نومبر 2023ء

تقریب گچہ بھی سہی! ہمیشہ شاداب وشگفتہ رہیے!



تجربہ شدہ کا روزانہ استعمال چہلکدھم کی طرح نرم و ملائم بنائے
جھانپاں، داغ دھبے دور کرے اور اس کے خاص اجزاء چہلکدھم
نم کے اثرات اور فوٹو پیرک سے عرصہ دراز تک محفوظ رکھیں۔

تہ تیبت

ایشیا کی مشہور ترین بیوٹی کریم

TS/53/PK21

تھا۔ اس کا پسندیدہ کم کرکٹ تو بس ایک وسط تھا، اسانی
توانا تھیں کے شراج کا۔ تاہم اس وجہ سے اے ٹی کے خوشی اور
بہریت کا محو ہو گیا تھا۔ وہ فرسٹ کلاس کرکٹ تک پہنچا تو
اور بھی کسی سرگرمی کو سامنا کر فرسٹ کلاس میں حرکت نہیں کرتا
تھا۔ اس کے علاوہ اس نے کچھ تر سے سرگرمیوں کی کرسٹ کا
ایک کوچنگ سینٹر بھی بنوایا تھا جہاں سرگرمیوں میں آباد اور
کرد و فراہ کے ٹوئٹر پیج بہر کو پڑھنے کی ذریعہ بن گئی تھی
ملاعتوں کو نکالتے تھے۔

اول تو ایسے مواقع آئے تھے لیکن اگر کسی وقت کی
بھی حوالہ سے اس کے فکری اور اخلاقی عزائم ڈراما
میزائل ہوتے تھے تو وہی معمولات پر اصرار اس کے دل و دماغ
پر دھک دیتا تھا۔

سالم کی صورت کی نظر سے اس نے دیکھ کر لوگوں کو بھی دبا
کی کوہست کم ہو گئی تھی مگر ایک نقطہ کی طرح موجود تھی۔
پھر کریموں کی ایک صفی رنگ شام میں کپڑوں
میزائل کی سفید چھت پر ٹپٹے ٹپٹے نہ جانے کیوں سالم
ذہن میں پھر بارش کا وہی معمولات پر اصرار اس کے دل و دماغ
نیزانے کی اس وقتوں تک سالم نے اپنے دل میں کپڑوں
میں..... اور شاپو آفرین نے بھی۔ وہ معمولات پر اصرار
طور پر کیے لوٹ سکتا تھا۔ لوٹ ہی نہیں سکتا تھا۔ پناہ
سرخاب منزل ہی نہیں تھی جہاں وہ جس کی طرح اتر اٹھتا
تھے دو چٹوں پر ایک آسانی تھی کی طرح اتر اٹھتا
تھیں سرگرمی کی بالوں کی تھی، نہ سکو سرخ کے تین فرائسیر
ہی وہ پھولوں سے ڈھکی ہوئی چارم پختہ دھکی بندھا
چوڑی چھٹی دیا اور جس پر پٹیں پر سالمانی ہاتھی سالم
وہ طویل برآمدہ تھی تو نہیں تھا جب کے ایک کل
درواز سے سے تھی آفرین ہجوم کر گئی تھی اور پھر کمرے
گایا تھا۔ ایک دوسرے کرانی دروازے سے سالمانی
لی کا تھ پھر کر بھاگا تھا اور پھر کمرے سے سالمانی
ہی تو بیدار چکا تھا۔

کیا وہ کبھی دایک نہیں آئے گا؟ کیا وہ کبھی
آخرین کی طرح ہمیشہ کے لیے اس کی نظروں سے ہٹا
ہو چکا تھا؟ کیا ایک اس کے اندر ایک عجیب خیال برائی
طرح لہرایا۔ سمجھنے کی یادیں ایک طاقتور "ڈو ٹیگ" تھیں
اس کے رک و پے میں پھیل گئیں۔ اس نے وہی شخص تک
شام میں سفید چھت پر کمرے کے ایک فیمل کر لیا۔ ایک
اٹھاتھیں اس کے دل و دماغ پر حق ہو گئی۔
(جاری ہے)

بشریح اشتعال کو لایا اور سرگرمیوں کو چھوڑا۔ اس نے
صرف کس در کس کرنے پر اکتفا کیا تھا۔
دماغ میں اور دروازے میں آفرین کی ڈھونڈنے
کی بہت کوششیں کی تھیں اور ایک تک جاتی تھیں۔ سالم
کی پیچھے عام اور کزن فرحان اپنے طور پر تک و دو جاتی
رکے ہوئے تھے۔ سمجھو عام کا خیال تھا کہ پیٹنگ اس کا
جوتن ہے۔ وہ جہاں گئیں تھیں، وہاں سے دور نہیں
ہوئی۔ وہ مصوری کی فائنل آرت اور پھر پرنسپل اس
کی نوہ گاتے تھے۔ ایسی اطلاعات بھی ملی تھیں کہ
جوتن میں آفرین کے فنی کے بے شمار ساحل سے بری طرح
میں کرتے تھیں۔ سمجھو لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ فریڈام سے
اب بھی پیٹنگ کرتی ہے۔

سالم کے لیے تو صبح امیر بہت جلد ہی اور شام امیر
کا چٹنی ڈھونڈتا تھا۔ البتہ اس لیے دور اپنے آگے
تھے جب اس کی شدت کچھ کم ہوئی تھی۔ شبت کی یہ
کی بھی سالم کے اندر ایک طرح کا کھدائی تھی پھر بھی
بھی سالم کو دیکھنے کی دہانیاں تھیں جو انہوں نے کچھ
عصر پہلے قریب تان والے کمرے میں سالم کے کسی شخص اور
ایک معلوم وعدہ کیا تھا۔ اس وعدے کا کیا مطلب تھا؟ کیا
انہیں خود سالم کی طرف سے کوئی غیر شعور تھا؟

باپ کی گناہ ٹیپ تار بھی نہیں ایک انسانی روشنی
میں نظر آئی۔ داغے ٹھلنے نے ایک بار اس کے کہا تھا۔
"جو کچھ میں سمجھتا ہوں جانے بارہا ہوں، اس پر چلو کے تو مجھے
اپنے رشت سے پوری امید ہے کہ سب کچھ تمہاری مرضی کے
مطابق ہی ہو گا۔ جو کچھ میں ہو گا۔ بہت امیدیں ہو گی۔"
اور سالم اسی بہتری کی امید کی رہی مشیولی سے

تھا سے اپنے راتے پر ٹپٹا رہا تھا۔ چلتا جا رہا تھا۔ بہت
بدل چکا تھا۔ جس نے بھی اسے چار پانچ سال پہلے دیکھا
تھا۔ لیکن ہی نہیں کر پاتا تھا کہ پوری سالم ہے۔ اس کے
اندر جو سب سے بڑی تبدیلی آئی تھی، وہ یہ کہ کئی درود اپنی
سب سے بڑی کزوری پر غالب آچکا تھا اور یہ کزوری بھی
جس خائف کی غیر معمولی طلب۔ سمجھو بعد تجار داتوں میں
ایک لہری آتی تھی اس کے اندر سرد رشتہ کی مگر اس پر پھر دور دور
پڑتی تھی۔ آٹا آٹا سب آج اب پر سکون ہو جاتی تھی۔ اب وہ
بہت جلدیوں سے دور ہو چکا تھا۔ بسا فوری حکم پر دوری،
نشیات، راک، رنگ اور دیگر دلچسپ اس کی زندگی سے کل
چکے تھے اور اس انخلا نے اس کے عملی جذبات کو تیز
کر ڈالا تھا۔ اس کا خیالی میں کچھ دروازہ سالمی صفت کا بھی